قصص بخاری

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ
(القرآن)

قصص بخاری

حدیث شریف کی اہم ترین کتاب "صحیح بخاری"
سے ماخوذ مستند ترین واقعات کا ایک خوبصورت مجموعہ

مؤلف
مولانا محمد ظفر اقبال صاحب
(فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۷۳۵۲۲۸۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب

قصص بخاری

مؤلف

مولانا محمد ظفر اقبال صاحب
(فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

ناشر

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تسلسل سفر

نگاہِ تصور سے جب دو سال قبل کی زندگی کو دیکھتا ہوں جو پلک جھپکنے کی سی تیزی سے گذر گئے، پانی کی روانی کی طرح بہہ گئے اور شعلہ کی طرح یکا یک جل کر بجھ گئے، تو حیرت کی وادی میں غوطہ زن ہو جاتا ہوں، اساتذۂ کرام کی زیرِ نگرانی جس کام کا آغاز ''حضرت امام مہدی علیہ الرضوان'' کی شخصیت و کردار سے کیا تھا، کبھی ذہن کے کسی گوشے اور خیال کے کسی کونے میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ یہ سفر کسی تسلسل کے ساتھ جاری بھی رہ سکے گا، اس دوران جو نشیب و فراز عبور کرنا پڑے، ان کی موجودگی میں یہ محض توفیق الٰہی ہے کہ مختلف اور متنوع عنوانات پر کچھ صفحات سیاہ کرنے کا موقع بھی ملا اور کرم فرماؤں کی بدولت وہ زیور طباعت سے آراستہ بھی ہوئے۔

☆..........☆..........☆

تاریخ اسلام کے تمام صحابہ ءکرام رضی اللہ عنہم، تمام تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ اور تمام اولیاء عظام رحمہم اللہ سے عقیدت و محبت کا تعلق رکھنا حفاظت ایمانی کے لئے انتہائی اکسیر نسخہ ہے، تاہم یہ بات بھی مسلم ہے کہ انسان کو فطری اور طبعی طور پر بعض شخصیات سے ان دیکھا، قلبی اور جذباتی لگاؤ ہوتا ہے جو کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر دلیل کا مطالبہ کرنا صحیح ہوتا ہے۔

سچ پوچھئے! تو ناکارہ راقم الحروف کو دور صحابہ میں تمام صحابہ ءکرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ قلبی عقیدت و محبت کے باوصف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو جذباتی لگاؤ اور قلبی وارفتگی ہے وہ ناقابل بیان اور ناقابل تحریر ہے اور اس کے لئے یہ ناکارہ اپنے آپ کو دلیل کا پابند نہیں سمجھتا۔

اسی طرح تاریخ اسلام کی نہایت قد آور شخصیت، امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس ناکارہ کی قلبی عقیدت و محبت کا انتہائی اہم ترین مرکز ہیں، چنانچہ اسی مناسبت سے دورۂ حدیث شریف کے سال بخاری شریف جلد ثانی کی مکمل عربی عبارت اور

جلد اول کا اکثر حصہ اس ناکارہ کو حضرات شیوخ الحدیث کے سامنے پڑھنے کا موقع نصیب ہوا، پھر بخاری شریف مکمل باآواز سی ڈی میں ضبط کرنے کی توفیق مرحمت ہوئی، معلومات بخاری کے نام سے اس کے اہم گوشوں کو بے نقاب کرنے کا موقع ملا، ثلاثیات بخاری کے عنوان سے اس کی اہم ترین بائیس احادیث مبارکہ کو جمع کرنے کی سعادت میسر آئی اور اب ''قصص بخاری'' آپ کے مبارک اور سعید ہاتھوں میں پہنچانے کی توفیق مل رہی ہے۔

ناکارہ راقم الحروف کو اس تصور میں ''حق الیقین'' کا مرتبہ حاصل ہے کہ اللہ کی توفیق اور مہربانی کو اگر ایک طرف رکھ دیا جائے تو اس نوعیت کے کیا، کسی نوعیت کے کسی بھی کام کا ہونا ناممکن تھا، اس لئے ان تمام پہلوؤں میں ناکارہ راقم الحروف تو کسی ستائش کا مستحق نہیں، اور نہ ہی وہ کسی قسم کے توصیفی کلمات و القابات کا طالب و منتظر ہے، البتہ خدائے لم یزل کا بے پایاں احسان، شکر اور کرم ہے ''جسے ادا کرنا ضروری بھی ہے اور اس ظلوم وجہول کے بس سے باہر بھی'' کہ جس نے اپنے الہامی اور آسمانی دین کے ساتھ وابستگی عطاء فرما رکھی ہے۔

☆..........☆..........☆

اسی طرح ناکارہ راقم الحروف اپنے انتہائی قابل صد تکریم استاذ محترم مولانا محمد ناظم اشرف عثمانی مدظلہ کا بھی صمیم قلب سے شکر گزار ہے جو ناکارہ کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اشاعت کتب کا اہتمام فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دین ودنیا کی ہر خیر عطاء فرما کر ہر شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اس موقع پر ناکارہ راقم الحروف اپنے قارئین سے اس دعا کی درخواست کرنا اپنا حق تعلق سمجھتا ہے کہ اگر کبھی اس ناکارہ کی یاد کسی دعا کے موقع پر آجائے تو یہ دعاء فرما دیا کریں کہ پروردگار عالم، زندگی کو خیر کے ساتھ لازم فرما دے اور موت کو اپنی بابرکت زیارت کا ذریعہ بنا دے اور یہ احساس نصیب فرما دے کہ سفرِ تسلسل اور تسلسل سفر بہر حال ایک نہ ایک جگہ پہنچ کر منقطع ہو جائے گا، زندگی کی رسی ٹوٹ جائے گی اور حیاتِ فانی روٹھ جائے گی اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو حیاۃ و امتیازاً اپنے دین کے ساتھ وابستگی اور تعلق عطاء فرمائے رکھے۔ آمین

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصہ نمبر۱:

نیت کی اہمیت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ کر فرمارہے تھے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ تمام امور کا اعتبار نیت سے ہے اور ہر شخص کے لئے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی لہٰذا اگر کسی کی ہجرت اس لئے ہو کہ دنیا حاصل کرلے یا کسی عورت سے نکاح کرلے تو اس کی ہجرت درحقیقت اس چیز کے لئے ہوگی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔ (یعنی تمام امور کا دارومدار صرف نیت پر ہے اگر نیت دنیوی ہے تو اس پر ثواب نہیں ملے گا اور اگر دین کے لئے کسی کام کی نیت کی ہے تو اس کا ثواب ملے گا)۔

[بخاری شریف:۱،۵۴،۲۳۹۲،۳۶۸۵،۴۷۸۴،۶۳۱۱،۶۵۵۴]

فائدہ

حدیث کی تمام معتبر اور مستند کتابوں میں اس واقعے کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے "ام قیس" نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا، اس نے یہ شرط لگائی کہ ہجرت کر کے چلے آؤ تو نکاح ہوسکتا ہے چنانچہ جب اس نے ہجرت کی تو اس عورت نے اس سے نکاح کرلیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس شخص کو "مہاجر ام قیس" کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

[التعلیق الصبیح ج:۱،ص ۵۷]

اس حدیث سے نیت کی اہمیت واضح ہوئی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ برے کام بھی اچھی نیت کرنے سے اچھے ہوجائیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ جائز کام اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہوجاتے ہیں۔

☆☆☆

قصہ نمبر۲: ﴿نزول وحی کے طریقے﴾

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر وحی کا نزول کبھی تو گھنٹی کی جھنکار کی طرح ہوتا ہے اور اس وقت یہ (سلسلہ) موقوف ہوتا ہے جب کہ میں (کلمات) وحی یاد کر چکتا ہوں یہ صورت مجھ پر بڑی سخت ہوتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ مرد کی شکل بن کر سامنے آتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سخت کڑکڑاتے جاڑوں میں دیکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نزول وحی کا (سلسلہ) موقوف ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی تھی۔ [بخاری شریف:۲،۳،۳۰۷]

فائدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول مسلسل ۲۳ سال تک ہوتا رہا، اس نزول وحی کا طریقہ کبھی کچھ ہوتا تھا اور کبھی کچھ، اس حدیث میں صرف دو طریقے بیان کئے گئے ہیں لیکن حدیث کی دوسری کتابوں میں اس کی مزید تفصیل وارد ہوئی ہے، جسے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اپنی وقیع کتاب ''علوم القرآن'' میں جمع فرمادیا ہے۔

قصہ نمبر۳: ﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول کیسے اور کہاں شروع ہوا؟﴾

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اول اول سچی خوابوں سے وحی کا نزول شروع ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے وہ بالکل صبحِ روشن کی طرح ٹھیک پڑتا تھا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلوت پسند ہو گئے تھے اور غار حرا میں جا کر گوشہ گیری اختیار کر لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک وہیں پر عبادت میں مشغول رہتے تھے، اس اثناء میں گھر پر بالکل نہ آتے تھے لیکن جس وقت کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تھا تو پھر اتنے ہی دنوں کا کھانا لے کر چلے جاتے تھے آخر کار اسی غار حرا میں نزول وحی ہوا۔ ایک فرشتہ

نے آکر حضور ﷺ سے کہا پڑھیے! آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں) یہ سن کر اس فرشتہ نے مجھ کو پکڑ کر اتنا دبایا کہ میں بے طاقت ہوگیا، پھر اس فرشتہ نے مجھ کو چھوڑ کر کہا پڑھیے! میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس نے دوبارہ مجھ کو پکڑ کر اس قدر دبوچا کہ مجھ میں طاقت نہیں رہی اور پھر چھوڑ کر مجھ سے کہا پڑھیے! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تیسری بار اس نے پھر مجھ کو اس قدر زور سے دبایا کہ میں بے بس ہوگیا اور آخر کار مجھ کو چھوڑ کر کہا! کہ "پڑھ اپنے رب کے نام کی برکت سے جس نے (ہر شے کو) پیدا کیا (اور) انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا پڑھ اور تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔" (ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) آپ ﷺ یہ آیات پڑھتے ہوئے گھر تشریف لائے تو اس وقت آپ ﷺ کا دل دھڑک رہا تھا چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر آپ نے فرمایا مجھے کمبل اڑھاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کپڑا اوڑھایا، جب آپ کی بے قراری دور ہوئی اور دل ٹھکانے ہوا تو ساری کیفیت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمائی اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا خدا کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، آپ کو بالکل فکر نہ کرنی چاہئے، خدائے تعالیٰ آپ کو ضائع نہ کرے گا کیونکہ آپ برادر پرور ہیں، محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، کمزوروں کا کام کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور جائز ضرورتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نے دور جاہلیت میں عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا اور انجیل کا (سریانی زبان سے) عبرانی میں ترجمہ کر کے لکھا کرتے تھے، بہت ضعیف العمر اور نابینا بھی تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کے پاس پہنچ کر کہا ابن عم ذرا اپنے بھتیجے کی حالت تو سنئے! ورقہ بولا کیوں بھتیجے کیا کیفیت ہے؟ آپ نے جو کچھ دیکھا تھا ورقہ سے بیان کر دیا جب ورقہ حضور ﷺ سے سب حال سن چکے تو بولے یہ فرشتہ وہی ناموس ہے، جس کو خدائے تعالیٰ نے موسیٰ پر نازل فرمایا تھا کاش! میں عہد نبوت میں جوان ہوتا کاش! میں اس زمانہ میں زندہ ہوتا جب کہ آپ کو قوم والے (وطن سے) نکالیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا کیا یہ لوگ مجھے

نکال دیں گے؟ ورقہ بولے جی ہاں! جو شخص بھی آپ کی طرح دین الٰہی لایا ہے اس سے عداوت کی گئی ہے، اگر میں آپ کے عہد نبوت میں موجود ہوا تو کافی امداد کروں گا، لیکن اس کے کچھ ہی دنوں بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا اور سلسلہ وحی بند ہو گیا۔

فائدہ:

اس حدیث میں پہلی وحی، اس کا مقام اور کیفیت متعین کی گئی ہے۔ اس میں قارئین کرام کیلئے یہ بات انتہائی سبق آموز ہے کہ حضور ﷺ میں اعلان نبوت سے قبل ایسی پانچ صفات پائی جاتی تھیں جو انتہائی اہمیت کی حامل تھیں لیکن آج ہم اسلام کے مدعی ہو کر بھی ان سے تہی دامن ہیں۔

(۱) صلہ رحمی

(۲) محتاجوں کی امداد کرنا

(۳) کمزوروں کے ساتھ تعاون اور ان کا ہاتھ بٹانا

(۴) مہمان نوازی کرنا۔

(۵) لوگوں کی جائز ضروریات کی تکمیل اور حق بات میں ان کی مدد۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ پانچ خصلتیں عطاء فرمادے۔ آمین!

قصہ نمبر۴: ﴿نزول وحی کے وقت حضور ﷺ کا طرز عمل﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت "لاتحرک به لسانک" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نزول قرآن سے کچھ مشقت محسوس کرتے تھے۔ اور اکثر (قرآن یاد کرنے کے لئے نزول وحی کے وقت ہی) اپنے لبوں کو ہلایا کرتے تھے۔ (یعنی جلدی جلدی یاد کر لیتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں) یہ حدیث بیان کرتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد سعید کے سامنے اور سعید نے اپنے شاگرد کے سامنے لب ہلا کر دکھائے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح لب ہلاتے تھے خیر! خدائے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "قرآن کو جلد جلد یاد کرنے کے لئے تم اپنی زبان نہ ہلاؤ کیونکہ قرآن کو تمہارے سینہ

میں جمع کرنا اور اس کی قرأت میں سہولت پیدا کرنا ہمارے ذمہ ہے۔'' جس وقت ہم اس کو پڑھیں تو تم اس کو کان لگا کر خاموشی کے ساتھ سنو۔ اس کے بعد یہ بات ہمارے ذمہ ہے کہ تم اس کو پڑھ سکو گے'' چنانچہ (آپ نے اس حکم کی تعمیل کی) جب جبرئیل آتے تھے تو آپ ان کے کلام کو سنتے رہتے تھے پھر ان کے جانے کے بعد آپ ویسے ہی پڑھ دیتے تھے جس طرح جبرئیل نے پڑھا تھا (ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ فاتبع قرآنہ سے خاموشی کے ساتھ سننا مراد ہے اور قرآنہ کے معنی پڑھنے کے ہیں اور بیانہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی قرات ہے۔)

فائدہ

اس حدیث سے تلاوت قرآن کریم کا ایک ادب معلوم ہوا کہ جس وقت تلاوت ہو رہی ہو، اسے خاموشی، توجہ اور مکمل غور و فکر کے ساتھ سننا چاہئے، عام طور پر کیسٹ اور ریڈیو وغیرہ پر تلاوت قرآن کریم سنتے ہوئے اس چیز کا خیال نہیں رکھا جاتا اور اپنی باتوں میں مصروفیت ترک نہیں کی جاتی، یہ طرز عمل قابل اصلاح ہے۔

قصہ نمبر ۵: ہرقل کے دربار میں اسلام کا بول بالا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ قصہ بیان کیا کہ جب ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان مقام حدیبیہ میں صلح ہو گئی تو اسی دوران ہم تجارت کے لئے شام گئے تھے، اس وقت ہرقل شاہ روم مقام ایلیاء میں تھا، اس نے مجھ کو اور قریش کے دیگر چند سواروں کو بلایا۔ حسب الطلب ہم وہاں پہنچے، ہرقل نے ہم کو دربار میں بلایا، ہم اندر داخل ہوئے، سرداران روم اس کے گرداگرد بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد ترجمان کو بلایا گیا اور (ترجمان کے واسطے سے) ہرقل نے ہم سے دریافت کیا کہ تم میں سے کون شخص اس پیغمبر کا قریبی رشتہ دار ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں قریبی رشتہ دار ہوں! ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو میرے سامنے لاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پس پشت بٹھا دو، اس کے بعد ہرقل نے میرے ساتھیوں سے کہا کہ میں اس شخص سے کچھ پوچھتا ہوں

اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کا جھوٹ بیان کر دینا، ابوسفیان کہتے ہیں کہ اگر مجھ کو اپنے دروغ گو مشہور ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے حالات بیان کرنے میں کچھ جھوٹ ملا دیتا۔ خیر! ہرقل نے سب سے اول مجھ سے دریافت کیا کہ اس پیغمبر کا حسب نسب کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ ہم لوگوں میں نہایت شریف اور اصیل خاندان کا فرد ہے! ہرقل بولا کہ اس کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا نہیں! ہرقل نے کہا کیا بڑے اور امیر لوگ اس کے تابع ہوئے یا غریب لوگ؟ میں نے کہا غریب لوگ اس کے پیرو ہوئے ہیں! ہرقل نے کہا کیا اس کے ساتھی بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹ رہے ہیں! میں نے کہا بڑھ رہے ہیں۔ ہرقل نے کہا کیا اس کے دین سے ناخوش ہو کر اس کے رفقاء میں سے کوئی پھر بھی جاتا ہے؟ میں نے کہا نہیں! ہرقل نے کہا کہ کیا وہ کبھی قول کر کے دغا بھی کرتا ہے؟ میں نے کہا نہیں! لیکن اب ہم میں اور اس میں صلح ہوئی ہے معلوم نہیں آئندہ وہ کیا کرے، ابوسفیان کہتے ہیں کہ واللہ! اتنی بات کے سوا میں اور کچھ نہ ملا سکا۔ ہرقل نے کہا تم میں اور اس میں لڑائی بھی ہوئی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! ہرقل نے لڑائی کا نتیجہ دریافت کیا میں نے کہا برابر کی لڑائی ہوتی ہے کبھی وہ ہم پر غالب ہو جاتا ہے کبھی ہم اس پر، ہرقل نے کہا وہ تم کو کن کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ خدائے واحد کی پرستش کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، اپنے آباؤ واجداد کے قول کو چھوڑ دو، وہ ہم کو نماز پڑھنے، سچ بولنے، حرام چیزوں سے بچنے اور برادر پروری کا حکم دیتا ہے! یہ سن کر ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ میں نے تم سے اس کا حسب نسب دریافت کیا تو تم نے جواب دیا کہ وہ شریف النسب ہے تو (قاعدہ یہ ہی ہے کہ) پیغمبر شریف النسب اور عالی خاندان ہوتے ہیں، میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تمہاری قوم میں اس سے پہلے بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ تم نے جواب دیا نہیں، اگر کسی اور نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس نے بھی انہی کی تقلید کی اور وہی اس کے سر میں بھی سمائی، میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے آباء واجداد میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے تم نے جواب دیا نہیں، اگر کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص نبوت کے پردہ میں اپنے باپ دادا کی سلطنت کا خواہش مند ہے۔

میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا دعویٰ نبوت سے قبل کبھی دروغ گوئی سے وہ متہم بھی ہوا ہے؟ تم نے کہا نہیں، تو جو شخص کبھی آدمیوں کے متعلق جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیوں کر جھوٹ لگا سکتا ہے، میں نے تم سے پوچھا تھا کہ امیر لوگ اس کے تابع ہوئے ہیں یا چھوٹے اور کمزور لوگ! تو تم نے جواب دیا کہ غریب آدمی اس کے پیرو ہیں تو یہ ہی حال تمام پیغمبروں کا ہوا ہے، شروع شروع میں غریب لوگوں نے ہی ان کی اطاعت کی ہے، میں نے دریافت کیا تھا کہ اس کے ساتھی بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے بھی ہیں تم نے کہا کہ زیادہ ہی ہوتے چلے جارہے ہیں تو ایمان کی کیفیت بھی یہی ہے کہ ترقی کرتے کرتے کمال تک پہنچتا ہے، میں نے پوچھا تھا کہ کیا کوئی شخص اس کے مذہب سے ناخوش ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے تم نے جواب دیا نہیں؟ تو نورِ ایمان کی خاصیت بھی یہی ہے کہ دل میں رچ جانے کے بعد زائل نہیں ہوتا۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ وہ کوئی بات کر کے کبھی دغا بھی کرتا ہے تم نے کہا نہیں، تو واقعی پیغمبروں کی یہی عادت ہوتی ہے کہ وہ دغا نہیں کرتے، میں نے تم سے دریافت کیا تھا کہ کس کس بات کا وہ تم کو حکم دیتا ہے تم نے جواب دیا کہ ہم کو نماز پڑھنے، سچ بولنے، برادر پروری کرنے اور پرہیزگار رہنے کی تعلیم دیتا ہے، وہ حکم دیتا ہے کہ خدائے واحد کی پرستش کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، بت پرستی مت کرو، واقعی یہ باتیں سچی ہیں بلاشبہ وہ شخص پیغمبر ہے اور عنقریب اس کی سلطنت میرے قدموں کے نیچے تک پہنچ جائے گی، مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ اس زمانہ میں ایک پیغمبر کا ظہور ہوگا لیکن میرا خیال یہ نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں پیدا ہوگا، اگر مجھے علم ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو تکلیف اٹھا کر بھی میں اس کے پاس پہنچتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا وہ خط طلب کیا جو دحیہ کلبی کے ہاتھ شاہ روم کو بھیجا گیا تھا۔ دحیہ کلبی نے خط دیدیا، ہرقل نے کھولا تو اس کے اندر لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے بندہ اور اس کے رسول یعنی محمد ﷺ کا یہ خط ہرقل سردار روم کے نام ہے، جو شخص راہ راست پر چلا وہ سلامتی سے رہے گا واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر اسلام لے آؤ گے تو (دین و دنیا کی) سلامتی نصیب ہوگی، تم مسلمان ہو جاؤ خدا تعالیٰ تم کو

دوہرا ثواب عطا فرمائے گا۔ (یعنی ایک ثواب مذہب عیسوی کا اور دوسرا دین محمدی کی پیروی کا) اور اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو تم پر تمام رعایا اور متبعین کا وبال رہے گا، اے اہل کتاب! اس ایک بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یعنی ہم تم سوائے خدا کے کسی کی عبادت اور پرستش نہ کریں، کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو سوائے خدا کے اپنا رب اور مالک قرار نہ دے لہٰذا اگر اہل کتاب (توحید سے) منہ موڑ لیں تو ان سے کہہ دو کہ (تم مانو یا نہ مانو) ہم تو حکم الٰہی کے سنانے والے ہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ ہرقل کو جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکا اور خط پڑھ چکا تو رومیوں میں بڑا شور وغوغا بپا ہوا اور بڑی گفتگو ہوئی اور بموجب حکم ہم دربار سے نکال دیئے گئے، نکلتے وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ابن ابی کبشہ (رسول اللہ ﷺ) کا کام تو خوب بن گیا، اس سے تو شاہ روم بھی ڈرتا ہے اور مجھ کو اس وقت سے لے کر دخول اسلام کے زمانہ تک برابر یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین عنقریب تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔ آخر کار خدا نے مجھے اسلام میں داخل کر دیا۔

زہری نے مذکورہ قصہ کے بعد اتنا اور زیادہ بیان کیا ہے کہ ہرقل نے سرداران روم کو ایک مکان میں بلا کر جمع کیا اور کہنے لگا اے گروہ روم! کیا تم کو ہمیشہ کے لئے فلاح و بہبودی اور ہدایت کی خواہش ہے اور کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری یہ حکومت قائم رہے؟ تمام سردار یہ سنتے ہی خرگوشوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے، لیکن دروازے بند پائے، ہرقل نے کہا ان کو میرے پاس لاؤ، جب سب لوگ آگئے تو ہرقل کہنے لگا میں تمہاری مذہبی پختگی کی آزمائش کرنا چاہتا تھا، سو میں نے تمہاری طرف سے وہ بات دیکھ لی جو میں دیکھنا چاہتا تھا، ہرقل کی یہ گفتگو سن کر سب لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور خوش ہو گئے۔ [بخاری: ۷، ۵۱۰۷، ۲۵۳۵، ۲۶۵۰، وغیرہ]

فائدہ

اس واقعے کے مرکزی راوی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں جو اگرچہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نور ایمان سے بہرہ

ور فرمایا تھا۔ اس طویل واقعے میں جہاں اور بہت سی باتیں سبق آموز ہیں وہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا نام کسی بھی طرح روشن کرنے پر قادر ہیں، وہ اس سلسلے میں مسلمانوں کے محتاج ہرگز نہیں، مسلمان ان کے محتاج ہیں۔

قصہ نمبر ۶: حضور ﷺ کے بیعت لینے کا طریقہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (عبادہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے شرکاء میں سے ہیں اور جنگ احد میں پہاڑ کی گھاٹی کے جو لوگ نگران تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھے) کہ (ایک مرتبہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حضور ﷺ کے گرد اگرد جمع تھی، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا مجھ سے ان امور پر بیعت کرو کہ کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ گے، چوری اور زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، کسی پر اپنے دل سے بہتان بازی نہ کرو گے اور کار خیر میں میری نافرمانی نہ کرو گے، اگر ان باتوں کو تم میں سے کوئی شخص پوری کرے گا تو اس کو ثواب دینا خدائے تعالیٰ کے ذمہ ہے اور اگر کسی نے ان امور میں سے کسی امر کا ارتکاب کیا لیکن اس کو اس کی دنیوی سزا مل گئی تو (اخروی عذاب سے) اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا اور اگر کسی نے ان باتوں میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا، اور خدا تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کردی (دنیا میں کسی کو اس کے گناہ پر اطلاع نہ ہوئی اور دنیوی سزا اس کو نہ ملی) تو خدا کے اختیار میں ہے چاہے معاف کر دے چاہے سزا دے (راوی کہتے ہیں) ہم نے ان امور پر حضور ﷺ سے بیعت کی۔

[بخاری شریف: ۱۸، ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، ۳۷۷۷، ۴۶۱۲، ۶۳۰۲، ۶۳۱۶، ۶۴۷۹، ۶۷۸۷، ۶۰۳۰]۔

فائدہ:

اس واقعے میں چھ امور پر حضور ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لینا مذکور ہے، تاریخ عالم اس حقیقت کو کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیغمبر اسلام ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیکر جو بیعت کی تھی انہوں نے اسے وفاء کر دکھایا، ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کا ہر مسلمان ان چھ امور کی پابندی اپنے اوپر لازم کرلے تاکہ دونوں جہان

کی عزتیں پا سکے۔

قصہ نمبر ۷: ﴿خادموں اور نوکروں کے حقوق﴾

حضرت معرور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مقام ربذہ (مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے) میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا اس وقت وہ پورا لباس (یعنی چادر و تہ بند) پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی پورا جوڑا پہنے ہوئے تھا، میں نے اس (مساوات) کا سبب دریافت کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (ایک بار) میں نے ایک شخص کو برا بھلا کہا اور اس کو ماں کی گالی دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ ابوذر! تو نے اس کو ماں کی گالی دی، تجھ میں جاہلیت کی خو ہے، تمہارے خدام تمہارے بھائی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے تمہارے زیر تسلط کر دیا ہے لہٰذا اگر کسی کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو مناسب ہے کہ جو کچھ خود کھائے اس کو بھی کھلائے، جو لباس خود پہنے اس کو بھی پہنائے اور ایسا بوجھ ان پر نہ ڈالو جس سے وہ دب جائیں، اگر ان پر کسی سخت کام کا بوجھ ڈالو بھی تو خود بھی ان کی مدد کرو (تنہا ان کو نہ چھوڑ دو)۔ [بخاری شریف: ۳۰، ۲۴۰۷، ۵۷۰۳]

فائدہ:

اس واقعے سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو اپنے خادموں اور نوکروں پر ہر وقت برستے رہتے ہیں، معمولی معمولی بات پر گالی گلوچ سے باز نہیں آتے اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہم بھی کسی کے نوکر ہیں اور زمانہ جاہلیت کے اس طریقے سے پیچھا چھڑانے کی کوشش نہیں کرتے، یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس واقعے سے قارئین کرام کے ذہن میں ایک لمحے کیلئے بھی یہ بات نہ آجائے کہ معاذ اللہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جاہل تھے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس چیز کی مذمت بیان کرنا تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زبان نبوت سے ہی نجوم راہ ہدایت قرار پائے تھے۔

☆☆☆

قصہ نمبر۸: ﴿قاتل اور مقتول دونوں جہنمی﴾

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ (جنگ جمل کے دن) میں اس آدمی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے چلا، راستہ میں مجھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے اور مجھ سے دریافت کیا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا اس شخص کی مدد کروں گا، حضرت ابوبکرہ بولے لوٹ جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جب دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہوتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک تو قاتل ہے (اس لئے دوزخی ہے) لیکن مقتول کا کیا قصور ہے؟ فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کے قتل کرنے کا خواہش مند تھا۔

[بخاری شریف: ۳۱، ۶۴۸۱، ۶۶۷۲]

فائدہ:

جنگ جمل دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان خوارج وغیرہ کی فتنہ انگیزی اور شرپسندی کی وجہ سے ہوئی اور غداران اسلام نے ان دونوں حضرات کو آپس میں لڑانے کی بھرپور تدبیر کی جس میں وہ کامیاب بھی رہے تاہم یہ دونوں چونکہ غلط فہمیوں کا شکار ہوئے تھے اس لئے اصل حقیقت سامنے آنے پر ایک دوسرے کے احترام میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

آج کل کے پرفتن ماحول میں مقدمات قتل جس تیزی سے وقوع پذیر ہو رہے ہیں وہ انتہائی ہوشربا ہے اور کھلی آنکھوں نظر آتا ہے کہ قاتل نے جس شخص کو اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بنایا ہے اگر اسے ایک لمحہ کا بھی موقع مل جاتا تو وہ قاتل کا چراغ گل کر دیتا، ایسی صورت میں پھر کیوں نہ دونوں جہنم میں جائیں؟ یہ الگ بات ہے کہ سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے واپس نکال لئے جائیں۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۹:

تحویل قبلہ کا واقعہ

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب شروع شروع میں مدینہ منورہ تشریف لائے تو اپنی ننھیال میں فروکش ہوئے اور سولہ سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی لیکن آپ دل سے خواہش مند تھے کہ آپ کا قبلہ نماز کعبہ مکرمہ ہو، چنانچہ آپ نے سب سے پہلے جو مکہ مکرمہ کی سمت نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ ایک جماعت شریک نماز تھی (جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو) ان ہی نمازیوں میں سے ایک شخص (نماز پڑھ کر) چلا اور اس کا گزر ایک اور مسجد کی طرف ہوا، وہاں کے لوگ نماز پڑھ رہے تھے (ان کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے دیکھ کر) یہ شخص بولا میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ابھی میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعبہ کی سمت کو نماز پڑھی ہے، یہ سنتے ہی یہ لوگ فوراً کعبہ کی سمت مڑ گئے۔

بیت المقدس کی جانب حضور ﷺ کا نماز پڑھنا یہود و نصاری کو بہت اچھا معلوم ہوتا تھا لیکن جب آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف منہ پھیرا (یعنی مکہ کی سمت نماز پڑھنا شروع کی) تو یہ امر ان کو ناگوار ہوا۔

ابو اسحاق بروایت حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ سے قبل چند آدمی فوت چکے تھے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف غزوات میں شہید ہو چکے تھے اور ہم کو تردد تھا کہ ان کے متعلق کیا رائے قائم کریں (ان کی نمازیں صحیح ہوئیں یا صحیح نہ ہوئیں؟) اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''خدا تعالیٰ تمہاری نمازوں کو ضائع اور اکارت نہیں فرمائے گا۔'' (معلوم ہوا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے جو نمازیں پڑھی گئی تھیں وہ اکارت نہیں گئیں)۔ [بخاری شریف: ۴۰، ۳۹۰، ۴۴۱۵، ۴۲۲۲، ۶۸۲۵]

فائدہ:

''تحویل قبلہ'' ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کا معنی ہے قبلہ کی تبدیلی۔ اصل میں حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں نماز پڑھاتے وقت بیت اللہ کے سامنے اس طرح قیام فرماتے

تھے کہ بیت المقدس کی طرف بھی رخ ہو جائے، لیکن مدینہ منورہ کا طول اور عرض بلد ایسا نہ ہونے کی وجہ سے یہ طریقہ ممکن نہ تھا اس لئے حکم ربانی کے مطابق آپ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھائیں، تقریباً ڈیڑھ سال کے عرصہ کے بعد حضور ﷺ کی دلی خواہش اور تمنا کو مدنظر رکھتے ہوئے ''بیت اللہ'' شریف کو ہمیشہ ہمیش کیلئے قبلہ مسلمین قرار دیدیا گیا۔

قصہ نمبر ۱۰: ﴿پسندیدہ عمل کون سا؟﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک روز) حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی، فرمایا یہ کون عورت ہے؟ میں نے عرض کیا یہ عورت وہ ہے جس کی نماز کی سب لوگوں میں شہرت ہے (یعنی اس کی نماز کی کثرت مشہور ہے) یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا (اس زیادتی اور کثرت سے) باز آؤ اور وہ چیز اپنے ذمہ لو جس کی برداشت کی تم میں طاقت ہو کیونکہ تم تھک جاؤ گے اور خدا نہیں تھکے گا (یعنی کثرت عبادت سے آخر کار تم مجبور ہو جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کی تم کتنی ہی عبادت کرو، وہ ثواب دینے سے عاجز نہیں ہو سکتا) رسول اللہ ﷺ کو دینی کاموں میں سب سے پیارا اور پسندیدہ وہ کام معلوم ہوتا تھا جس پر انسان ہمیشہ پابندی کرے۔

[بخاری شریف: ۳، ۷۳، ۱۱۰۰، ۱۸۶۹]

فائدہ:

عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ جس شخص کی دین اور دینیات سے رغبت ''ابتدائی'' ہو، وہ کثرت سے ان میں حصہ لیتا ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس شوق، جذبے اور ولولے میں نمایاں کمی آنا شروع ہو جاتی ہے اور وہ اصل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اس لئے فرمایا گیا کہ اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جو دائمی ہو اگرچہ تھوڑا ہی ہو، بالفاظ دیگر اسے ''استقامت علی الدین'' سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۱: ﴿کامیابی حاصل کرنے کا طریقہ﴾

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نجدی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے (اور وہ اس طرح بول رہا تھا) کہ ہمیں اس کی آواز تو سنائی دیتی لیکن بات سمجھ میں نہ آتی تھی، جب وہ قریب آ گیا تو معلوم ہوا کہ اسلام کے معنی دریافت کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا تھا کہ شبانہ روز میں پانچ نمازیں ہیں، نجدی نے عرض کیا کیا مجھ پر اس سے کوئی اور زائد نماز بھی فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ہاں اگر تو نفل پڑھے تو بہت اچھا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے روزے بھی ہیں۔ نجدی بولا کہ ان روزوں کے علاوہ مجھ پر کوئی اور روزہ تو فرض نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ہے ہاں اگر تو نفل روزے رکھے تو بہت اچھا، اس کے بعد حضور ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا تذکرہ فرمایا۔ نجدی نے عرض کیا زکوٰۃ کے علاوہ میرے ذمہ کچھ اور دینا تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ہے! ہاں اگر بطور نفل کے دے تو بہت اچھا، یہ سننے کے بعد نجدی یہ الفاظ کہتا ہوا واپس ہوا کہ خدا کی قسم! میں اس میں کمی و بیشی کچھ نہ کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔ [بخاری شریف: ۴۶، ۱۷۹۲، ۲۵۳۲، ۶۵۵۶]

فائدہ:

اس واقعے میں صرف نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے تذکرے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ارکان اسلام بس یہی ہیں، یہاں تو اصل مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ اسلام میں مالی اور بدنی دونوں طرح کی عبادات کا تصور موجود ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں باقی تعلیمات کا علم اسلام لانے کے بعد انسان کو بقدر ضرورت حاصل ہو ہی جاتا ہے۔

اور پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ غیر مسلم کو مسلمان بنانے کیلئے لمبی جوڑی فلسفیانہ گفتگو کا مضر ہونا کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اس قسم کے مواقع پر تو اسلام کو ہر ممکن طریقے سے آسان کر کے پیش کرنا چاہئے تا کہ دوسرا شخص اسے فوراً قبول کر لے۔

قصہ نمبر ۱۲: ﴿لڑائی جھگڑے سے علم کی محرومی﴾

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک شب) رسول اللہ ﷺ شب قدر کی خبر بیان کرنے کے لئے (مکان سے) برآمد ہوئے لیکن دو مسلمان باہم کچھ جھگڑا کر رہے تھے، یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا میں تم کو شب قدر کی کچھ اطلاع دینے نکلا تھا لیکن چونکہ فلاں فلاں آدمی جھگڑا کر رہے تھے اس لئے شب قدر کا علم اٹھا لیا گیا (یعنی شب قدر نامعلوم ہوگئی اور یاد نہیں رہا کہ کس تاریخ کو ہے) اور شاید یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے، لہٰذا ستائیسویں انتیسویں اور پچیسویں کو اس کی جستجو کیا کرو۔ [بخاری شریف: ۴۹، ۱۹۱۹، ۵۷۰۲]

فائدہ:

اس واقعے سے لڑائی جھگڑے اور باہمی فتنہ وفساد کا نقصان واضح ہوتا ہے کہ بسا اوقات اس کی نحوست سے انسان علم کے بہت بڑے حصے سے محروم ہو جاتا ہے جس پر سوائے پچھتانے کے انسان کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ مشہور ہے۔

قدر نعمت بعد از زوال

یہاں اس بات کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کہ عوام کی اکثریت شب قدر ستائیسویں شب رمضان کو سمجھتی ہے حالانکہ شب قدر کا ستائیسویں شب رمضان میں ہونا کوئی یقینی بات نہیں البتہ امکان ضرور ہے لیکن یہ امکان صرف اس کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عشرۂ اخیرہ کی ہر طاق رات میں یہ احتمال اور امکان موجود ہے اس لئے اس پر اصرار کرنا بھی صحیح نہیں۔

قصہ نمبر ۱۳: ﴿چار حکم اور چار ممانعتیں﴾

حضرت ابو جمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر بیٹھتا تھا تو وہ مجھ کو اپنے تخت پر بٹھا لیتے تھے، ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا، انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم میرے پاس قیام کرو میں تم کو اپنے مال میں سے کچھ دوں گا، چنانچہ دو ماہ تک

میں ان کے پاس قیام پذیر رہا۔

(ایک روز) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خاندان عبدالقیس کے کچھ نمائندے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے ان سے استفسار فرمایا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم بنی ربیعہ میں سے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خوش آمدید نہ تم ذلیل ہو اور نہ شرمندہ ہو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم! ہم کو سوائے ماہ حرام کے اور زمانہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ نہیں ملتا کیونکہ ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان قبائل مضر کے یہ کفار حائل ہیں لہٰذا حضور ﷺ ہمیں کوئی حکم فیصل سنا دیں تا کہ ہم پیچھے رہ جانے والوں کو وہ حکم سنا دیں اور اس کی وجہ سے ہم سب جنت میں داخل ہو سکیں، اس کے بعد ان لوگوں نے حضور ﷺ سے شراب کے برتنوں کا حکم دریافت کیا۔

آپ ﷺ نے ان کو چار باتوں سے منع فرمایا اور چار باتوں کے کرنے کا حکم دیا (اول) خدائے واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا اور فرمایا تم جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب واقف ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا خدا پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" کی شہادت دی جائے، اس کے بعد باقاعدہ نماز ادا کرنے، زکوٰۃ دینے، رمضان کے روزے رکھنے اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنے کا حکم دیا، اور جن چار چیزوں کے استعمال سے ممانعت فرمائی وہ یہ ہیں (۱) لاکھی برتن (۲) کدو کا تونبا (۳) چوبی برتن (۴) روغنی رال والا برتن اس کے بعد فرمایا ان کو یاد کر لو اور پیچھے رہ جانے والوں کو اس کی اطلاع کر دو۔

[بخاری شریف: ۵۳، ۷۸، ۵۰۰، ۱۳۳۴، ۲۹۲۸، ۳۳۱۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۵۸۲۴، ۶۸۳۸، ۷۱۱۷]

فائدہ:

یاد رہے کہ اس حدیث میں جن چار چیزوں کی ممانعت وارد ہوئی ہے ان کا تعلق ظروف اور برتنوں سے ہے جو کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب شراب پینے کیلئے استعمال کیا

کرتے تھے، ظاہر ہے کہ برتنوں کے استعمال کی ممانعت شراب کی مزید نفرت واضح اور دلوں میں جمانے کیلئے تھی ورنہ برتن کی ذات میں حرمت کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی شریعت نے اس کی تعلیم دی ہے۔

قصہ نمبر۱۴:

﴿ہر مسلمان کا بہی خواہ﴾

حضرت زیاد بن علاقہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس روز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس روز حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، پہلے خدا کی حمد وثنا کی پھر فرمایا لوگو! خدائے وحدہ لاشریک سے ڈرتے رہو اور سکون واطمینان کو اختیار کرو (فتنہ وفساد نہ کرو) تاوقتیکہ تمہارا (نیا) حاکم آجائے کیونکہ وہ عنقریب آنے والا ہے اور سابق حاکم (یعنی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) کے لئے خدا سے دعائے مغفرت کرو کیونکہ عفو اس کو دل سے پسند تھا۔

اس کے بعد فرمایا ایک روز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کرنا چاہتا ہوں آپ نے مجھ سے اس شرط پر بیعت لی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا چنانچہ میں نے اس شرط پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، اس مسجد کے رب کی قسم! میں تمہارا بہی خواہ ہوں، آخر میں حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ استغفار کرتے ہوئے منبر سے اتر آئے۔

[بخاری شریف: ۵۸، ۵۰۱، ۱۳۳۶، ۲۰۴۹، ۲۵۶۵، ۲۵۶۶، ۶۷۷۸]

فائدہ:

اس واقعے کا مرکزی موضوع ''مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی'' ہے جسے ایک دوسری حدیث میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ دین تو نام ہی سراسر خیر خواہی کا ہے خواہ انسانوں کے ساتھ ہو یا جانوروں کے ساتھ، نباتات کے ساتھ ہو یا جمادات کے ساتھ، مخلوقات خداوندی میں سے ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی انسان کو بڑے اونچے مقام پر فائز کرتی ہے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۵: ﴿جب امانت ضائع ہونے لگے تو؟﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کچھ بیان فرمارہے تھے، اتنے میں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ ﷺ بدستور حدیث بیان فرماتے رہے (اس کی طرف توجہ نہ فرمائی) اس پر کسی نے تو کہا کہ آپ نے سن لیا ہے لیکن آپ کو اس اعرابی کا قول ناگوار خاطر ہوا (اسی لئے جواب نہیں دیا) اور کسی نے کہا کہ آپ نے سنا ہی نہیں ہے، آخر کار جب حضور ﷺ حدیث بیان فرما چکے تو ارشاد فرمایا، قیامت کو دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ اعرابی بولا یا رسول اللہ ﷺ حاضر ہوں! آپ نے فرمایا جس وقت امانت ضائع ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کرو، اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ امانت کا ضائع ہونا کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب نالائقوں کو حکومت سپرد کردی جائے تو اس وقت قیامت کے منتظر ہو جانا۔ [بخاری شریف:۵۹، ۶۱۳۱]

فائدہ:

اس واقعے سے منجملہ اور باتوں کے ایک چیز یہ بھی ثابت ہوئی کہ اگر کوئی عالم، امام یا خطیب تقریر اور وعظ کر رہے ہوں تو درمیان وعظ کوئی سوال نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے ایک کاغذ پر تحریر کر کے ان تک پہنچادے، وہ خود ہی مناسب موقع دیکھ کر جواب دیں گے بصورت دیگر تقریر اور سبق کی روانی بھی ختم ہو جاتی ہے اور سلسلہ کلام بھی منقطع ہو جاتا ہے اب اگر متکلم سلسلہ کلام کو جاری رکھے تو اس پر فتوے لگنا شروع ہو جاتے ہیں کہ بڑے مغرور ہیں، متکبر ہیں، بات ہی نہیں سنتے، ظاہر ہے کہ اس طرز عمل کو مذکورہ حدیث کی روشنی میں قابل اعتراض سمجھنا گویا کہ خود حضور ﷺ پر اعتراض کرنا ہے جو کہ یقیناً ایک مسلمان شخص نہیں کرسکتا۔

☆☆☆

قصہ نمبر۱۶: ﴿ایڑیوں کا خشک رہ جانا باعث گرفت﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے، جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ہم نے (آپ ﷺ کے انتظار میں) نماز میں تاخیر کر دی ہے، خیر! ہم وضو کرنے لگے اور (جلدی میں) پاؤں کو چپڑنا شروع کیا، آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ فرمایا (اگر خشک رہ گئیں تو) ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہوگا۔ [بخاری شریف: ۶۰، ۹۶، ۱۶۱]

فائدہ:

وضو میں پاؤں کو دھونا چونکہ فرض ہے اور ایڑیاں خشک رہ جانے سے اس فرض کی تکمیل نہ ہوگی جو کہ وضو کامل نہ ہونے کی دلیل ہے اور وضو صحیح نہ ہونے کی صورت میں نماز کا صحیح ہو جانا وہم تو ہو سکتا ہے، حقیقت کبھی نہیں اس لئے ایڑیوں کو خاص طور پر اہتمام کے ساتھ دھونا چاہئے۔

قصہ نمبر۱۷: ﴿ایک بدوی کا حضور ﷺ سے مکالمہ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا، آ کر مسجد میں اونٹ بٹھایا اور (اتر کر) اونٹنی کو رسی سے باندھا، پھر پوچھنے لگا تم میں محمد ﷺ کون ہیں؟ اس وقت رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے ہوئے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے جواب دیا کہ یہ گورے آدمی تکیہ لگائے ہوئے جو بیٹھے ہیں یہی محمد ﷺ ہیں۔

وہ شخص آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے عبدالمطلب کے بیٹے! آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سن رہا ہوں (مدعا کہو) اس شخص نے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور پوچھنے میں ذرا سختی سے کام لوں گا، آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں آپ ﷺ نے فرمایا جو چاہتے ہو دریافت کرو، وہ بولا میں آپ کے اور گزشتہ لوگوں کے پروردگار کی قسم

دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا خدا نے آپ کو سب لوگوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم! (سب کے لئے اسی نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے) وہ بولا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا خدا نے آپ کو شبانہ روز میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! خدا کی قسم، وہ بولا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتائیے کہ کیا خدا نے آپ کو ہر سال ماہ رمضان میں روزے رکھنے کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! خدا کی قسم، وہ بولا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتائیے کہ کیا خدا نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے غرباء میں تقسیم کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم! یہ سن کر وہ شخص بولا آپ جو کچھ (خدا کی طرف) سے لائے ہیں میں سب پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کا نمائندہ ہوں، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ [بخاری شریف: ۶۳]

فائدہ:

اس حدیث کی وضاحت بخاری شریف کی اگلی حدیث ہی سے ہوتی ہے، جس میں اسی واقعے کی مزید تفصیل وارد ہوئی ہے، افادۂ عام کیلئے ہدیۂ قارئین ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (چونکہ) رسول اللہ ﷺ سے بکثرت سوال کرنے سے ہم کو قرآن میں ممانعت کر دی گئی تھی، اس لئے ہم دل سے خواہش مند ہوتے تھے کہ کوئی عقل مند بدوی آ کر حضور ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت کرے اور ہم سنیں چنانچہ (ایک مرتبہ) بدوی نے حاضر ہو کر (حضور ﷺ) سے عرض کیا کہ آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا تھا اور کہتا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو پیغمبر بنایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ٹھیک کہتا تھا، بدوی بولا زمینوں اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا خدا نے، بدوی بولا آپ کو قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، پہاڑوں کو قائم کیا اور ان میں مفید اشیاء پیدا کیں (یہ بتائیے کہ) کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! بدوی بولا آپ کا قاصد کہتا تھا کہ ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہمارے مالوں میں زکوٰۃ ضروری ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس

نے ٹھیک کہا، بدوی بولا آپ کو اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے (یہ بتائیے) کیا آپ کو خدا نے اس کا حکم دیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! بدوی بولا آپ کے قاصد نے کہا تھا کہ ہم پر سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا، بدوی بولا آپ کو اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو پیغمبر بنایا ہے (یہ بتائیے کہ) کیا آپ کو خدا نے اس کا حکم دیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! بدوی بولا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم میں سے صاحب استطاعت پر کعبہ کا حج فرض ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا بدوی بولا آپ کو اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے (بتائیے) کیا آپ کو خدا تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! آخر کار وہ بدوی کہنے لگا کہ اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا میں اس میں ذرا بھی کمی بیشی نہیں کروں گا، حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

قصہ نمبر ۱۸: وعظ و نصیحت کا دورانیہ

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے، ایک شخص نے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن (ابن مسعود کی کنیت ہے) میں چاہتا ہوں کہ آپ روزانہ ہم کو وعظ سنایا کریں، حضرت عبداللہ نے فرمایا میں تم کو تنگ دل کرنا نہیں چاہتا، اسی طرح کبھی کبھی وعظ سناتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو کبھی کبھی وعظ سنایا کرتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ کو اس کا لحاظ رہتا تھا کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔ [بخاری شریف: ۷۰، ۶۸، ۶۰۴۸]

فائدہ:

اس واقعہ سے ہفتہ وار درس کا ثبوت متحقق ہو جاتا ہے کہ اس میں متکلم کیلئے بھی آسانی ہوتی ہے اور سامعین بھی نہیں اکتاتے، اگر درس کا سلسلہ یومیہ ہو تو وہ دیرپا نہیں ہوتا۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۹: ﴿دین الٰہی کب تک رہے گا؟﴾

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دوران تقریر فرمایا تھا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہے، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، اصل دینے والا خدا ہے، یہ امت دین الٰہی پر ہمیشہ قائم رہے گی، ان کا مخالف ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے۔ [بخاری شریف: ۷۱، ۲۹۴۸، ۳۴۴۲، ۶۸۸۲، ۷۰۲۲]

فائدہ:

دین خداوندی کا قیام حکم خداوندی تک ہے، جب ارادہ خداوندی اس دنیا کو فنا کرنے کا ہوگا تو ایک ٹھنڈی خوشبودار ہوا چلے گی جو ہر مسلمان مرد وعورت کی روح قبض کر لے گی اور دنیا میں کفار واشرار کے علاوہ کوئی باقی نہ رہے گا اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

قصہ نمبر ۲۰: ﴿مسلمان کی مثال﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ تک شریک سفر رہا (اثناء راہ میں) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر کے صرف ایک حدیث بیان کی اور کوئی حدیث بیان نہیں کی، وہ یہ کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں کھجور کا کچھ گودا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کی پتیاں نہیں جھڑتی ہیں یہی مثال مسلمان کی ہے میرا خیال ہوا کہ کہہ دوں کہ کھجور کا درخت ہے لیکن چونکہ میں سب سے چھوٹا تھا اس لئے خاموش رہا لیکن اخیر میں حضور ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ وہ درخت کھجور کا ہے۔

فائدہ:

اس واقعے کی تفصیل بعض دوسری روایات میں اس طرح وارد ہوئی ہے کہ جب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ اپنے والد گرامی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے خاموش رہنے سے جواب دینا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا کیونکہ اگر تمہاری رائے صحیح ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تصدیق فرمادیتے ورنہ تمہاری اصلاح فرمادیتے، تاہم اس واقعے سے ''ادب'' معلوم ہوگیا کہ بڑوں کے سامنے اپنی علمیت نہیں جتانی چاہئے۔

قصہ نمبر ۲۱: ستره اوراس کا مسئلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک روز) میں گدھے پر سوار ہوکر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) حاضر ہوا، اس وقت میں بالغ ہونے کے قریب تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام منیٰ میں بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے، میں بھی بعض صفوں کے سامنے سے گزرا، گدھے کو چرنے کو چھوڑ دیا اور خود صف میں شریک ہوگیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔ [بخاری شریف: ۷۶، ۴۷۱، ۸۲۳، ۱۷۵۸، ۴۱۵۰]

فائدہ:

سترہ یعنی نمازی اوراس کے آگے سے گزرنے والے درمیان کسی قسم کی آڑ کا ہونا ضروری ہے۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس واقعے کے موقع پر چھوٹے بچے اور نابالغ تھے اس لئے صف کے آگے سے گزرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی باز پرس نہیں فرمائی، یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر انسان کسی ایسی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھے جو عام لوگوں کی گزرگاہ نہ ہو تو وہاں سترہ کی وہ ضرورت اور اہمیت نہیں ہوتی جو عام گزرگاہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے۔

قصہ نمبر ۲۲: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا تھا کہ میں (ایک بار) سورہا تھا، خواب میں مجھے دودھ کا ایک بڑا پیالہ دیا گیا، میں نے اس میں سے

اتنا پیا کہ سیرابی اور تازگی کے آثار مجھے اپنے ناخنوں سے نکلتے ہوئے معلوم ہونے لگے پھر میں نے اپنا پس خوردہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر دی؟ آپ نے فرمایا علم۔

[بخاری شریف: ۸۲، ۳۴۷۸، ۶۶۰۴، ۶۶۰۵، ۶۶۲۴، ۶۶۲۷]

فائدہ:

اس واقعے کے پیش نظر خوابوں کی تعبیر بتانے والے ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں خود کو دودھ پیتا ہوا دیکھے تو اس کی تعبیر ''حصول تعلیم'' سمجھے اور یہیں سے علوم نبوت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بلند مرتبہ اور فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔

قصہ نمبر ۲۳: اگر کبھی شک ہو جائے تو؟

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا، نکاح کے بعد ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تجھ کو اور اس عورت کو دودھ پلایا ہے جس سے تو نے نکاح کیا ہے، میں نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے مجھے (پہلے سے) اطلاع کی (تاکہ میں اس سے نکاح ہی نہ کرتا) چنانچہ میں سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کہہ دیا گیا تو اب نکاح کیسے رہ سکتا ہے؟ لہٰذا میں نے اس عورت کو علیحدہ کر دیا اور اس نے ایک اور شخص سے نکاح کر لیا۔

[بخاری شریف: ۸۸، ۱۹۴۷، ۲۴۹۷، ۲۵۱۶، ۲۵۱۷، ۴۸۱۶]

فائدہ:

شریعت کی نظر میں ایک عورت سے دودھ پینے والے بچے اور بچی کا نکاح آپس میں کبھی نہیں ہو سکتا اور نسبی رشتوں کی طرح حرمت نکاح کے سلسلے میں یہ رشتہ بھی انتہائی مؤثر ہے، قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت قطعی طور پر ہمیں ملتا ہے، اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو ایک عورت سے شادی کرنے کی ممانعت فرما دی جس کے

متعلق یہ شک پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ان دونوں کو ایک ہی عورت نے دودھ نہ پلایا ہو اور یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اگر انسان کو کسی معاملے میں شک پیدا ہو جائے تو شک کی بناء پر یقین کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

قصہ نمبر ۲۴: ﴿امامت کا ایک اہم اصول﴾

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شاید میں جماعت کی نماز نہ پا سکوں گا، کیونکہ فلاں شخص بڑی طویل قرأت کرتا ہے (راوی کہتے ہیں) اس روز سے بڑھ کر میں نے وعظ کہنے کی حالت میں حضور ﷺ کو غضب ناک نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا لوگو! تم جماعت سے نفرت دلاتے ہو، سنو! جو شخص لوگوں کا امام ہو اس کو چاہئے کہ قرأت میں تخفیف کرے کیونکہ مقتدیوں میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند (سب ہی) ہوتے ہیں۔

فائدہ:

نگاہ شریعت میں لوگوں کی آسانی اور سہولت جس قدر پیش نظر رہی ہے اس سے زیادہ آسانی کا تصور بھی ممکن نہیں کیونکہ "الدین یسر" فرمان رسول اللہ ﷺ ہی تو ہے اسی لئے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات حضور ﷺ کے علم میں آئی کہ وہ نماز میں قرأت لمبی کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے تین مرتبہ فرمایا کہ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟ امام کو چاہئے کہ وہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائے اور پیچھے کھڑے ہوئے مقتدیوں کا خیال کرے لیکن اتنی مختصر بھی نہ ہو کہ ارکان نماز ہی صحیح طریقے سے ادا نہ ہو سکیں۔

قصہ نمبر ۲۵: ﴿گمشدہ چیز کا حکم﴾

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے راستہ میں پڑی ہوئی چیز کے متعلق حضور ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا سر بند اور تھیلا

پہچان رکھو، ایک سال تک مشہور کرو پھر خود مزے اڑاؤ، اگر مالک آجائے تو اس کے حوالے کردو، فضالہ نے دریافت کیا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ یہ سن کر آپ ﷺ غضب ناک ہوگئے، انتہائی غصہ سے آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہوگیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اس کی کیا پڑی ہے اس کے ساتھ اس کی مشک اور موزے ہیں (پیٹ کا اوج جس میں پانی رہتا ہے اور پاؤں) پانی پر خود جاتا ہے اور درختوں (کے پتوں) کو چرتا ہے، تو اس کو چھوڑ دے تاکہ اس کا مالک اس کو کہیں پالے، فضالہ نے کہا بکریوں کے لئے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے لئے ہیں یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیے کے لئے۔

[بخاری شریف: ۹۱، ۲۴۳۲، ۲۲۹۵، ۲۲۹۷، ۲۳۰۴، ۲۳۰۶، ۲۹۸۶، ۵۷۶۱]

فائدہ:

گم شدہ چیز ملنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ اولاً تو کہیں گری پڑی چیز اٹھانی ہی نہیں چاہئے اور اگر اٹھالے اور وہ قیمتی ہو تو اخبارات اور موجودہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایک سال تک اس کی گم شدگی کا اعلان کرواتا رہے، مالک آجائے تو اسے دیدے ورنہ اگر خود مالدار ہے تو مالک کی طرف سے اسے صدقہ کردے اور اگر خود محتاج ہے تو اپنے استعمال میں لے آئے، بالفرض! اگر اس کے بعد مالک آجائے تو اسے اس کی چیز لوٹانا ضروری ہوگا، ہاں! اگر اسے ساری صورت حال بتادی جائے اور وہ اس کا مطالبہ نہ کرے تو اور بات ہے۔

قصہ نمبر ۲۶: ﴿مکہ مکرمہ کی فضیلت﴾

حضرت ابوشریح کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) عمرو بن سعید ایک لشکر مکہ مکرمہ کی طرف (حضرت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے یزید کی طرف سے) بھیج رہا تھا میں نے کہا اے امیر! میں آپ سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، جو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے روز ارشاد فرمائی تھی اور میں نے اپنے کانوں سے اس کو سنا تھا اور دل سے یاد کیا تھا اور آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے دیکھا تھا، آپ ﷺ نے خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ

مکہ مکرمہ کو خدائے تعالیٰ نے حرم بنایا ہے، آدمیوں نے حرم نہیں بنایا لہٰذا جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو یہاں خوں ریزی نہ کرنا چاہئے، نہ یہاں کے درخت کاٹنا چاہئے، اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے سے یہاں کی خوں ریزی کے (جواز) پر استدلال کرے تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو (خاص طور پر) اجازت دی تھی اور وہ اجازت بھی دن میں صرف ایک ساعت کے لئے تھی، اب دوبارہ اس کی حرمت ویسے ہی ہوگئی جس طرح کل تھی، مناسب ہے کہ یہ حکم حاضرین غائبین کو پہنچادیں۔

حضرت ابوشریح سے پوچھا گیا پھر عمرو نے اس کا کیا جواب دیا تو ابوشریح بولے، عمرو نے کہا ابوشریح! میں تم سے زیادہ جانتا ہوں مکہ نہ تو گناہ گار کو پناہ دے سکتا ہے نہ اس شخص کو پناہ دے سکتا ہے جو قتل کر کے یا چوری وغیرہ کر کے مکہ میں بھاگ آیا ہو۔ (یعنی قصاص اور اجراءِ حدود شرعیہ سے مکہ مکرمہ مانع نہیں ہے) [بخاری شریف: ۱۰۴، ۳۵، ۱۷۳۲، ۴۰۲۲]

فائدہ:

زمین کو اگر ایک گیند کی مانند فرض کر لیا جائے تو اس کا جو مرکزی نقطہ ہوگا وہ عین کعبہ پر واقع ہوگا اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ سے ہی کرہ ارض کی توسیع کی گئی ہے، اسی طرح خانہ کعبہ جس شہر میں واقع ہے وہ بھی کوئی معمولی شہر نہیں، قرآن کریم میں اسے "بلد امین" قرار دے کر خود پروردگار عالم نے اس کی قسم کھائی ہے اور مذکورہ صدر حدیث سے بھی اس کی حرمت اور تقدس پر مزید روشنی پڑتی ہے کہ اس شہر میں خون ریزی اور فتنہ وفساد کرنا حرام ہے، یہاں کے درختوں کو کاٹنا منع ہے، جانوروں کو شکار کرنا جائز نہیں ہے تاہم احکاماتِ شرعیہ کا اجراء یہاں بھی اسی طرح ہوگا جیسے ایک عام شہر میں ہوتا ہے۔

قصہ نمبر ۱۷: ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک سوال﴾

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا آپ کے پاس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) کوئی کتاب ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا صرف کتاب اللہ ہے یا اتنی سمجھ ہے جتنی ایک مسلمان آدمی کو عطا کی گئی ہے یا یہ صحیفہ ہے اس کے سوا اور کچھ

نہیں ہے میں نے عرض کیا اس صحیفہ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دیت اور قیدیوں کے چھڑانے کے احکام اور یہ حکم کہ کافر حربی کے (قتل کے) عوض مسلمان کو نہ مارا جائے۔[بخاری شریف:۱۱۱،۲۸۸۲،۱۵۰۸،۶۵۱۸]

فائدہ:

اس سوال کی وجہ علماء کرام نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے زمانے میں لوگ انہیں مخصوص خدائی علوم کا حامل سمجھنے لگے تھے، اس ذہنیت اور نظریئے کی تردید فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کمال اخلاص کا ثبوت مہیا فرمایا ہے۔

قصہ نمبر ۲۸: ﴿مرض الوفات کا ایک اہم واقعہ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت پکڑ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاغذ لاؤ میں تم کو کچھ لکھ دوں تا کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف کی شدت ہے اور کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔اس پر صحابہ میں باہم اختلاف ہونے لگا اور خوب گڑبڑ ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ، میرے پاس جھگڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر وہاں سے باہر نکلے کہ یہ بڑی مصیبت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر نہ لکھ سکے۔[بخاری شریف:۱۱۴،۲۸۸۸،۲۹۹۷،۴۱۶۸،۴۱۶۹،۵۳۴۵،۶۹۳۲]

فائدہ:

اس واقعے کے بعد تین دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رونق افروز رہے لیکن دوبارہ پھر کاغذ قلم نہیں منگوایا، اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الٰہی سے تسلی ہو گئی تھی کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے ہیں ویسے ہی ہو گا، اور ویسا ہی ہوا۔

تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس بات کا افسوس رہا کہ اگر یہ تحریر معرض وجود میں آجاتی تو بہت مفید ثابت ہوتی لیکن قدرت کا منشا یہی تھا کہ اس قسم کی تحریر سپرد کاغذ اور قلم نہ ہی ہو تو اچھا ہے، کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی تحریر لکھوا دیتے اور امت اس پر عمل نہ کرتی تو یہ

ناقابل تلافی نقصان ہوتا، اب جب کوئی تحریر سامنے موجود ہی نہیں تو فقط کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونا ہی انسانی نجات کا سبب ہوگا۔

قصہ نمبر ۲۹: محدث زمان کا حیرت انگیز حافظہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ایک دن میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے بہت سی باتیں سن کر بھول جاتا ہوں (کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے چادر پھیلائی، آپ ﷺ نے ویسے ہی اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور فرمایا اس کو سینہ سے لگا لو، میں نے سینہ سے لگا لیا، اس روز کے بعد میں کبھی کوئی چیز نہیں بھولا۔ [بخاری شریف: ۱۱۹، ۳۴۴۸]

فائدہ:

حضور ﷺ کے عطاء کردہ کیمیائی نسخہ کا فائدہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اتنا اٹھایا کہ دورِ صحابہ میں ایک ''حافظ الحدیث'' کی حیثیت سے متعارف ہوئے، قدرت نے اس واقعے کے بعد ان کا حافظہ اتنا قوی اور مضبوط کر دیا تھا کہ ایک مرتبہ مروان نے انہیں بلایا، احادیث سنانے کی فرمائش کی، پردہ کے پیچھے کاتب کو لکھنے کیلئے بٹھا دیا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث سنا کر جانے لگے تو تحائف وہدایا دیکر رخصت کیا، ایک سال کا عرصہ گزرنے کے بعد دوبارہ بلایا، کاتب کو پردہ کے پیچھے چھپایا، احادیث سابقہ کو دہرانے کی فرمائش کی، کاتب انگشت بدنداں تھا، پورا دربار حیران تھا کہ الٰہی! کیا حافظہ ہے کہ گزشتہ سال جو احادیث سنائی تھیں، کسی زبر زیر اور نقطے کے فرق کے بغیر بعینہ اسی طرح سنا دیں۔

قصہ نمبر ۳۰: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک سفر

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نوف بکالی کا خیال ہے کہ (حضرت خضر والے) موسیٰ، بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں بلکہ وہ کوئی اور موسیٰ ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ بولے دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے، مجھ سے حضرت ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے کھڑے تقریر کر رہے تھے، تقریر ختم ہونے کے بعد ایک شخص نے دریافت کیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ خدا تعالیٰ کی یہ بات ناگوار ہوئی کہ موسیٰ نے علم کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں رہتا ہے وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی اس سے ملاقات کس طرح ہو سکتی ہے؟ حکم دیا گیا کہ اپنے ساتھ زنبیل میں ایک (بھنی ہوئی) مچھلی رکھ لو (اور سفر کو چل دو) جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہ شخص وہیں ملے گا۔

حسب الامر موسیٰ چل دیئے اور اپنے ساتھ ایک خادم یوشع بن نون کو بھی لیتے گئے اور دونوں نے مچھلی ایک زنبیل میں رکھ لی، چلتے چلتے جب ایک پتھر کے پاس پہنچے تو دونوں (رک گئے اور) اس پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، اتنے میں مچھلی زنبیل سے پھڑک کر نکلی اور دریا میں سرنگ بناتی ہوئی اپنی راہ چلی گئی۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کو بڑا تعجب ہوا۔ (لیکن موسیٰ یہ نہ سمجھے کہ یہ وہی بھنی ہوئی مچھلی ہے جو زنبیل میں تھی) خیر! (صبح کو اٹھ کر) پھر چل دیئے اور ایک شبانہ روز مزید سفر کیا (تیسرے روز) جب صبح ہوئی تو موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا ہم تو اس سفر سے بہت تھک گئے اب کھانا لے آؤ، اور موسیٰ کو اس وقت تک کوئی تھکاوٹ نہ ہوئی تھی جب تک کہ مقام مقررہ سے آگے نہ بڑھے تھے، بلکہ اس وقت تھکان معلوم ہونے لگی جب مقام مقررہ سے آگے بڑھ گئے، خادم کہنے لگا کیا بتاؤں جب ہم اس پتھر کے پاس پہنچے تو میں مچھلی وہاں بھول گیا (اور آپ سے میں نے اس کا تذکرہ نہ کیا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تو ہم کو تلاش تھی چنانچہ الٹے پاؤں قدم پر قدم ڈالتے واپس لوٹے۔

پتھر تک پہنچے ہی تھے کہ ایک آدمی کپڑے سے سر لپیٹے ہوئے نظر آیا، موسیٰ نے سلام علیک کی، خضر بولے تمہارے ملک میں سلام علیک کا رواج کہاں ہے (یہ تم نے سلام کیسے

کیا؟) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں موسیٰ ہوں! خضر بولے کیا بنی اسرائیل والے، موسیٰ نے کہا جی ہاں! اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کے ہمراہ اس شرط پر چل سکتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے جو علم آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ حصہ کی مجھے بھی تعلیم دیجئے، حضرت خضر علیہ السلام بولے آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کرسکیں گے۔ (درمیان میں بول اٹھیں گے) کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے علم خاص کا مجھے وہ حصہ عطا فرمایا ہے جو آپ کو نہیں دیا اور آپ کو وہ علم دیا جس سے میں ناواقف ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

آخر کار دونوں دریا کے کنارے کنارے چل دیئے کہ کشتی موجود نہ تھی، اتنے میں ادھر سے ایک کشتی کا گزر ہوا، انہوں نے کشتی والوں سے سوار ہونے کے متعلق کچھ بات چیت کی، خضر کو لوگوں نے پہچان لیا اس لئے کشتی والوں نے دونوں کو بغیر کرایہ کے سوار کرلیا (جب دونوں سوار ہوگئے تو انہوں نے دیکھا کہ) ایک چڑیا آکر کشتی کے کنارے پر بیٹھی اور اس میں سے ایک یا دو چونچیں مار کر پانی پی لیا، حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے علم نے خدا کے علم میں کوئی کمی نہیں کی جس طرح اس چڑیا کے پانی پینے سے سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد خضر نے بسولا نکال کر کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ خضر تختہ اکھاڑ چکے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم نے یہ کیا کیا؟ ان لوگوں نے تو بغیر کرایہ کے ہم کو سوار کرلیا اور تم نے ان کی کشتی توڑ کر سب کو ڈبونا چاہا تم نے یہ عجیب بات کی؟ خضر بولے میں نے تم سے نہیں کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کرسکو گے۔ موسیٰ نے کہا بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجئے اور مجھ پر میرے کام میں دشواری نہ ڈالئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ موسیٰ سے یہ سب سے پہلی حرکت بھول کر ہوئی۔ خیر! دونوں حضرات کشتی سے نکل کر چل دیئے، راستہ میں ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضر نے اس کا سر پکڑ کر اپنے ہاتھ سے گردن اکھاڑ دی، موسیٰ بولے تم نے جو ایک معصوم جان کو بلا قصور مار ڈالا، یہ تم نے بہت برا کام کیا، خضر بولے کیا میں نے نہیں کہہ

دیا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر ضبط نہ کر سکو گے، موسیٰ نے کہا اچھا اب اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ دریافت کروں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھنا۔ آپ نے میرا عذر بہت مان لیا۔ آخر کار پھر دونوں چل دیئے، چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے، گاؤں والوں سے کھانا مانگا، انہوں نے مہمانی کرنے سے انکار کر دیا، ان کو وہاں ایک دیوار نظر آئی جو گرنے کے قریب تھی، حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ کا اشارہ کر کے اس کو سیدھا کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم ان لوگوں کے پاس آئے اور انہوں نے ہم کو نہ کھانا دیا نہ مہمانی کی، لیکن آپ نے ان کی دیوار ٹھیک کر دی، اگر آپ چاہتے تو اس کی اجرت لے سکتے تھے، حضرت خضر بولے بس یہی میرے تمہارے درمیان جدائی ہے۔ میں ان تمام باتوں کی تم کو اطلاع دیئے دیتا ہوں، جن پر تم سے ضبط نہ ہو سکا۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں ہمارا دل چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ ہمارے لئے اور بیان فرماتے، لیکن موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا۔ (اگر موسیٰ ضبط کر سکتے تو خدا تعالیٰ اور قصہ بیان فرماتا) اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا خدا موسیٰ پر رحم فرمائے، اگر وہ ضبط کر لیتے تو خدا تعالیٰ ہمارے سامنے ان کا واقعہ کچھ اور بھی بیان فرماتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ (تینوں باتوں کی تفصیل کیلئے یہ آیت) تلاوت فرماتے تھے کہ کشتی والوں سے آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو ثابت اور عمدہ کشتیاں چھین لیا کرتا تھا (اس لئے حضرت خضر نے اس کشتی کو عیب دار کر دیا) اور وہ لڑکا کافر تھا اس کے والدین نیک آدمی تھے (خوف ہوا کہ کہیں والدین اس کی وجہ سے تباہ نہ ہوں اس لئے حضرت خضر نے اس کو بحکم خدا قتل کر دیا) اور وہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ محفوظ تھا، اس کی حفاظت کیلئے حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار سیدھی کر دی تھی۔

[بخاری شریف: ۷۴، ۷۸، ۱۲۲، ۲۱۴۷، ۲۵۷۸، ۳۱۰۴، ۳۳۱۹، ۳۲۲، ۴۴۴۸، ۴۴۵، ۲۲۹۵، ۷۰۴۰]

فائدہ:

حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا یہ واقعہ قرآن کریم میں بھی دو رکوعوں کے اندر بیان کیا گیا ہے جس کا مرکزی اور بنیادی سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ''میں'' کسی حال میں

پسند نہیں اور پھر انبیا کرام علیہم السلام تو اللہ تعالیٰ کے خصوصی اور مقرب بندے ہوتے ہیں، ان کی تربیت اللہ تعالیٰ خاص انداز میں فرماتے ہیں جیسا کہ مذکورہ واقعہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قصہ نمبر ۳۱: روح کیا ہے؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک روز) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ کے غیر آباد حصہ میں چلا جا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چھڑی پر سہارا دے کر چل رہے تھے اثناء راہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر یہودیوں کی ایک جماعت کی طرف سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر یہودی ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان سے روح کا حال پوچھو، دوسرا بولا مت دریافت کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے ناگوار خاطر کوئی کلمہ کہہ بیٹھیں مگر بعض لوگ بولے ہم تو ضرور پوچھیں گے۔ (خواہ کچھ ہو) چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا ابو القاسم روح کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر (کچھ دیر) خاموش رہے میں سمجھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہو رہی ہے اس لئے میں کھڑا ہو گیا جب آپ سے وحی کی تکلیف دور ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وہ لوگ تم سے روح کے متعلق استفسار کرتے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کا ایک حکم ہے اور ان کو (اس کا) علم بہت تھوڑا سا دیا گیا ہے۔ [بخاری شریف: ۱۲۵، ۴۴۴۴، ۶۸۶، ۷۰۱۸، ۷۰۲۴]

فائدہ:

کائنات کو انسان نے جس قدر محدود سمجھ رکھا ہے، حقیقت اور علم خداوندی کے اعتبار سے تو نہیں، البتہ انسان ہونے کے ناطے یہ سوچ شاید جدید تعلیم یافتہ طبقے کے نزدیک بھی صحیح نہیں اور ہم اب تک کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے میں مکمل کامیاب نہیں ہو سکے۔

انسانی عقل و شعور جس قدر محتاج اور ضعیف ہے اس کا کچھ اندازہ اس طرح سے کیا جا سکتا ہے کہ اب تک بے شمار بیماریوں کا علاج دریافت کرنے میں انسانی عقل ٹھوکریں کھا رہی ہے تو پھر ''روح'' کی حقیقت کو پہنچنا، اسے سمجھنا اور اس سے واقفیت حاصل کرنا

کہاں انسان کے بس کی بات ہے اسی لئے قرآن میں صرف اتنا فرما دیا گیا ہے کہ "روح ایک امر رب ہے" کیونکہ اس سے زیادہ سمجھنے کی اس میں صلاحیت ہی نہیں۔

قصہ نمبر ۳۲: ﴿بندوں پر اللہ کے حقوق﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ (راستہ میں) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا! معاذ! انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ حاضر ہوں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا معاذ! عرض کیا یارسول اللہ ﷺ حاضر ہوں یہ بات تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمائی، پھر فرمایا جو شخص دل سے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شہادت دے گا خدا اس پر دوزخ کو حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں اس کی لوگوں کو اطلاع نہ کر دوں کہ وہ خوش ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا اگر اطلاع کر دو گے تو لوگ اعتماد پر بیٹھے رہیں گے (اعمال خیر ترک کر دیں گے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے گناہ کے خوف سے مرتے وقت یہ حدیث بیان کی۔

فائدہ:

اللہ تعالیٰ پر کسی کام کا کرنا لازمی اور ضروری نہیں البتہ وہ اپنی مہربانی سے اپنے ذمہ کوئی کام لے لیں تو یہ ان کا فضل ہے اور ہم گنہگار تو اللہ تعالیٰ کے فضل ہی کے محتاج ہیں، اس کا عدل برداشت کرنے کی ہم میں طاقت نہیں، ورنہ شاید کوئی بھی نہ بچ سکے اس لئے محترم قارئین کرام سے درخواست ہے کہ عقیدہ توحید کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھیے، کہیں کسی راستے سے شیطان اس گوہر بے بہا پر ڈاکہ نہ ڈالے۔

قصہ نمبر ۳۳: ﴿عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں﴾

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ حج کے ایام میں) رسول اللہ ﷺ عرفات سے چلے، جب پہاڑ کی گھاٹی میں پہنچے تو سواری سے اتر کر آپ ﷺ نے

پیشاب کر کے وضو کیا لیکن پورا وضو نہیں کیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نماز (مغرب) کا وقت ہو گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا نماز آگے ہوگی اس کے بعد حضور ﷺ سوار ہو گئے اور مزدلفہ میں پہنچ کر سواری سے اترے، کامل وضو کیا، نماز کی اقامت ہوئی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنا اپنا اونٹ اپنی اپنی جگہ پر جا کر ٹھہرا دیا اور عشاء کی نماز کی تکبیر ہوئی اور آپ ﷺ نے (عشاء کی نماز پڑھی اور عشاء و مغرب کے درمیان کوئی اور سنت یا نفل) نہیں پڑھے۔

[بخاری شریف: ۱۳۹، ۱۷۹، ۱۵۸۴، ۱۵۸۶، ۱۵۸۸]

فائدہ:

ہو سکتا ہے کہ ہمارا مخاطب زیارت حرمین شریفین سے فیض یاب ہو چکا ہو اور شاید اس کا ذہن عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں بھی گھومنے لگا ہو، کیا سہانا وقت ہوگا کہ جب امام الانبیاء، فخر موجودات، سرور دو عالم، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ (پڑھ لیجئے) ﷺ اپنے جانثار اور وفا شعار قدسی صفات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان وادیوں میں "لبیک" کے ترانے پڑھتے ہوں گے، میدان ان کے نعرہائے تکبیر سے گونجتا ہوگا۔ اے کاش! ہم نے بھی وہ روح پرور منظر دیکھا ہوتا۔

قصہ نمبر ۳۴: ﴿اگر پانی کم پڑ جائے تو؟﴾

حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وضو کیا، اول منہ اس طرح دھویا کہ ایک چلو پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر دوسرا چلو لے کر دوسرا ہاتھ ملا کر اس سے منہ دھویا، پھر ایک چلو پانی لے کر داہنا ہاتھ دھویا پھر ایک چلو لے کر بایاں ہاتھ دھویا اس کے بعد سر کا مسح کیا پھر چلو پانی لے کر دائیں پاؤں پر چھڑک کر اس کو دھویا، پھر ایک اور چلو لے کر بایاں پاؤں دھویا اور اخیر میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [بخاری شریف: ۱۴۰]

☆☆☆

فائدہ:

اگر انسان کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں پانی کی قلت ہو، نماز کا وقت آ جائے، پانی کی کمی کا بہانہ مت بنائے بلکہ ایک ایک مرتبہ ہی اپنے اعضاء وضو کو اس انداز میں دھولے کہ کوئی جگہ خشک نہ رہے، مذکورہ صدر واقعے میں اسی بات کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اور یاد رہے کہ اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے جس میں حکمت یہ ہے کہ کوئی عضو خشک نہ رہ جائے، اگر یہ کیفیت ایک مرتبہ دھونے سے حاصل ہو جائے تو فرضیت ساقط ہو جائے گی تاہم سنت کے نور سے محرومی کوئی اچھی بات نہیں۔

قصہ نمبر ۴۵: ﴿حجاب اور امہات المؤمنین﴾

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جب قضاء حاجت کے لئے کھلے میدان میں جاتی تھیں تو رات کو جاتی تھیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کرتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیں، ایک روز ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عشاء کے وقت نکلیں چونکہ لانبے قد کی عورت تھیں اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (پہچان کر) آواز دی ہم نے تم کو پہچان لیا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بڑے مشتاق تھے اس کے بعد خدائے تعالیٰ نے پردہ کا حکم نازل فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سب کو اپنی حاجتوں کے لئے باہر جانے کی اجازت ہے، ہشام کہتے ہیں کہ حاجت سے مراد قضاءِ حاجت کیلئے جانا ہے۔ [بخاری شریف: ۱۴۶، ۴۵۱۷، ۴۹۳۹، ۵۸۸۶]

فائدہ:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گو کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مساوی درجہ رکھتے تھے لیکن مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں واحد و یکتا اور یگانہ تھے، ملہم من اللہ اور محدث ہونے کے تنہا وارث تھے اس لئے کائنات ارض و سماء کو تخلیق

کرنے والا بھی ان کی خواہشات اور تمناؤں کا احترام کیا کرتا تھا۔

اس واقعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جب ''ماں'' کو پردہ کا حکم ہوگا تو بیٹی، بہن اور بہو کیلئے اس حکم کی تاکید میں یقیناً اضافہ ہی ہوگا اور ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں، اب جو اپنے آپ کو ان کی بیٹی کہے اور سمجھے، اسے پردہ کی آڑ میں رہنا بھی ضروری ہوگا ورنہ اسے اپنی ایمانی نسبت ان مقدس ہستیوں کی طرف کرتے ہوئے کچھ سوچنا ہوگا۔

قصہ نمبر ۳۶:

﴿پتھر سے استنجاء﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے چلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا، آپ ﷺ کی عادت تھی کہ چلتے میں ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے، جب میں آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے لئے چند پتھر تلاش کر کے لاؤ تا کہ میں استنجا کروں لیکن ہڈی اور گوبر لید وغیرہ نہ لانا، چنانچہ میں اپنے کپڑے کے دامن میں آپ ﷺ کے لئے چند پتھر لایا اور آپ ﷺ کے برابر رکھ دیئے اور آپ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ حضور ﷺ جب فارغ ہو گئے تو یکے بعد دیگرے ان سے استنجاء کیا۔ [بخاری شریف: ۱۵۴، ۳۶۴۷]

فائدہ:

پتھر سے استنجاء کرنا سنت ہے اور اس کے بعد پانی استعمال کرنا نور علی نور اور محبت خداوندی کا ذریعہ ہے تاہم یہاں ایک بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ہاتھ میں ڈھیلا پکڑے ہوئے استنجاء کرتے چلے جارہے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ نامناسب حرکت ہے، بہتر یہ ہے کہ ایک مقام پر اپنے پیشاب کو خشک کر لیا جائے اور پھر اپنی ضرورت میں مشغول ہو لیا جائے، ورنہ سنت کی بدنامی کا سبب بن کر ہم شاید کوئی نیکی نہ کما سکیں۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۲۷: **وضو کا مسنون طریقہ**

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت حمران کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری آنکھوں کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانی کا برتن منگوایا (جب پانی آ گیا) تو آپ نے اول ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا اور ان کو دھویا، دھونے کے بعد دائیں ہاتھ کو پانی میں ڈال کر اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر چہرہ کو تین بار دھویا اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ تین بار دھوئے اس کے بعد ٹخنوں تک دونوں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر اخیر میں فرمایا کہ جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کر کے دو رکعتیں (تحیۃ الوضوکی) پڑھے اور اس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت حمران کی دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وضو کر چکے تو فرمایا کہ اگر آیت "ان الذین یکتمون ما انزلنا" الخ نہ ہوتی تو میں تم سے نہ بیان کرتا مگر اب ایک حدیث بیان کرتا ہوں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھتا ہے اس کی پچھلی نماز کے وقت تک کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ [بخاری شریف: ۱۵۸، ۱۶۲، ۱۸۳۲، ۶۰۶۹]

فائدہ:

مجھے اپنے مخاطب سے قوی امید ہے کہ وہ آج ضرور اس انداز میں وضو کر کے انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعت نماز نفل ادا کرے گا کیونکہ حقیقی مخاطب وہ ہوتا ہے جو عمل کی نیت سے کسی کتاب کو ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کے مندرجات کو اپنے قلب وجگر میں پیوست کر لیتا ہے، اے کاش! کوئی صاحب دل اس پر بھی عمل کر کے دکھائے۔ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ پروردگار اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی لاج ضرور رکھے گا اور اس کے گناہوں کو ضرور اپنی بارانِ رحمت سے دھو دے گا۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۳۸: ﴿اتباع سنت کی ایک نادر مثال﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے عبید بن جریج نے عرض کیا کہ میں آپ کو چار کام ایسے کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جو آپ کے دوسرے ساتھیوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کیا باتیں ہیں؟ عبید کہنے لگے

(۱) آپ کعبہ کے چار ارکان میں سے صرف دو یمانی رکنوں کو چھوتے ہیں۔

(۲) بغیر بالوں کا جوتہ پہنتے ہیں۔

(۳) کپڑوں کو زرد رنگ دے کر پہنتے ہیں۔

(۴) اور جس وقت آپ مکہ مکرمہ میں ہوتے ہیں تو لوگ تو چاند دیکھتے ہی حج کا احرام باندھ لیتے ہیں مگر آپ آٹھویں تاریخ سے قبل احرام نہیں باندھتے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پابندی کرتا ہوں) میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف یمانی رکنوں کو چھوتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے میں بھی ان ہی کو چھوتا ہوں، باقی بے بالوں کا جوتہ پہننے کے متعلق یہ ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو ایسا ہی بے بالوں کا جوتا پہنے دیکھا تھا کہ آپ ﷺ ان کو (اتار کر) پاؤں دھوتے تھے اس لئے مجھے بھی یہی پسند ہے کہ بغیر بالوں کا جوتا استعمال کروں۔ رہا زرد رنگ کا معاملہ تو رسول اللہ ﷺ زرد رنگ سے رنگ کر کپڑا استعمال فرماتے تھے لہٰذا میں بھی زرد رنگ رنگنے کو دل سے چاہتا ہوں اور احرام کی بھی یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اس وقت تک احرام نہ باندھتے تھے جب تک کہ اونٹنی (جانے کے لئے) کھڑی نہ ہو جاتی تھی۔ [بخاری شریف: ۱۶۴، ۵۵۱۳، ۱۴۴۳، ۱۵۲۹]

فائدہ:

دورِ صحابہ کا ایک شاہکار، درخشاں اور تابندہ ستارہ جسے دنیا نے ہمیشہ ''ابن عمر'' کے نام سے خراجِ تحسین پیش کیا، اتباع سنت کا ایک چلتا پھرتا نمونہ تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی نجی مجالس میں کہا کرتے تھے کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کے اس دنیائے آب و گل سے پردہ

فرمانے کے بعد ہر صحابی میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور آئی لیکن یہ ''عمر'' کا فرزند ولخت جگر اتباع سنت کے نشے میں ایسا چور تھا کہ اسے کوئی چیز تبدیل نہ کر سکی، سفر کے دوران اگر کہیں پیغمبر اسلام قضاء حاجت کیلئے اترے ہیں اور اسی مقام سے ''ابن عمر رضی اللہ عنہ'' کا گزر ہوا ہے تو تقاضا نہ ہونے کے باوجود اتباع سنت کے جذبے میں وہاں جا کر بیٹھ گئے کہ یہ سنت بھی چھوٹ نہ جائے پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ کوئی خلاف سنت عمل کریں، ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ جذبہ وفاداری ہم میں بھی بیدار ہو جائے۔ اللہ کرے۔ آمین!

قصہ نمبر ۳۹: ﴿یہ تھے ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن پانی نہ ملا اتنے میں ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی قدر پانی لے کر حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور لوگوں کو اس سے وضو کرنے کا حکم دیا، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے اور اتنا پانی نکلا کہ اس سے سب لوگوں نے وضو کر لیا۔

[بخاری شریف: ۱۶۷، ۱۹۲، ۱۹۷، ۳۳۷۹، ۳۳۸۲]

فائدہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزاتی واقعہ کا تذکرہ بخاری شریف ہی میں دوسرے مقامات پر بھی کیا گیا ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے نکلنے والے اس بابرکت پانی سے وضو کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد اسی سے بھی زائد بیان کی گئی ہے، اس موقع پر علماء کرام نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ کوثر و سلسبیل اور زمزم و تسنیم کی اہمیت اپنی جگہ مسلم لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے نکلنے والا یہ پانی ہر پانی سے افضل اور بابرکت تھا، اس سے افضل پانی ہونے کا شرف نہ تو کوثر کو حاصل ہو سکا اور نہ ہی زمزم کو۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۴۰: ﴿بے زبان پر ترس کھانے کا اتنا بڑا اجر﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا، سخت پیاس معلوم ہوئی، وہاں ایک کنواں ملا، یہ شخص کنویں میں اتر کر پانی پی کر باہر نکلا، نکلا ہی تھا کہ ایک کتا زبان نکالے ہوئے پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹتا نظر آیا، یہ شخص کہنے لگا جو تکلیف پیاس کی وجہ سے مجھے ہوئی تھی وہی اس کتے کو ہوتی ہوگی، یہ سوچ کر فوراً کنویں میں اترا اور موزہ میں پانی بھرا، منہ پکڑ کر (باہر نکل کے) کتے کو پلایا، خدا تعالیٰ نے اس کی قدر دانی کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چوپایوں کے ساتھ سلوک کرنے سے بھی ہم کو ثواب ملے گا؟ فرمایا ہر تشنہ جگر کے (پانی پلانے میں) ثواب ہے۔ [بخاری شریف ۱۷۱، ۲۲۳۳، ۲۳۳۳، ۵۶۶۳]

فائدہ:

قارئین کرام! مادیت کی اس زندگی میں خوب سے خوب تر کی تلاش شاید ہماری نجات کا کوئی ممکنہ سبب نہ بن سکے، غور طلب بات یہ ہے کہ جس ارحم الراحمین کے رحم وکرم کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک کتے کو پانی پلانے پر بخشش اور ایک بلی کو بھوکا رکھنے پر عذاب کا فیصلہ فرمالے وہ اشرف المخلوقات کے ساتھ حسن سلوک کو کیونکر رائیگاں جانے دے گا، سوچئے اور اپنے آپ کو عمل کے لئے تیار کیجئے۔

قصہ نمبر ۴۱: ﴿شب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک شب اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہا، رات کو میں تو بستر کے چوڑان میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بستر کے طول میں لیٹ رہے، (شروع رات میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور کم وبیش آدھی رات کو بیدار ہوئے، چہرہ ملتے ہوئے اٹھے اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرمائی اس کے بعد اٹھے، ایک مشک لٹک رہی تھی، اس سے

خوب اچھی طرح وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے، میں نے بھی اٹھ کر وہی افعال کئے جو رسول اللہ ﷺ نے کئے تھے اور آپ ﷺ کے برابر جا کر کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا کان پکڑ کر ملنا شروع کیا، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں (کل بارہ رکعت نماز پڑھی) اخیر میں وتر پڑھ کر لیٹ رہے، جب موذن حاضر ہوا تو خفیف سی دو رکعتیں پڑھ کر مکان سے برآمد ہوئے اور فجر کی نماز پڑھی۔

[بخاری شریف: ١١٧، ١٣٨، ١٨١، ٦٦٥، ٦٦٧، ٦٩٣، ٦٩٥، ٨٢١، ٩٢٧ وغیرہ]

فائدہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے دوہرا رشتہ رکھتے تھے چنانچہ یہ حضور ﷺ کے تایا زاد بھائی بھی تھے اور ان کی خالہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ بھی تھیں، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پر آفرین ہے کہ انہوں نے اپنے نسب پر گھمنڈ کرنے کی بجائے خوب محنت اور توجہ سے حصول علم کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا اور پروردگار عالم نے انہیں اتنا بڑا صلہ عطا فرمایا کہ لسان شریعت کے ذریعے ''ترجمان القرآن'' کا بہار آفریں خطاب مرحمت فرمایا، امت نے بھی قدر دانی کا حق ادا کرتے ہوئے ''حبر الامۃ'' کا ہدیہ پیش کیا، کیا ہمارے صاحبزادگان کچھ سوچنے کے لئے تیار ہوئے؟

قصہ نمبر: ۴۲ ﴿دعاءِ مصطفیٰ ﷺ کی قبولیت﴾

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میری خالہ مجھ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور جا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا بھانجا بیمار ہے، آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی، پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور میں نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پیا، بعد ازیں میں حضور ﷺ کی پشت کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کبوتری کے انڈے کی طرح جگمگا رہی تھی۔ [بخاری شریف: ١٨٧، ٣٣٤٧، ٣٣٤٦، ٥٣٤٦، ٥٩٩١]

فائدہ:

اس حدیث کی وضاحت بخاری شریف ہی کی ایک دوسری حدیث میں وارد ہوئی ہے اور وہ یہ کہ جعید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو ۹۵ سال کی عمر میں بھی قوی الاعضا اور صحیح المزاج دیکھا اور اس کی وجہ خود انہوں نے ایک مرتبہ یہ بیان فرمائی کہ میری آنکھیں اور کان جس قدر کام دے رہے ہیں یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا صدقہ ہے اور پھر مذکورہ بالا واقعہ بیان فرمایا۔

قصہ نمبر:۴۳ ﴿بیماروں کا غم خوار صلی اللہ علیہ وسلم﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں بیمار ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل میری عیادت کو تشریف لائے، مجھے بے ہوش پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کے پانی کا چھینٹا مجھ پر دیا، مجھے فوراً ہوش آ گیا، دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے مال کا کیا کروں؟ میں اپنے مال کے متعلق کیا فیصلہ کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ میراث والی آیت اتری۔

[بخاری شریف:۱۹۱، ۴۳۰۱، ۵۳۲۷، ۵۳۳۴، ۵۳۵۲، ۶۳۴۴:۶۳۶۲، ۶۸۷۹]

فائدہ:

بیمار کی عیادت اور تیمارداری ہر مسلمان کا اخلاقی فریضہ اور دوسرے مسلمان کا حق بنتا ہے جس سے غفلت معاشرے میں بڑھتا ہوا ایک ناسور ہے حالانکہ حدیث کے مطابق صبح کو مریض کی عیادت کرنے والے کے لئے شام تک اور شام کو عیادت کرنے والے کے لئے صبح تک ستر ہزار فرشتے دعا مغفرت میں محو رہتے ہیں اور یقیناً معصوم فرشتوں کی دعا درِ اجابت سے لوٹ کر نہیں آئے گی۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۴۴: ﴿پیغمبر اسلام ﷺ کا آخری خطبہ﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوئے اور تکلیف کی شدت ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں ایام مرض بسر کرنے کی اجازت مانگی، سب بیویوں نے اجازت دے دی، حضور ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے جن میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے، تشریف لائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دوسرے آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور ﷺ کا مرض شدت پکڑ گیا تو فرمایا سات مشکیں میرے اوپر ڈالو تا کہ (کچھ افاقہ ہو تو) میں لوگوں کو کچھ وصیت کرسکوں، ہم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ٹب میں حضور ﷺ کو بٹھا کر مشکوں سے پانی ڈالنا شروع کیا، آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا بس! اس کے بعد حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے، لوگوں کو نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوران مرض حضور ﷺ کمبل کو منہ پر ڈال لیتے تھے لیکن گھبرا کر پھر اتار ڈالتے تھے، اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا ہے۔ حضور ﷺ کا اس سے مقصود امت کو یہودیوں اور عیسائیوں کے فعل سے ڈرانا اور خوف دلانا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کے متعلق) جو میں نے حضور ﷺ سے بار بار (تردیدی الفاظ میں) عرض کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ لوگ کسی شخص کا رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہونا پسند نہیں کریں گے اور مجھے یقین تھا کہ جو شخص حضور ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہوگا، لوگ اس کے دشمن بن جائیں گے اس لئے میں نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ اس امر (امامت) کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لوٹا کر کسی اور کے سپرد کردیں۔

[بخاری شریف: ۱۹۵، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۴۷، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۵، ۶۸۰، ۶۸۱ وغیرہ]

☆☆☆

فائدہ:

اس حدیث کی وضاحت کے لئے بخاری شریف ہی میں یہ روایت متعدد مرتبہ وارد ہوئی ہے کہ اپنے مرض الوفات میں حضور ﷺ نے اپنے یار غار اور رفیق جانثار کو مصلی امامت پر کھڑا کرنے کا حکم صادر فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! والد صاحب بڑے رقیق القلب ہیں، مصلی امامت پر آپ کی نیابت کے لئے کھڑے ہوں گے تو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکیں گے اور آنسوؤں کی موسلا دھار بارش شروع ہو جائے گی اور لوگوں کو کچھ سمجھ نہ آئے گا، لیکن سرکار کی زبان پر صرف اپنے جانثار کا نام تھا، بار بار کی تکرار دیکھ کر فرمایا کہ تم تو زنان مصر کی طرح ہو، اندر سے چاہتی کچھ اور ہو، زبان پر کچھ اور ہے، جاؤ ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لئے کہہ دو، سمجھانا یہ مقصود تھا کہ جس طرح میرا جانثار امامت صغریٰ کی مکمل اہلیت اپنے اندر رکھتا ہے، امامت کبریٰ اور خلافت کا اصل حقدار بھی یہی ہے۔

قصہ نمبر ۴۵: ﴿غزوۂ خیبر کا ایک رخ یہ بھی ہے﴾

حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب جنگ خیبر کے سال گیا، جب حضور ﷺ مقام صہبا میں "جو خیبر کے قریب ہے" پہنچے تو آپ نے وہاں عصر کی نماز پڑھی، اس کے بعد آپ نے سفر کا راشن منگوایا لیکن سوائے ستو کے اور کچھ پیش نہ کیا گیا، آپ ﷺ نے ستو بھگونے کا حکم دیا اور خود بھی کھائے اور ہم نے بھی کھائے، پھر آپ نماز مغرب کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی اور بغیر وضو کئے آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی۔

[بخاری شریف: ۲۰۶، ۲۱۲، ۲۸۱۹، ۳۹۴۱، ۳۹۵۹، ۵۰۵۹، ۵۰۷۵، ۵۱۳۹]

فائدہ:

اس واقعے کے ضمن میں ایک بات تو یہ قابل ذکر ہے کہ بعض لوگ کسی بھی پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد دوبارہ نیا وضو کرنا ضروری سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے البتہ کلی کر لینا

مسنون ہے اور جب تک وضو ٹوٹ نہ جائے صرف اس بنا پر وضو نہیں کرنا چاہئے۔

دوسری بات آپ نے واقعے کے ظاہر سے ہی سمجھ لی ہوگی کہ خدا کا حبیب، خدا کا کلمہ بلند کرنے کے لئے، خدا کی راہ میں اپنے مٹھی بھر جانثاروں کے ساتھ اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھر رہا ہے اور کھانے کے وقت دستر خوان پر سوائے "ستو" کے اور کچھ نہیں ملتا، سفر اور حضر کی یہ کیفیت تا زندگی وفاداری نبھاتی رہی، یہ واقعہ آپ ﷺ کے نام لیواؤں کے لئے درس عبرت ہے بشرطیکہ دیدۂ بینا بھی ہو۔

قصہ نمبر ۴۶:

﴿پیشاب اور چغل خوری﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے کسی باغ کی طرف سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے وہاں دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جن پر قبروں میں عذاب ہو رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا ان پر عذاب تو ہو رہا ہے لیکن کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا کیوں نہیں، ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے کھجور کی ایک ٹہنی منگائی اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا، ایک شخص نے عرض کیا حضور ﷺ نے یہ کام کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ممکن ہے جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

[بخاری شریف: ۲۱۳، ۲۱۵، ۱۲۹۵، ۱۳۱۲، ۵۷۰۵، ۵۶۰۸]

فائدہ:

عام طور پر ہمارے معاشرے میں مرد و عورت یکساں طور پر ان بیماریوں میں مبتلا ہیں، پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام تو بالکل ہی نہیں کیا جاتا، کھڑے کھڑے یا جلدی میں پیشاب کیا، نہ صحیح طریقے سے استنجاء اور نہ اطمینان سے قضا حاجت، دیکھنے میں یہ کتنی معمولی بات ہے لیکن اس پر گرفت کتنی سخت ہے اس لئے حدیث میں پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی بہت تاکید آئی ہے اسی طرح چغل خوری کی لعنت بھی ہم نے خود ہی پال رکھی

ہے، اے کاش! ان واقعات سے ہم کوئی سبق حاصل کر پاتے۔

قصہ نمبر ۴۷: ﴿بڑے کی بڑائی﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ایک دفعہ) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے خواب میں دکھائی دیا کہ میں مسواک کر رہا ہوں، اتنے میں دو آدمی آئے جن میں سے ایک بڑا تھا اور دوسرا چھوٹا، میں نے مسواک (کرکے) چھوٹے کو دے دی مگر مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے، چنانچہ میں نے بڑے کو دے دی۔ [بخاری شریف: ۲۴۳]

فائدہ:

چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی "وحی الٰہی" ہوتے ہیں اس لئے خواب میں کسی حکم کا آنا اسی طرح واجب تعمیل ہوتا ہے جیسے بیداری میں، نیز اس واقعے سے جہاں مسواک کی اہمیت ثابت ہوتی ہے وہیں بڑے کی بڑائی پر بھی روشنی پڑتی ہے لیکن افسوس صد افسوس! ہمارے معاشرے نے چھوٹوں سے شفقت چھین لی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑوں کی بڑائی نہ رہی۔

قصہ نمبر ۴۸: ﴿غسل کا پانی﴾

حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں اور میرے والد، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور چند آدمی وہاں اور بھی موجود تھے، حاضرین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے غسل کے (پانی کی مقدار) دریافت کی، تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے ایک صاع پانی کافی ہے، ایک شخص بولا میرے لئے تو کافی نہیں ہوسکتا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک صاع تو اس شخص کے لئے کافی ہو جاتا تھا جس کے بال تم سے زائد تھے اور اس کو تم پر فضیلت بھی تھی (یعنی رسول اللہ ﷺ) ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھائی۔ [بخاری شریف: ۲۴۹، ۲۵۲، ۲۵۳]

☆☆☆

فائدہ:

''صاع'' ایک پیمانے کا نام ہے جسے ہم آسانی کے لئے زیادہ سے زیادہ ''چار کلو'' کا نام دے سکتے ہیں کہ اتنی مقدار پانی سے حضور ﷺ غسل فرمالیا کرتے تھے لیکن ہم تو کھلے نلکے کے نیچے بیٹھ کر پانی کی ایک وافر مقدار کو جب تک بہانہ لیں ہمارا نہ غسل پورا ہوتا ہے اور نہ ہمیں سکون محسوس ہوتا ہے اگر اتنی کم مقدار میں آپ نہیں نہا سکتے تو کم از کم اسراف سے تو بچ سکتے ہیں، کوشش کر کے دیکھئے۔

قصہ نمبر ۴۹: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک پتھر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل اس طرح برہنہ ہو کر نہایا کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو دیکھا جاتا تھا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام علیحدہ غسل کیا کرتے تھے چنانچہ بنی اسرائیل باہم کہا کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ نہ نہانے کی وجہ یہ ہی ہے کہ موسیٰ کو غدود پھول جانے کا مرض ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے گئے اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیئے، وہ پتھر کپڑوں کو لے کر بھاگنے لگا اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے کہ اے پتھر میرے کپڑے، اے پتھر میرے کپڑے یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے خوب دیکھ لیا اور قائل ہو گئے کہ موسیٰ میں واقعی کوئی عیب نہیں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر سے کپڑے لے لئے اور اس کو مارنا شروع کر دیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم خدا کی اس پتھر پر ضرب کے سات نشان ہو گئے تھے۔ [بخاری شریف: ۲۷۴، ۳۲۲۳، ۴۵۲۱]

فائدہ:

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بظاہر اس موقع پر وہ پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے زحمت کا سبب بنا لیکن حکم خداوندی کے مطابق یہی پتھر ان کے لئے اُس موقع پر رحمت کا سبب بھی بنا جب بنی اسرائیل کو پانی کی ضرورت پیش آئی اور اسی پتھر سے بنی اسرائیل کے لئے بارہ چشمے جاری کئے گئے، قرآن کریم کے پہلے پارے میں اس کا کسی

قدر بیان موجود ہے۔

قصہ نمبر ۵۰:

﴿عنایت خدا کی﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ ہو کر نہا رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں گرنی شروع ہوئیں ،آپ نے ان کو کپڑے میں بھرنا شروع کر دیا، فوراً ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے ایوب! کیا ہم نے تم کو (مال دار کر کے) ان سے بے نیاز نہیں کر دیا ہے؟ آپ نے جواب دیا قسم ہے تیری عزت کی کیوں نہیں (یعنی کر دیا ہے) مگر میں تیری عنایت و برکت سے تو بے پرواہ نہیں ہوں۔ [بخاری شریف: ۲۷۰، ۳۲۱۱، ۷۰۵۵]

فائدہ:

حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق انتہائی بے سروپا قصے اسرائیلیات کے حوالے سے ہماری تفاسیر میں بھی در آئے ہیں حالانکہ یہ قانون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کو کسی ایسے مرض میں مبتلا نہیں کیا جس کی وجہ سے لوگ ان سے نفرت کرنے لگیں اس لئے جسم میں کیڑے پڑ جانا وغیرہ سب واہیات ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا جب امتحان مکمل ہوا، ایڑی کی رگڑ سے ایک ٹھنڈا، میٹھا پانی کا چشمہ جاری کر دیا گیا، اسے پی کر پیاس بجھائی اور غسل کر کے بیماری سے چھٹکارا حاصل کیا، ابھی غسل کر رہی رہے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ جب ان کے دینے میں کمی نہ ہو تو ہمارے لینے میں بھی کمی نہیں ہونی چاہئے لیکن حیرت کی بات ہے کہ ''مسلمان'' اتنے مستغنی ہو چکے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر مانگنے کی زحمت ہی نہیں کرتے۔ شاید ہمیں اس چیز کا احساس نہیں کہ ہمارا رب وہ ہے جو اپنے آپ کو ''صمد'' کہلاتا ہے اور وہ اپنے اس دعویٰ میں یقیناً حق بجانب بھی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے حواس سے صحیح کام لے کر اپنے آپ کو اللہ کے در کا بھکاری بنالیں۔

قصہ نمبر ۵۱: ﴿مسلمان کبھی ناپاک نہیں ہوتا﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک روز مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں مل گئے، اس وقت میں ناپاک تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو میں وہاں سے کھسک کر چلا آیا اور اپنی جگہ پر آ کر غسل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہی تھے کہ میں خدمت میں پہنچ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاں تھے؟ میں نے واقعہ عرض کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوا کرتا۔ [بخاری شریف: ۲۸۱، ۲۷۹]

فائدہ:

یعنی مسلمان ایسا ناپاک نہیں ہوتا کہ دعا سلام کی بھی ممانعت ہو جائے اور نہ ایسا ناپاک ہوتا ہے کہ دوبارہ پاک ہی نہ ہو سکے۔

معلوم ہوا کہ ناپاکی کی حالت میں دعا سلام جائز ہے، صرف تلاوت قرآن اور مسجد میں داخلہ بند ہوتا ہے، اس کے علاوہ اذکار کی ممانعت نہیں ہوتی، نیز اس دوران بازار میں آنا جانا اور خرید و فروخت کرنا بھی ممنوع نہیں، تاہم بہتر یہی ہے کہ جتنا جلدی سے جلدی ہو سکے، غسل کر لے۔

قصہ نمبر ۵۲: ﴿عورت اور اس کی فطری کمزوری﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ کو جاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ عورتوں کی طرف گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے عورتو! تم صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ دوزخیوں کا اکثر حصہ عورتیں ہیں، انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم طعن زیادہ کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو، میں نے کوئی ایسا کم عقل اور کم دین نہیں دیکھا جو تم سے زائد مرد کی عقل کو زائل کرنے والا ہو، عورتوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین و

عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد سے نصف نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کا نقصان عقل ہے! پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم حالت حیض میں نماز روزہ نہیں کرتی ہو۔ انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا یہ دین کا نقصان ہے۔

[بخاری شریف: ۲۹۸، ۹۱۳، ۱۳۹۳، ۱۸۵، ۲۵۱۵]

فائدہ:

بخاری شریف ہی میں ایک مقام پر عورت کی فطرت کی صحیح عکاسی کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی عورت پر سدا احسانات کرتے رہو، ہمیشہ اس پر نوازشات کی برسات کرتے رہو، بس ایک مرتبہ کمی آنے کی دیر ہے، اس کے منہ سے یہ جملے نکلنے میں دیر نہیں لگے گی "واللہ ما رایت منک خیرا قط" بخدا! تجھ سے تو مجھے کبھی اچھائی کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کہیں یہ فطرت زنانہ، فطرت مردانہ میں تو نہیں داخل ہوتی جا رہی؟

قصہ نمبر ۵۳:

اگر ایسا ہو جائے تو؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج وداع کا احرام باندھا اور میرا ارادہ تمتع کا تھا، اور ہدی نہیں بھیجی تھی مگر میں حیض میں مبتلا ہو گئی، ۹ ذی الحجہ کی رات بھی آ گئی لیکن میں پاک نہیں ہوئی، چنانچہ میں نے حضور ﷺ سے کہا کہ عرفہ کی رات آ گئی اور میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سر کھول کر کنگھی کر لو اور عمرہ مت کرو۔ چنانچہ میں نے یہی کیا جب میں حج پورا کر چکی تو حضور ﷺ نے عبدالرحمٰن کو حکم دیا اور انہوں نے مجھے اس عمرہ کی بجائے جس کا میں نے احرام باندھا تھا مقام تنعیم سے عمرہ کرایا۔ [بخاری شریف: ۲۹۰: ۳۱۰، وغیرہ]

فائدہ:

"ناغہ" کے ماہانہ ایام عورت کی ایک فطری مجبوری ہے جس سے کسی عورت کو مفر نہیں تاہم اگر دوران عبادت یہ عارضہ لاحق ہو جائے تو وہ عبادت از خود ختم ہو جاتی ہے اور

ان اوقات کے بیت جانے کے بعد اس عبادت کی قضا ضروری ہوتی ہے۔ اس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ "ناغہ" کے ایام میں نماز کی قضا نہیں ہے البتہ روزہ کی قضا لازم ہے اور حج میں جب تک طواف زیارت نہ کرلیا جائے احرام سے مکمل طور پر فراغت نہ ہوگی۔ باقی مسائل قریبی علما سے دریافت کیے جاسکتے ہیں۔

قصہ نمبر ۵۴:

عورت اور عیدگاہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم جوان عورتوں کو عیدگاہ جانے سے منع کیا کرتے تھے۔ (ایک روز) ایک عورت آئی اور قصر بنی خلف میں ٹھہری اور اس نے بیان کیا کہ میرا بہنوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک ہوا تھا جن میں سے چھ میں میری بہن بھی موجود تھی اور زخمیوں کا علاج اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی تھی، ایک روز میری بہن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جب ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو اور وہ (عیدگاہ) کو نہ جائے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ساتھ والی کو چاہئے کہ وہ اپنی چادر اسے بھی اڑھا دے اور وہ خیر کے موقعوں میں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہو۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا میرا باپ ان پر قربان ہاں میں نے سنا ہے (ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا یہ قاعدہ تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو وہ یہ ضرور کہہ دیتیں کہ میرے باپ ان پر فدا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ نوجوان پردہ نشین اور حائضہ عورتوں کو بھی عیدگاہ جانا چاہئے اور خیر کے موقعوں پر اور نیز مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہونا چاہئے، ہاں! حائضہ عورتوں کو نماز کی جگہ سے الگ رہنا چاہئے، حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا کیا حائضہ بھی جائے؟ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ کیا حائضہ عورتیں عرفات وغیرہ میں نہیں حاضر ہوتی ہیں (یعنی جب وہاں حاضر ہوتی ہیں تو ان کو ان مقامات میں بھی اجازت ہے۔)

[بخاری شریف: ۳۱۸، ۳۲۴، ۹۲۸، ۹۳۱، ۹۳۴، ۹۳۸، ۱۵۶۹]

فائدہ:

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عید گاہ میں عورتوں کا جانا اور نمازِ عید میں شرکت کرنا جائز ہے، یقیناً اس کے ''جواز'' میں کوئی شبہ نہیں تاہم ذیل کی حدیث بھی قابل غور ہے۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے موجودہ طور طریقے دیکھ لیتے تو انہیں مساجد میں آنے سے روک دیتے۔''

اس لئے فیشن اور ٹیپ ٹاپ کے اس دور میں اگر کوئی عورت حجاب کی مکمل پابندی کے ساتھ اپنے اہل خانہ کی معیت میں نمازِ عید کی ادائیگی کے لئے عید گاہ جائے تو جائز ہے، یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ خواتین اجتماعات عید میں شرکت نہ کریں لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ایک شرعی حکم کی تکمیل کے لئے دوسرے بہت سے شرعی احکام کو پامال بھی نہ کریں۔

قصہ نمبر ۵۵: سفر کا ایک عجیب واقعہ

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب سفر میں ایک شب رات بھر چلے رہے اور آخری رات کو ایک جگہ ٹھہر کر سو رہے، کیونکہ مسافر کو پچھلی رات کا سونا نہایت شیریں معلوم ہوتا ہے۔ صبح کو آفتاب کی تیزی سے ہماری آنکھ کھلی پہلے فلاں شخص پھر فلاں پھر فلاں اور چوتھے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور یہ قاعدہ تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب راحت میں ہوتے تو تاوقتیکہ خود بیدار نہ ہو جائیں کوئی جگاتا نہ تھا کیونکہ ہم کو علم نہ ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کیا واقعہ دکھائی دے رہا ہے۔ مگر جب عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور آپ نے لوگوں کی کیفیت دیکھی تو چونکہ دلیر آدمی تھے اس لئے آپ نے زور زور سے تکبیر کہنی شروع کر دی، اور اس ترکیب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے، لوگوں نے ساری صورت حال عرض کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ حرج نہیں ہے یہاں سے کوچ کر چلو۔

حسب الحکم لوگ چل دیئے اور تھوڑی دور چل کر پھر اتر پڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر وضو کیا اور اذان کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہونے

کے بعد آپ ﷺ نے ایک شخص کو علیحدہ کھڑا دیکھا اس شخص نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے شخص! تو نے جماعت کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کیا کہ مجھے غسل کی ضرورت تھی اور پانی موجود نہ تھا (اس لئے غسل نہ کرسکا) آپ ﷺ نے فرمایا تیمم کرلو کافی ہے۔

پھر حضور ﷺ وہاں سے چل دیئے (چلتے چلتے راستہ میں) لوگوں نے پیاس کی شکایت کی، آپ ﷺ اتر پڑے اور ایک شخص کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں بلا کر حکم دیا کہ جاؤ پانی کی تلاش کرو، حسب الحکم ہر دو صاحبان چل دیئے، راستہ میں انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو پانی کی دو مشکیں اونٹ پر لادے ہوئے ان کے درمیان میں پاؤں لٹکا کر بیٹھی تھی، انہوں نے اس سے دریافت کیا کہ پانی کہاں ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ کل اس وقت میں پانی پر تھی اور ہماری جماعت پیچھے ہے، انہوں نے اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ چل! عورت بولی کہاں؟ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ کے پاس! عورت بولی کون رسول اللہ ﷺ؟ وہی جن کو لوگ صابی کہتے ہیں، انہوں نے کہا وہی، ان ہی کے پاس چل! چنانچہ دونوں صاحبان عورت کو حضور ﷺ کے پاس لے آئے اور پورا قصہ بیان کردیا۔ آپ ﷺ نے مشکوں کو نیچے اتروا دیا اور برتن منگوا کر اس میں پانی گرانے کا حکم دیا، اوپر کے دہانوں کو بند کردیا اور نیچے کے دہانے کھول دیئے اور لوگوں میں اعلان کرادیا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلاؤ اور خود بھی پیو اور مشکیں بھی بھرلو۔ چنانچہ جس نے چاہا اپنے جانوروں کو پلایا اور جس نے چاہا خود پیا اور سب کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص کو جسے نہانے کی ضرورت تھی پانی دیا اور فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور نہالو، اور وہ عورت یہ سب واقعہ دیکھ رہی تھی، قسم خدا کی تمام لوگ پانی پی چکے حالانکہ وہ مشکیں ویسی ہی بلکہ اس سے زائد بھری ہوئی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی کے بدلے اس عورت کے لئے کچھ کھانا جمع کردو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے لئے بہت سا آٹا، کھجوریں اور ستو جمع کرکے ایک کپڑے میں باندھ کر اس کو اونٹ پر سوار کرا کے اس کے آگے رکھ دیا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے کہ ہم نے تیرے پانی کا کچھ نقصان نہیں کیا لیکن خدا نے ہم کو سیراب کردیا،

اس کے بعد وہ عورت اپنے گھر چلی گئی اور اس کو دیر ہوگئی تھی لہٰذا اس کے گھر والوں نے کہا کہ اے فلانی تجھے دیر کیوں ہوگئی؟ اس نے جواب دیا کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا، مجھے دو آدمی ملے اور مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جس کو لوگ صابی کہا کرتے ہیں اور اس نے ایسا ایسا کیا، لہٰذا وہ یا تو آسمان وزمین میں سب سے بڑا جادوگر ہے اور یا وہ خدا کا سچا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان آس پاس کے مشرک قبائل میں لوٹ مار کیا کرتے لیکن جس قبیلہ سے اس عورت کا تعلق تھا اس سے کچھ تعرض نہیں کرتے تھے، ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے خیال میں یہ لوگ تم سے عمداً تعرض نہیں کرتے کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیدیا اور سب کے سب مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

[بخاری شریف: ۳۳۷]

فائدہ:

اس واقعے کا ابتدائی پس منظر بخاری شریف ہی میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ دوران سفر رات کے پچھلے پہر میں حضور ﷺ نے پڑاؤ کیا اور فرمایا کہ نماز فجر کیلئے ہمیں کون جگائیگا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی لیکن ''انشاء اللہ'' کہنا بھول گئے۔ مشرق کی طرف منہ کر کے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے کہ ابھی سورج نکلتا ہے اور میں سب کو جگاتا ہوں، بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی اور ایسی گہری نیند آئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے کہ کبھی ایسی نیند نہیں آئی تھی، آنکھ اس وقت کھلی جب سورج نے اپنا چہرہ مشرق سے نکال کر زمین کی طرف تیز نظروں سے گھورا چنانچہ آگے یہ واقعہ آتا ہے۔

اس واقعہ میں سبق یہ ملتا ہے کہ ''انشاء اللہ'' کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔

قصہ نمبر ۵٦: ﴿ایک ایسا شرف جو کسی کو نہ مل سکا﴾

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرئیل آئے، میرا سینہ شق کر کے اس کو آب زمزم سے دھویا اور پھر ایک طشت ایمان وحکمت سے بھرا ہوا لائے اور میرے سینہ میں بھر کر سینہ بند کر

دیا، اس کے بعد جبرئیل میرا ہاتھ پکڑ کر پہلے آسمان پر لے گئے جب میں دنیا کے آسمان پر پہنچا تو جبرئیل نے آسمان کے دربان سے کہا دروازہ کھولو دربان نے کہا کون ہو؟ انہوں نے کہا جبرئیل، دربان بولا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں! اس نے کہا کیا ان کو بلایا گیا تھا؟ جبرئیل نے کہا ہاں چنانچہ جب دروازہ کھولا گیا تو ہم چرخ اول پر پہنچ گئے تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے داہنی اور بائیں طرف بہت سے آدمی ہیں جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں (جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا) خوش آمدید اے صالح نبی اور صالح بیٹے! میں نے جبرئیل سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ جو داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں، جبرئیل نے جواب دیا یہ تمام لوگوں کے باپ آدم ہیں، جو لوگ ان کی داہنی طرف ہیں وہ ان کی جنتی اولاد ہے اور بائیں طرف دوزخی اولاد، جب ان کو دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب ان کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ پھر مجھ کو دوسرے آسمان پر لے گئے اور وہاں بھی دربان سے وہی گفت وشنید ہو کر دروازہ کھلا، حضرت انسؓ (راوی) کہتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے آسمانوں میں حضرت آدم، ادریس، موسیٰ و عیسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا مگر ان کے مقامات نہیں بیان کئے صرف اتنا کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے پر چنانچہ جب آنحضرت جبرئیل کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف گزرے تو انہوں نے مرحبا کہا (آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں نے جبرئیل سے کہا یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ: ادریس ہیں پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے بھی مرحبا کہا میں نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبرئیل نے کہا کہ یہ موسیٰ ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے گزر ہوا، انہوں نے بھی مرحبا کہا میں نے کہا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ عیسیٰ ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے بھی مرحبا کہا، میں نے ان کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ابراہیم ہیں۔

ابن شہاب نے بروایت ابن حزم بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور

ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مجھ کو ایک بلند مقام پر پہنچایا گیا جہاں میں نے قلموں سے لکھنے کی آواز سنی۔ ابن حزم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر خدا نے پچاس وقت کی نمازیں فرض کی تھیں لیکن جب میں وہاں سے لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا خدا نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں! حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے کہ خدا کے پاس پھر جاؤ، کیونکہ آپ کی امت میں اس کی قدرت نہیں ہے میں واپس گیا تو خدا تعالیٰ نے نصف کم کر دیں، میں لوٹ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی باتیں کیں، میں دوبارہ اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور کچھ نمازیں اور کم ہو گئیں میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آ کر کہہ دیا انہوں نے کہا پھر واپس جاؤ کیونکہ تمہاری امت میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے۔ میں پھر گیا چنانچہ خدا نے پانچ نمازیں باقی رکھیں اور فرمایا یہ (حکم میں اور ثواب میں) پچاس کے برابر ہیں کیونکہ ہمارے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے وہی پہلی بات کہی، میں نے کہا کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔

اس کے بعد مجھے جبرئیل لے چلے یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچا اور وہ طرح طرح کے رنگوں سے ڈھکا ہوا تھا جن کی حقیقت میں نہیں جانتا، پھر میں جنت میں داخل ہوا وہاں میں نے دیکھا کہ اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

[بخاری شریف: ۳۴۲]

فائدہ:

واقعہ معراج کی تفصیل بخاری شریف ہی میں ایک دوسرے مقام پر اس طرح وارد ہوئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کی مسجد سے معراج کیلئے لے جایا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین فرشتے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کو مسجد حرام میں چند لوگوں کے ساتھ استراحت فرما رہے تھے، وہ فرشتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھے، آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے مطلوب ان میں سے کون ہیں؟ بیچ کے

فرشتہ نے کہا کہ وہ سب میں بہتر ہیں، اخیر کے فرشتہ نے کہا کہ ان میں جو بہتر ہیں ان کو لے لو۔ الغرض اس رات تو اتنا ہی واقعہ ہوا اور پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کو نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ دوسری رات حاضر ہوئے، آپ ﷺ کا دل ان کو دیکھ رہا تھا اور آپ ﷺ کی آنکھیں سو رہی تھیں۔ کیونکہ نبیوں کا سونا ایسا ہی ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں تو سوتی ہیں اور ان کا دل جاگتا ہے لہٰذا ان فرشتوں نے حضور اکرم ﷺ سے کچھ باتیں کیں اور آپ ﷺ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے قریب لے آئے اور جبرئیل خود کار پرداز بنے۔

انہوں نے حضور ﷺ کے سینہ کو گلے سے لے کر دل تک چاک کیا اور سینے اور پیٹ کے اندر سے سب چیزوں کو نکال کر الٹ دیا اور زمزم کے پانی سے تمام سینہ کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا پھر ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا ایک برتن حاضر کیا گیا، اس کو جبرئیل نے آپ کے سینے میں اور حلق تک رگوں میں بھر کر اس کو درست کر دیا اور پھر آسمان دنیا کی طرف لے کر چلے اور اس کے دروازہ کو کھٹکھٹایا، اہل آسمان نے کہا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا جبرئیل! انہوں نے کہا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ (حضرت) محمد ﷺ ہیں! انہوں نے کہا کیا یہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا کہ وہ خوب آئے اور اچھے آئے، ان کی خوشخبری تو تمام اہل آسمان سنتے ہیں اور آسمان والوں کو اس کام کی جو اللہ تعالیٰ زمین میں کرتا ہے خبر نہیں ہوتی ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کسی کی زبانی یعنی جبرئیل کی زبانی ان کو خبر نہ دے دے اور (پہلے ہی) آسمان میں حضور ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی، جبرئیل نے کہا کہ یہ آپ کے والد آدم ہیں، ان کو سلام کیجئے، حضور ﷺ نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہا کہ میرے بیٹے خوب آئے اور اچھے آئے، تم اچھے فرزند ہو، اور وہیں آسمان میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ دو نہریں جاری ہیں، جبرئیل سے دریافت کیا یہ کون سی نہریں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ نیل فرات کا منبع ہے اور پھر جبرئیل آپ ﷺ کو آسمان میں لے کر گئے تو آپ ﷺ نے ایک اور نہر دیکھی جس کے کنارے پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہوئے تھے اور اس کی مٹی پر جب ہاتھ مارا تو معلوم ہوا کہ مشک ہے، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ حوض کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے

آپ کے واسطے رکھ چھوڑی ہے۔

پھر آپ ﷺ کو جبرئیل لے کر دوسرے آسمان پر چڑھے اس کے دروازے پر بھی فرشتوں نے پہلے آسمان کی طرح سوال کیا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا جبرئیل! انہوں نے کہا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا حضرت رسول کریم ﷺ! انہوں نے کہا یہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! انہوں نے کہا خوب آئے اور اچھے آئے۔

پھر تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی جو دوسرے میں ہوئی تھی، پھر چوتھے پر چڑھے اور وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی، پھر پانچویں آسمان پر پہنچے وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی، پھر چھٹے آسمان پر چڑھے وہاں کے فرشتوں نے بھی یہی گفتگو کی، پھر ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں کے فرشتوں نے بھی یہی کیا۔

(راوی کہتے ہیں) ہر آسمان پر نبیوں سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی اور ان کے نام حضرت رسول انور ﷺ نے لئے جن میں سے بعض کے نام مجھے یاد ہیں، مثلاً حضرت ادریس علیہ السلام دوسرے آسمان میں تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام چوتھے میں۔ پانچویں میں کوئی اور (نبی) تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا اور حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے اور موسیٰ ساتویں آسمان پر تھے، اللہ تعالیٰ کے ان سے کلام کرنے کی فضیلت کے سبب سے (اور جب رسول انور ﷺ ان سے بھی آگے بڑھے) تو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ سے) عرض کیا اے پروردگار! میرا یہ خیال تھا کہ مجھ سے اوپر کوئی نہ جائے گا۔

پھر رسول اکرم ﷺ جب اس مقام سے اس قدر آگے گئے کہ اس کی مقدار کو خدا ہی جانتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچے اور پھر اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوئے اور اس قدر نزدیک ہوئے جیسے کمان کے دونوں کونے آپس میں مل جائیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو وحی کرنا تھی وہ وحی کی۔ منجملہ اس کے یہ بھی وحی کی کہ تمہاری امت پر پچاس نمازیں ہر روز و شب میں فرض ہیں۔

پھر رسول انور ﷺ وہاں سے نیچے تشریف لائے یہاں تک کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ کو روک لیا اور کہا اے محمد ﷺ تمہارے

پروردگار نے تم سے کیا عہد لیا ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہر روز و شب میں پچاس نمازیں فرض کی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ تمہاری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے واسطے تخفیف کر دے گا۔ حضرت رسول کریم ﷺ جبرئیل کی طرف مڑے گویا آپ نے ان سے اس بارہ میں مشورہ لینا چاہا کہ ہاں بات تو اچھی ہے اگر آپ چاہیں تو۔ پھر حضور ﷺ جناب باری میں گئے اور اسی اپنی جگہ میں پہنچ کر عرض کیا کہ اے پروردگار! ہم پر تخفیف فرما کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف فرما دیں اور آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے پھر آپ ﷺ کو روک لیا اور پھر حضور ﷺ کو پروردگار کے حضور میں بھیجا۔ غرض کہ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول انور ﷺ کو بھیجتے رہے یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کو روکا اور پھر کہا اے محمد ﷺ میں اپنی قوم بنی اسرائیل کو اس سے بہت کم مقدار کے ساتھ دیکھ چکا ہوں کہ وہ (اس کے بجالانے سے) ضعیف ہو گئے تھے اور اس کو انہوں نے چھوڑ دیا پھر تمہاری امت کے جسم، دل، بدن، آنکھ اور کان ان سے بہت ہی ضعیف ہیں تم پھر جاؤ تمہارا پروردگار اور تخفیف فرما دے گا اور ہر بار رسول اقدس ﷺ جبرئیل کی طرف مشورہ کے واسطے مڑتے تھے اور جبرئیل اس کو برا نہیں سمجھتے تھے، پھر پانچویں مرتبہ جو رسول اقدس ﷺ گئے تو آپ ﷺ نے عرض کیا اے پروردگار! میری امت کے جسم، دل، کان اور بدن سب ضعیف ہیں پس تو ہم پر تخفیف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ! آپ نے فرمایا لبیک وسعدیک، فرمایا میرے یہاں حکم میں تبدیلی نہیں ہوتی، جو میں نے تم پر فرض کیا تھا ام الکتاب (لوح محفوظ) میں وہ ہی لکھا ہوا ہے پس ہر نیکی (کے ثواب میں) دس حصہ ہیں اس حساب سے وہ پچاس ہو گئیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا قسم ہے خدا کی میں نے بنی اسرائیل سے اس سے کم عبادت کا مطالبہ کیا تھا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، تم اپنے پروردگار کے پاس پھر جاؤ، وہ اور تخفیف فرما دے گا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا اے موسیٰ! قسم ہے خدا کی مجھ کو اپنے پروردگار کے حضور میں زیادہ آنے جانے سے شرم آگئی ہے انہوں نے کہا بس تو خدا کا نام لیجئے اور نیچے تشریف

لے جائیے اور پھر آپ ﷺ سونے سے اٹھے تو مسجد حرام ہی میں تھے۔

[بخاری شریف: ۷۰۷۹]

فائدہ:

اس واقعے کے کچھ اور مندرجات ایک دوسری روایت کے حوالے سے ملاحظہ ہوں جسے بعض علماء نے شب معراج ہی کے واقعات میں ذکر کیا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے تھے کہ تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو عرض کر دیتا تھا اور آپ ﷺ خدا کی مشیت کے موافق اس کی تعبیر دے دیتے تھے۔

چنانچہ حسب دستور ایک روز حضور ﷺ نے ہم سے پوچھا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے پاک زمین (بیت المقدس) کی طرف لے گئے، وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور ایک آدمی کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا، کھڑا ہوا آدمی بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں وہ آنکڑا ڈال کر ایک طرف سے اس کا جبڑا چیر کر گدی سے ملا دیتا تھا اور پھر دوسرے جبڑے کو بھی اسی طرح چیر کر گدی سے ملا دیتا تھا، اتنے میں پہلا جبڑا صحیح ہو جاتا تھا اور وہ دوبارہ پھر اسی طرح چیرتا تھا میں نے دریافت کیا یہ کیا بات ہے؟ ان دونوں شخصوں نے کہا آگے چلو، ہم آگے چل دیئے، ایک جگہ پہنچ کر دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا ہے اور ایک اور آدمی اس کے سر پر پتھر لئے کھڑا ہے اور پتھر سے اس کے سر کو کچل رہا ہے، جب اس کے سر پر پتھر مارتا ہے تو پتھر لڑک جاتا ہے اور وہ آدمی پتھر لینے چلا جاتا ہے، اتنے میں اس کا سر جڑ جاتا ہے اور مارنے والا آدمی پھر واپس آ کر اس کو مارتا ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ان دونوں شخصوں نے کہا کہ آگے چلو، ہم آگے چل دیئے، ایک جگہ دیکھا کہ تنور کی طرح ایک گڑھا ہے جس کا منہ تنگ ہے اور اندر سے کشادہ ہے، برہنہ مرد و عورت اس میں موجود ہیں اور آگ بھی اس میں جل رہی ہے

جب آگ (تنور کے کناروں کے) قریب آجاتی ہے تو وہ لوگ اوپر اٹھ آتے ہیں اور باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب آگ فرو ہو جاتی ہے تو سب لوگ اندر ہو جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلو، ہم آگے چل دیئے اور ایک خون کی ندی پر پہنچے جس کے اندر ایک آدمی کھڑا تھا اور ندی کے کنارہ پر ایک اور آدمی موجود تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے، اندر والا آدمی جب باہر نکلنے کے لئے آگے بڑھتا تھا تو باہر والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مار کر پیچھے ہٹا دیتا تھا اور اصلی جگہ تک پہنچا دیتا تھا، دوبارہ پھر اندر والا آدمی نکلنا چاہتا تھا اور باہر والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا تھا اور اصلی جگہ تک پلٹا دیتا تھا دوبارہ پھر اندر والا آدمی نکلنا چاہتا تھا اور باہر والا آدمی اس کے منہ پر مارتا تھا اور اصلی جگہ تک پلٹا دیتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ان دونوں شخصوں نے کہا کہ آگے چلو، ہم آگے چل دیئے۔

ایک جگہ دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے جڑ کے پاس ایک پیر مرد اور کچھ لڑکے موجود ہیں اور درخت کے قریب ایک اور آدمی ہے جس کے سامنے آگ موجود ہے اور وہ آگ جلا رہا ہے میرے دونوں ساتھی مجھے اس درخت کے اوپر چڑھا لے گئے اور ایک مکان میں داخل کیا، جس سے بہتر اور عمدہ میں نے کبھی کوئی مکان نہیں دیکھا گھر کے اندر مرد بھی تھے اور عورتیں بھی، بوڑھے بھی، جوان بھی اور بچے بھی اس کے بعد وہ دونوں ساتھی مجھے اس مکان سے نکال کر درخت کے اوپر چڑھا لے گئے اور وہاں ایک اور مکان میں داخل کیا جس سے بہتر میں نے کبھی کوئی مکان نہیں دیکھا اس میں بھی بڈھے جوان سب طرح کے آدمی تھے آخر کار میں نے کہا کہ تم دونوں نے مجھے رات بھر گھمایا اب جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کی تفصیل تو بیان کرو، انہوں نے کہا کہ اچھا ہم بتاتے ہیں۔

جس شخص کے تم نے گل پھڑے چرتے ہوئے دیکھا تھا وہ جھوٹا آدمی تھا کہ جھوٹی باتیں بنا کر لوگوں سے کہتا تھا اور لوگ اس سے سیکھ کر اوروں سے نقل کرتے تھے یہاں تک کہ سارے جہان میں وہ جھوٹ مشہور ہو جاتا تھا، قیامت تک اس پر یہ عذاب رہے گا اور جس شخص کا سر کچلتے ہوئے تم نے دیکھا ہے اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا کیا تھا

لیکن وہ قرآن سے غافل ہو کر رات کو سو جاتا تھا (تہجد نہ پڑھتا تھا) اور دن کو اس پر عمل نہ کرتا تھا قیامت تک اس پر یہی عذاب رہے گا اور جن لوگوں کو تم نے گڑھے میں دیکھا تھا وہ لوگ زنا کار تھے اور جس شخص کو تم نے خون کی نہر میں دیکھا تھا وہ شخص سود خور تھا اور درخت کی جڑ کے پاس جس بوڑھے مرد کو تم نے بیٹھا دیکھا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ لڑکے لوگوں کی وہ اولادیں تھیں جو بالغ ہونے سے قبل مر گئے تھے اور جو شخص بیٹھا آگ بھڑکا رہا تھا وہ مالک داروغہ دوزخ تھا اور اول جس مکان میں تم داخل ہوئے تھے وہ عام ایمان داروں کا مکان تھا اور یہ مکان شہیدوں کا ہے، اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل علیہما السلام ہیں اب تم اپنا سر اٹھاؤ، میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو میرے اوپر ابر سایہ کئے ہوئے تھا، انہوں نے کہا یہ تمہارا مقام ہے، میں نے کہا کہ مجھے اب اپنے مکان میں جانے دو، انہوں نے کہا کہ ابھی تمہاری مدت حیات باقی ہے عمر پوری نہیں ہوئی ہے، جب مدت زندگی پوری کر چکو گے تو اپنے مکان میں آ جاؤ گے۔ [بخاری شریف: ۱۳۲۰]

فائدہ:

واقعہ معراج جس اہمیت اور عظمت کا حامل ہے وہ محتاج بیان نہیں، قدرے روشنی گزشتہ واقعات سے بھی اس پر پڑی ہے تاہم یہاں تکرار واقعات سے بچتے ہوئے چند باتیں ''معراج'' کی مناسبت سے ذکر کرنا ضروری ہیں۔

۱۔ واقعہ معراج کی کوئی حتمی اور یقینی تاریخ متعین نہیں اگر چہ عوام میں ۲۷ رجب ہی کو ''شب معراج'' کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔

۲۔ واقعہ معراج کی روایات کم از کم پچیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

۳۔ واقعہ معراج کے حوالے سے اس شب میں کوئی مخصوص عبادت یا اگلے دن کا روزہ رکھنا شریعت سے ثابت نہیں گو کہ جائز ہے لیکن یہ ''جائز ہونا'' ایسا ہے جیسے عام دنوں کا روزہ رکھنا جائز ہوتا ہے اس کی کوئی خاص فضیلت نہیں۔

۴۔ معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کے عالم میں جسمانی طور پر ہوئی، بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ معراج خواب میں ہوئی، صحیح نہیں ہے۔

۵۔ معراج کے موقع پر حضور ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ رب العالمین کی زیارت کا لطف اٹھایا اور انشاء اللہ قیامت کے دن ہر مسلمان اس شرف سے فیض یاب ہوگا۔

۶۔ معراج کے موقع پر حضور ﷺ کو جو ''خدائی تحفہ'' نماز کی صورت میں ملا، ہمیں اس کا پس منظر اور پیش منظر دونوں اپنے سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اپنے ادارے کے سربراہ کی طرف سے ملنے والے تحفہ کی ہم جتنی قدر کرتے ہیں کیا اس تحفے کو وہ اہمیت دی؟ جبکہ یہ تو پوری کائنات کے سربراہ، حکمران، فرمانروا اور شہنشاہ کا تحفہ ہے۔

غور کیجئے اور اپنے آپ کو عمل کیلئے تیار کیجئے۔

قصہ نمبر ۵۷: ﴿ستر عورت کی ضرورت﴾

سعید بن حارث روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا کہ میں کسی سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا، ایک رات کو کسی کام کے لئے آنحضرت ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، میرے پاس ایک ہی کپڑا تھا جس کو لپیٹ کر میں نے بھی آپکے ساتھ نماز پڑھی جب آپ ﷺ فارغ ہو گئے تو فرمایا رات کے وقت کیا کام ہے؟ میں نے اپنی ضرورت بیان کی جب میں فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کپڑا کیسا لپیٹا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ ہی ایک کپڑا میرے پاس تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کشادہ ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہ بند باندھ لو۔ (تاکہ ستر عورت ہو جائے۔) [بخاری شریف: ۳۵۴]

فائدہ:

حضور ﷺ کو شرف نبوت کے ساتھ ساتھ اوصاف جہانبانی سے بھی بڑی فراخ دلی سے قدرت نے سرفراز فرما رکھا تھا، آپ ﷺ کے دروازے ہر وقت حاجتمندوں کیلئے

کھلے رہتے تھے، کسی چوکیدار کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی جیسا کہ مذکورہ واقعہ اس کا منہ بولتا ثبوت اور واضح ترین دلیل ہے۔

نیز یہ بات بھی اس واقعہ سے معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے راہ خداوندی میں جن مجاہدات اور صبر آزما حالات کا مقابلہ کیا، یقیناً وہ ان کیلئے رفعت درجات کا سبب ہیں، اگر کسی موقع پر ایک کپڑا ہی جسم پر موجود ہوا تو اس پر بھی صابر وشاکر ہی رہے، حرف شکوہ سے اپنی زبان کو پاک صاف رکھا اور ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کا خطاب پا کر ہمیشہ ہمیش کی کامیابی کے حقدار بن گئے۔

یاد رہے کہ ''ستر عورت'' ہر حال میں فرض ہے اور نماز میں اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے اس لئے اگر ایک ہی کپڑا ہو تو پہلے ستر کو ڈھانپنا ضروری ہے اس کے بعد اگر اس سے جسم کا کچھ حصہ اور بھی ڈھک جائے تو اچھا ہے۔

قصہ نمبر ۵۸: ﴿معصوم برحق صلی اللہ علیہ وسلم﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے قریش کے ساتھ پتھر اٹھا رہے تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہ بند باندھے ہوئے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے کہا کہ اگر تم تہبند کھول کر کاندھے پر پتھروں کے نیچے رکھ لو تو اچھا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول کر کندھوں پر رکھا ہی تھا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اس کے بعد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔

[بخاری شریف: ۳۵۷، ۱۵۰۵، ۳۶۱۷]

فائدہ:

خالق کائنات محافظ کائنات بھی ہے اور اس کی حفاظت کے انداز بڑے نیارے اور نرالے ہیں، وہ دنیائے اسباب کا محتاج نہیں، آگ میں پھینک کر جلانا سب کو آتا ہے لیکن آگ میں ڈال کر بچانا صرف اسی کا کام ہے، چھری سے کاٹنا سب کو آتا ہے لیکن چھری کے نیچے زندگی کی بہاروں کو چھپا دینا صرف اسی کا کام ہے، بھلا وہ کیونکر اس بات کو گوارہ کر سکتا

ہے کہ اس کے حبیب کی شرمگاہ پر کسی کی نظر پڑے۔

گو کہ حضور ﷺ اس موقع پر کم سن تھے لیکن پروردگار عالم کی غیرت کم سن نہ تھی، اس نے اپنے حبیب کو کائنات رنگ و بو کیلئے مکمل نمونہ حیات بنا کر معبوث کرنا تھا اور "اشد حیاءً من العذراء فی خدرھا" کی صفت سے متصف کرنا تھا اس لئے قدرتی طور پر حالات ایسے کر دیئے گئے کہ آپ ﷺ کا جسم برہنہ نہ رہ سکا۔

قصہ نمبر ۵۹: فتح خیبر اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی تو ہم نے اس کے پاس اندھیرے میں نماز فجر ادا کی، اس کے بعد آں حضرت ﷺ اور ابو طلحہ سوار ہوئے میں ابو طلحہ کے پیچھے سوار تھا، آپ ﷺ خیبر کی گلیوں میں پھرنے لگے اور میرا گھٹنہ آپ ﷺ کی ران سے لگتا جاتا تھا آپ ﷺ نے ران سے تہ بند علیحدہ کر دی یہاں تک کہ میری نظر آپ ﷺ کی ران کی سفیدی پر پڑنے لگی۔ جب آپ ﷺ قریہ میں پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور فرمایا خیبر تباہ ہو گیا ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے، یہ ہی الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب لوگ اپنے کاروبار کے لئے نکلے تو کہنے لگے محمد محمد اور ان کا لشکر آ پہنچا۔ آخر کار ہم نے خیبر کو تلوار کے زور پر فتح کیا۔ جب قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیدیوں میں سے ایک باندی مجھے عنایت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ایک باندی لے لو لہٰذا انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا، اتنے میں ایک شخص نے آ کر کہا کہ آپ نے صفیہ کو جو قبیلہ قریظہ اور نضیر کی سردار ہے دحیہ کو بخش دیا حالانکہ وہ آپ کے لائق ہے، آپ ﷺ نے دحیہ کو مع صفیہ کے بلایا اور دیکھ کر فرمایا تم اس کے بجائے کوئی اور لے لو، بعد ازاں آپ ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے اس کا مہر کیا دیا؟

انس رضی اللہ عنہ بولے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آزادی ہی کو مہر قرار دیا۔ اثناء راہ میں ام سلیم نے صفیہ کو آراستہ کر کے اسی رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو حالت عروسی میں اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھا کر فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے، چنانچہ کوئی کھجوریں لایا کوئی گھی لایا۔ راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ ستوؤں کا بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا تھا، اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا حلوا بنایا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

[بخاری شریف: ۳۶۴، ۵۸۵، ۹۰۵، ۲۱۱۵، ۲۱۲۰، ۲۷۳۶، ۲۷۸۴، ۲۷۸۵، ۲۸۲۹، ۳۳۴۷ وغیرہ]

فائدہ:

صاف ستھرے اور مذاق سلیم سے محروم لوگ آج بھی اپنی زبانوں کو ناپاک کرتے رہتے ہیں کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا عطا فرمانے کے بعد واپس کیوں لیا گیا؟ شاید ان کی نظروں سے یہ بات اوجھل ہو گئی کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوتے ہی ان کی قوم کے سارے غلام اور باندیاں آزاد ہو گئیں، شاید وہ اس بات کو بھول گئے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سردار کی بیٹی تھیں اور ان کا شوہر سردار ہونا ہی ”جوڑ“ کا سبب بن سکتا تھا۔ شاید انہیں قبائلی تعلقات اور اسلام کی عالمگیریت سے ناواقفیت رہی ہے ورنہ کم از کم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات کو چھوڑ دیا ہوتا۔ وائے افسوس! کہ قوم کہاں جا رہی ہے؟

قصہ نمبر ۶۰:

﴿ایک منقش چادر﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک منقش چادر پہن کر نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس کے نقشوں پر پڑ جاتی تھی اس لئے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا یہ چادر ابو جہم کو دے آؤ اور اس کا موٹا کمبل مجھے لا دو کیونکہ اس کے نقش و نگار نے مجھ کو ابھی نماز سے غافل کر دیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی منقول ہے کہ آں

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کے نقش ونگار کو دیکھ رہا تھا لہٰذا مجھ کو فتنہ میں پڑنے کا خوف ہو گیا۔

فائدہ:

مسلمان جب تک اپنی دنیاوی زندگی میں سادگی پسند اور مشقت برداشت کرنے کے عادی رہے، کائنات کی حکمرانی ان کے گھر کی لونڈی بنی رہی اور جوں ہی ان کی زندگی سے سادگی اور مجاہدہ رخصت ہوا، امامت وسیادتِ کائنات کا منصب رفیع بھی اسی دن رخصت ہو گیا۔

نیز عبادت میں خشوع وخضوع کی اہمیت بھی اس واقعہ سے واضح ہوتی ہے جس سے ہماری نمازیں رفتہ رفتہ اس غیر محسوس انداز میں خالی ہوتی جارہی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، پڑھیے! سوچئے اور عمل کی فکر کیجئے۔

قصہ نمبر ۶۱: ﴿شاہانِ ممالک کی یہ حیثیت کہاں؟﴾

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ چمڑے کا سرخ لباس پہنے ہیں، بلال رضی اللہ عنہ وضو کا پانی لئے کھڑے ہیں، اور لوگ باہم پیش دستی کررہے ہیں، چنانچہ جسے حضور ﷺ کے وضو کا استعمال کردہ پانی مل جاتا تھا، وہ اس کو مل لیتا تھا اور جسے نہیں ملتا تھا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لیتا تھا، میں نے بلال کو دیکھا کہ ان کے پاس ایک نیزہ تھا جس کو انہوں نے گاڑ دیا تھا، آخر کار آنحضرت ﷺ سرخ کپڑے پہن کر تشریف لائے، آپ ﷺ کا تہ بند پنڈلیوں سے اونچا تھا، آپ ﷺ نے اس نیزہ کی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور آدمی اور جانور نیزے کے آگے سے نکل رہے تھے۔

فائدہ:

رات کا وقت، چاند اپنی چاندنی بکھیرنے میں مصروف، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کی تیاری میں مصروف اور حسینوں کے حسین، اماموں کے امام مصلی امامت پر جلوہ افروز، محسوس

ہوتا تھا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ہمہ تن گوش متوجہ ہو کر آپ ﷺ کی قرأت دلربا کو سن رہا ہے، فراغت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں بیٹھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدا کے چاند اور زمین و آسمان کے چاند میں تقابل کرنے لگے بھلا ''چہ نسبت خاک را بعالم پاک'' فیصلہ کر لیا کہ اس چاند کو جو چاندنی ملی ہے، ہمارے اس چاند کا صدقہ ہے، ورنہ یہ بے چارہ نور سے محروم رہ جاتا اور مجھے یہ احساس بھی دامن گیر ہے کہ اپنے آپ کو شہنشاہ، بادشاہ اور صدر کہلانے والے اپنے بارے میں اس قدر خوش فہمی کا شکار کیوں ہیں؟ کاش! کوئی یہ واقعہ بھی انہیں سنائے۔

قصہ نمبر ۶۲:

منبر نبوی ﷺ

ابو حازم بن دینار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں میں باہم اختلاف ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا منبر کس لکڑی کا بنا ہوا تھا؟ چنانچہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سب لوگ حاضر ہوئے اور اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت سہل بولے خدا کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ منبر کسی لکڑی کا بنا ہوا تھا جس روز پہلی بار منبر مسجد میں لا کر رکھا گیا اور حضور ﷺ اول مرتبہ اس پر رونق افروز ہوئے تو میں دیکھ رہا تھا، واقعہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت کو کہلا بھیجا کہ اپنے بڑھئی غلام کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میرے لئے وہ ایک منبر تیار کر دے جس پر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے میں خطبہ پڑھا کروں، حسب الحکم اس عورت نے غلام کو منبر بنانے کا حکم دیا، غلام نے غابہ نامی جنگل کی جھاؤ کی لکڑی سے منبر تیار کیا اور عورت کو لا کر دے دیا اس عورت نے منبر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا، حضور ﷺ نے اس کو نصب کرنے کا حکم دیا اور حسب الامر اس کو ایک جگہ رکھ دیا گیا، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے منبر پر تشریف لے جا کر تکبیر کہی اور رکوع کیا پھر منبر سے اتر کر منبر کی جڑ کے پاس سجدہ کیا پھر دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے جب نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا لوگوں میں نے یہ فعل اس لئے کیا کہ تم میری پیروی کرو اور میری نماز سیکھ لو۔ [بخاری شریف: ۳۷۰، ۴۴۷، ۸۷۵، ۱۹۸۸، ۲۴۳۰]

☆☆☆

فائدہ:

بعض روایات کے مطابق اس عورت نے خود فرمائش کی تھی کہ اگر حضور ﷺ اجازت عطا فرمادیں تو میں اپنے غلام سے آپ کیلئے ایک منبر بنوانا چاہتی ہوں بہر حال! واقعہ کچھ بھی ہو، مجھے تو اس ''تنے'' کی قسمت پر رشک آتا ہے جو اس منبر کی تیاری سے قبل آپ ﷺ کیلئے سہارے کا سبب بنتا تھا، منبر بننے کے بعد کھجور کے اس تنے نے آقا کی جدائی کو برداشت کرنے کا حوصلہ اپنے اندر نہ پایا اور چھوٹے بچوں کی طرح بلک بلک کر رونا شروع کر دیا، سرکار دو عالم ﷺ چلتے ہوئے اس کے پاس تشریف لائے، سینے سے لگایا اور تسلی دی تب کہیں جا کر اس کا رونا دھونا ختم ہوا، آپ کیا سمجھے؟ یہ کوئی انسان تھا؟ ہرگز نہیں! کھجور کا ایک بے جان اور بے زبان تنا تھا لیکن اس سے اپنے آقا کی جدائی برداشت نہ ہو سکی، کیا ہم انسان ہوتے ہوئے اپنے آقا کی سنتوں سے اعراض کر کے بے جان چیزوں سے بھی اپنے آپ کو گیا گزرا ہوا ثابت نہیں کر رہے؟ کیا ہم شعور و آگہی کی ابجد سے بھی ناواقف ہو گئے؟ کیا ہم میں کھجور کے تنے جیسا احساس بھی نہیں رہا؟

قصہ نمبر ۶۳: ﴿واقعہ ایلاء﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ گھوڑے سے گر گئے اور آپ ﷺ کی پنڈلی یا مونڈھے کا گوشت چھل گیا، اس زمانہ میں آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا (یعنی قسم کھالی تھی کہ ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا) اور آپ ﷺ ایک بالا خانہ پر رہنے لگے، جس کی سیڑھیاں کھجور کی تھیں جب آپ ﷺ کے اصحاب عیادت کو آئے تو آپ ﷺ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ لوگ کھڑے تھے۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے؟ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم کو بھی رکوع کرنا چاہئے اور جب وہ سجدہ کرے تو تم کو سجدہ کرنا چاہئے، اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اس کے بعد آپ ﷺ انتیسویں تاریخ کو اس بالا خانے سے

اتر آئے، لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی آپ نے جواب میں فرمایا کہ مہینہ کبھی ۲۹ کا بھی ہوتا ہے۔

[بخاری شریف: ۱/ ۳۷، ۶۵۷، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۷۲، ۱۰۶۳، ۸۱۲ وغیرہ]

فائدہ:

سیرت اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اسے ''واقعہ ایلاء'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی مزید تفصیل بخاری شریف ہی سے ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے مدت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات دریافت کرنے کی آرزو رہی کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں وہ دو بیویاں کون سی تھیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ''ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما'' فرمایا تھا، لیکن ہیبت کے مارے میں دریافت نہ کرسکتا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار حج کیا اور میں نے بھی ان کے ساتھ حج کیا (واپسی میں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک طرف کو (راستے میں) مڑ گئے، میں بھی ان کے ساتھ مڑ گیا اور ایک لوٹا ساتھ لیتا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رفع حاجت کر کے آئے، میں نے ہاتھوں پر پانی ڈالا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کیا، اس وقت میں نے کہا امیر المومنین! رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں وہ دو عورتیں کون تھیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے'' ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما'' فرمایا ابن عباس! تعجب ہے (تم کو یہ بات بھی معلوم نہیں) وہ دونوں عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرنی شروع کی۔

فرمایا میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ بنی امیہ کے محلہ میں عوالی مدینہ میں رہتے تھے اور باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک روز وہ جاتا تھا اور ایک روز میں جاتا تھا، میں جب جاتا تھا تو وحی وغیرہ جو واقعات اس دن کے ہوتے تھے، ان کی خبر اس کو آ کر دیتا تھا اور وہ جاتا تھا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا تھا، ہم چونکہ گروہ قریش سے تعلق رکھتے تھے اس لئے عورتوں پر غالب رہتے تھے، لیکن انصار کے پاس پہنچے تو دیکھا

کہ ان کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں، انصار کی عورتوں کی دیکھا دیکھی ہماری عورتیں بھی انہی کی عادات وخصائل اختیار کرنے لگیں۔

ایک روز میں اپنی بیوی پر چلایا، اس نے لوٹ کر مجھے جواب دیا، مجھے اس کا جواب دینا ناگوار ہوا، وہ کہنے لگی تم کو میرا جواب دینا کیوں ناگوار گزرا؟ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی بیویاں بھی تو حضور ﷺ کو جواب دیتی ہیں اور بعض عورتیں تو رسول اللہ ﷺ سے دن دن بھر علیحدہ رہتی ہیں (بات نہیں کرتیں) مجھے یہ بات سن کر ایک خوف پیدا ہوا اور میں نے اس سے کہا رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے جس نے ایسا کیا وہ خراب ہوئی۔

اس کے بعد میں اپنے سب کپڑے پہن کر گیا اور اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے جا کر کہا کیا تم میں سے کوئی عورت دن دن بھر رسول اللہ ﷺ کو ناراض رکھتی ہے؟ حفصہ نے کہا ہاں! میں نے کہا تو خراب ہوئی، کیا رسول اللہ ﷺ کو ناراض کر کے خدا کے غضب سے بے خوف رہ سکتی ہو؟ تو ہلاک ہو، رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نہ مانگا کر، اور نہ کسی چیز میں حضور ﷺ سے تکرار اور مقابلہ کیا کر، اور نہ کبھی حضور ﷺ سے ترک کلام کیا کر باقی جس چیز کی تجھ کو ضرورت ہو، مجھ سے طلب کر لیا کر، تجھ کو اس بات سے دھوکا نہ کھانا چاہئے کہ تیری سوکن (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کی چہیتی اور تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس زمانہ میں ہم باہم گفتگو کیا کرتے تھے کہ غسان کا بادشاہ اپنے گھوڑوں کے نعل بندھوا رہا ہے تا کہ ہم سے جنگ کرے، ایک روز میرا دوست انصاری اپنی باری کے دن گیا اور عشاء کے وقت واپس آ کر میرے دروازہ کو زور زور سے کوٹا اور آواز دی کوئی ہے؟ میں گھبرا کر باہر نکلا، انصاری نے کہا آج ایک بڑا واقعہ ہو گیا، میں نے کہا کیا شاہ غسان آ گیا؟ کہنے لگا نہیں! اس سے بھی بڑا اور خوفناک واقعہ ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ سن کر فوراً میں نے کہا حفصہ نقصان وخسارہ میں ہو گئی، مجھے تو اس کا پہلے ہی سے خطرہ تھا۔ اس کے بعد میں کپڑے پہن کر گیا اور فجر کی نماز

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی، نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ تو اپنے بالا خانہ پر چلے گئے جہاں گوشہ خلوت میں رہتے تھے اور میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلا گیا۔

حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں میں نے کہا کیوں روتی ہے؟ کیا میں نے تجھ کو پہلے سے متنبہ نہیں کر دیا تھا؟ کیا تم سب کو رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی؟ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے نہیں معلوم! رسول اللہ ﷺ خود سامنے والے بالا خانہ میں گوشہ پسند ہو گئے ہیں۔ میں وہاں سے نکل کر منبر کے پاس آیا منبر کے آس پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے جن میں سے بعض آدمی رو رہے تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا، لیکن تشویش غالب ہوئی تو اس بالا خانہ کے پاس آیا جس میں رسول اللہ ﷺ موجود تھے، میں نے حضور ﷺ کے حبشی غلام سے کہا حضور ﷺ سے میرے باریاب ہونے کی اجازت طلب کرو، غلام نے اندر جا کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کر دیا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر جواب دیا کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا مگر آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، میں یہ سن کر لوٹ آیا اور انہی لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا جو منبر کے پاس بیٹھے تھے لیکن پھر تشویش غالب ہوئی تو جا کر غلام سے کہا کہ عمر کے باریاب ہونے کی حضور ﷺ سے اجازت طلب کرو۔ غلام نے اندر جا کر کچھ دیر کے بعد واپس آ کر کہہ دیا کہ میں نے حضور ﷺ سے تمہارا تذکرہ کیا لیکن حضور ﷺ اب بھی خاموش رہے ہیں، میں یہ سن کر لوٹ آیا اور پھر ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا جو منبر کے پاس بیٹھے تھے لیکن پھر تشویش غالب ہوئی تو جا کر غلام سے کہا میرے بازیاب ہونے کے لئے حضور ﷺ سے اجازت طلب کرو، غلام نے اندر جا کر تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر کہہ دیا کہ میں نے تمہارا تذکرہ کیا تھا لیکن حضور ﷺ خاموش رہے۔ میں نے یہ سن کر واپس آنے کے لئے پشت پھیری ہی تھی کہ غلام نے بلایا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے تم کو اجازت دے دی۔

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور ﷺ اس وقت ایک ننگی چٹائی پر چمڑے کا تکیہ لگائے لیٹے تھے، تکیہ کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور بدن مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، میں نے سلام کر کے کھڑے کھڑے عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ! کیا حضور ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ حضور ﷺ نے میری طرف نظر اٹھا کر فرمایا نہیں میں نے کہا اللہ اکبر! پھر میں نے کھڑے کھڑے رسول اللہ ﷺ کو مانوس بنانے کے لئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرمائیے! ہم گروہ قریش عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے لیکن جب مدینہ میں آئے تو دیکھا کہ ان لوگوں پر ان کی عورتیں غالب ہیں، رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیے، پھر میں نے عرض کیا حضور ﷺ ملاحظہ فرمائیے! میں حفصہ کے پاس گیا تھا اور اس سے کہا تھا تجھے اس بات سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ تیری سوکن (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کی چہیتی ہے، یہ سن کر رسول پاک ﷺ دوبارہ مسکرائے، حضور ﷺ کو دوسری بار مسکراتے دیکھ کر میں بیٹھ گیا اور کمرہ کے اندر نظر اٹھا کر دیکھا تو کوئی چیز جاذب نظر دکھائی نہ دی، صرف تین کچی کھالیں رکھی تھیں، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کی امت کو فراخی عطا فرمائے، کیونکہ ملوک فارس و روم کو تو بڑی دولت عطا ہوئی ہے اور تمام دنیا ان کو مل گئی ہے، حالانکہ وہ خدا کی پرستش کرتے ہی نہیں ہیں، حضور ﷺ نے اس وقت تکیہ لگائے ہوئے فرمایا ابن خطاب! کیا تجھے کچھ شک ہے، ان لوگوں کو تو دنیوی زندگانی میں تمام عمدہ چیزیں دے دی گئی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعاء مغفرت فرمائیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس قصہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ گوشہ نشین ہو گئے تھے کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا راز کہہ دیا تھا اور حضور ﷺ نے فرمادیا تھا کہ میں ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ پر عتاب کیا تھا، اس غم کی وجہ سے آپ ﷺ نے ایک ماہ تک عورتوں کے پاس جانے کا عہد کر لیا تھا، جب ۲۹ دن گزر گئے تو سب سے پہلے آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی اور میں برابر شمار کر رہی ہوں، ۲۹ راتیں گزریں، فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے چنانچہ وہ مہینہ ۲۹ دن کا ہی تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی اور سب سے پہلے حضور ﷺ نے مجھ سے استفسار فرمایا اور فرمایا میں تم سے ایک بات کہتا ہوں لیکن جواب دینے میں جلدی نہ کرنا پہلے اپنے والدین سے پوچھ لو اور حضور ﷺ واقف تھے کہ میرے والدین مجھے حضور ﷺ سے جدا کرنے کو پسند نہیں کریں گے، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ "اے نبی کی بیویو! اگر تم دنیا کا عیش اور مزا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو بہترین سروسامان دے کر رخصت کردوں اور اگر تم خدا اور رسول اور روز آخرت کی خواستگار ہو تو خدا تعالیٰ نے نیک عورتوں کے لئے بہترین سامان تیار کر ہی رکھا ہے" میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا اس معاملہ میں میں اپنے والدین سے صلاح لوں؟ میں خدا اور رسول اور آخرت کی خواستگار ہوں اس کے بعد حضور ﷺ نے تمام بیویوں کو اختیار دیا اور سب نے میری طرح جواب دیا۔

[بخاری شریف: ۲۳۳۶، ۴۶۲۹، ۴۶۳۱، ۱۹۹۵، ۴۹۲، ۵۵۵، ۶۸۲۹، ۶۸۳۵]

فائدہ:

اس واقعے کے ضمن میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات نے خرچ کی تنگی کا شکوہ کر کے حضور ﷺ سے نان ونفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا تھا لیکن مجھے ان کی رائے سے کبھی اتفاق نہیں ہو سکا کہ حضور ﷺ کی بیویاں اور خرچ کی تنگی کی شکایت؟ بالخصوص جبکہ حضور ﷺ سال کے آغاز ہی میں تمام ازواج مطہرات کو پورے سال کا خرچ دیدیتے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ ازواج مطہرات "حریم نبوت" تھیں، حضور ﷺ کی رفاقت اور ہم نشینی ان کیلئے سرمایہ افتخار تھی اور وہ اس میں آپ ﷺ سے بہت کچھ سیکھتی تھیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت، عبادت، معاملات اور معاشرت، اعتقادات واخلاقیات، صبر وشکر، توکل وقناعت، ہمت وشجاعت، عزت نفس اور سخاوت کا سبق انہوں نے حضور ﷺ سے ہی لیا تھا اسی لئے جہاں وہ عبادت کر کے اپنے رب کو راضی کیا کرتی تھیں، وہاں سخاوت میں بھی ان کا ہاتھ تنگ نہ تھا۔

اسی بناء پر بعض مرتبہ ان کے پاس سائل کو دینے کیلئے کچھ بھی نہیں رہتا تھا جس کا احساس انہیں شدت سے ہوتا تھا، اس لئے انہوں نے حضور ﷺ سے سالانہ خرچ میں اضافے کی درخواست کی لیکن چونکہ یہ بظاہر ''دنیا'' میں اضافے کی درخواست تھی اور پیغمبر دنیا اور اس کے اضافے کا خواہاں نہیں ہوا کرتا اس لئے یہ درخواست طبیعت پر گراں گزری اور ازواج سے یکسو ہو کر ایک مہینے کیلئے ایک بالا خانے میں فروکش ہو گئے۔

غور تو کیجئے! کہ حضور ﷺ ۲۹ دن گزرنے کے بعد بالا خانے سے اترتے ہیں، صدیق کی بیٹی صدیقہ کے پاس تشریف لاتے ہیں تو وہ ''ناز'' میں آ کر کہتی ہیں کہ آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی اور ابھی مہینہ پورا ہونے میں ایک دن باقی ہے؟ اب اگر کوئی ''محروم'' یہ کہنا شروع کر دے کہ دیکھو جی! عائشہ کو حضور ﷺ کا اپنے پاس آنا گوارا نہیں ہوا تو اس کی یہ سوچ غلط اور قابل اصلاح ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس پر کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ان کا ناز نخرہ اٹھایا اور فرمایا بھئی! مہینہ کبھی ۲۹ کا بھی تو ہوتا ہے۔

قصہ نمبر ۹۴:

﴿سعی کی ضرورت﴾

حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص عمرہ میں طواف کعبہ کرنے کے بعد صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے سے قبل صحبت کر لے تو کیا حکم ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور اقدس ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو اول آپ ﷺ نے سات بار کعبہ کا طواف کیا پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی تمہارے لئے بہترین راہ عمل ہے، عمرو کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہی مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے قبل کوئی شخص، عورت سے قربت نہیں کر سکتا۔

[بخاری شریف: ۳۸۷، ۱۵۴۴، ۱۵۴۷، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۷۰۰]

☆☆☆

فائدہ:

حج جہاں ایک عاشقانہ عبادت ہے وہیں مجاہدانہ ریاضت بھی ہے، انسان اپنی تمام تر خواہشات کو پس پشت ڈال کر فقیروں والے لباس میں "لبیک" کے ترانے بلند کرتا ہوا اپنے گناہوں کی معافی کی امید میں دربار خداوندی پر ڈیرہ ڈال دیتا ہے اور عورت اور دولت دونوں سے اپنے آپ کو بے نیاز کر لیتا ہے، پروردگار بھی کیسا قدر دان ہے کہ حج سے فراغت کے بعد اسے گناہوں اور لغزشوں سے ایسے پاک صاف فرما دیتا ہے گویا کہ اس نے ماں کے پیٹ سے ابھی جنم لیا ہو، شرط صرف اتنی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے نقوش قدم پر چلنا اپنے لئے سعادت سمجھے۔

قصہ نمبر ۶۵:

﴿کعبہ میں کعبہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ردیف بنائے ہوئے مکہ کے بالائی حصہ سے تشریف لائے، اس وقت عثمان بن طلحہ حاجب کعبہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہم رکاب تھے، حضور ﷺ نے مسجد حرام میں اونٹ کو بٹھایا اور عثمان رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی کنجی لانے کا حکم دیا، کعبہ کھولا گیا اور حضور والا بلال رضی اللہ عنہ، اسامہ رضی اللہ عنہ، اور عثمان رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لئے کعبہ میں داخل ہوئے اور بہت دیر تک اندر ٹھہرے رہے، جب کافی دیر کے بعد باہر تشریف لائے تو لوگ کعبہ میں داخل ہونے کے لئے دوڑے، سب سے پہلے میں داخل ہوا، میں نے دیکھا کہ بلال دروازہ کے پیچھے کھڑے ہیں، میں نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ بلال رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر دیا، لیکن میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ حضور ﷺ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔ [بخاری شریف: ۳۸۸، ۴۵۶، ۴۸۲، ۴۸۴، ۱۱۱۴، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۲۸۲۶، ۴۰۳۸، ۴۱۳۹]

فائدہ:

بخاری شریف کی بعض دوسری روایات میں حضور ﷺ کا خانہ کعبہ کے اندر دو رکعتیں پڑھنا منقول ہے، اور ان میں "جائے نماز" کی تعیین کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے کہ

آپ ﷺ نے یہ دو رکعتیں خانہ کعبہ کے بائیں جانب واقع دوستونوں کے درمیان میں پڑھی تھیں اور دو رکعتیں ہی کعبہ سے نکل کر اس کے سامنے پڑھی تھیں۔ وہ کیسا سہانا دن تھا کہ کعبہ میں کعبہ کا کعبہ داخل ہوا، اپنے پرکیف سجدوں سے اسے رونق بخشی اور اسے سمجھا دیا کہ اگر کل کائنات تمہاری طرف رخ کر کے سجدہ کرنے لگے تو اپنے آپ کو کچھ سمجھنے نہ لگنا، تم اگر لوگوں کیلئے کعبہ ہو تو میں تمہارے لئے کعبہ ہوں اور اپنے آپ کو پروردگار عالم کا ایک بندہ سمجھتا ہوں۔

قصہ نمبر ۶۶: ﴿میں بھی انسان ہوں﴾

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی، ابراہیم کہتے ہیں کہ اس کا مجھے خیال نہیں رہا کہ کم پڑھی یا زیادہ؟ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا کیا نماز میں کوئی نیا حکم آ گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟ لوگوں نے واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے فوراً اپنے پاؤں پھیر کر استقبال قبلہ کیا اور دو سجدے کر کے سلام پھیر دیا پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی ایسا حکم ہوتا تو میں تم کو پہلے بتا دیتا لیکن میں بھی تمہاری ہی طرح انسان ہوں اور جیسا تم کو نسیان ہو جاتا ہے ویسا ہی مجھ کو بھی ہوتا ہے۔ جب میں بھول جایا کروں تو مجھ کو یاد دلا دیا کرو اور جب کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو وہ سوچ کر غالب گمان پر نماز تمام کرے اور پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔ [بخاری شریف: ۳۹۲، ۳۹۶، ۱۱۶۸، ۶۲۹۴، ۶۸۲۲]

فائدہ:

اس واقعہ کی تفصیل بخاری شریف ہی کے حوالے سے مزید ملاحظہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم کو دوپہر کی نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی (ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز کا نام بھی لیا تھا لیکن میں بھول گیا) اور اس میں آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا اور مسجد میں ایک لکڑی رکھی تھی جس پر آپ ﷺ نے تکیہ لگایا اس وقت آپ ﷺ غضب

ناک معلوم ہوتے تھے پھر آپ ﷺ نے سیدھا ہاتھ بائیں پر رکھا اور انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال لیا اور داہنا رخسار بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا، جلد باز لوگ مسجد کے دروازے سے نکل گئے اور کہنے لگے کہ نماز کم ہوگئی، حاضرین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، مگر ان کو کلام کرنے کی جرات نہ ہوئی لیکن ایک شخص جس کے ہاتھ لمبے تھے اور اس کو ذوالیدین کہا جاتا تھا، بولا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہوگئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی ہوتی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کیا واقعی ایسا ہوا ہے لوگوں نے کہا ہاں! چنانچہ آپ ﷺ نے بقیہ نماز ادا کر کے سلام پھیرا اور تکبیر کہی اور معمول کے مطابق یا اس سے کچھ طویل سجدہ کیا اس کے بعد سر اٹھا کر تکبیر کہی اور سلام پھیر دیا۔ [بخاری شریف: ۴۶۸ وغیرہ]

تنبیہ:

یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے اس واقعہ پر عمل کرتے ہوئے موجودہ دور میں دوران نماز کلام کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

قصہ نمبر ۶۷:

﴿عمر کی کتنی عمر ہے؟﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔

(۱) میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! اگر آپ مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کرلیں تو کتنا اچھا ہو؟ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى“ (۲) میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک چلن اور بدچلن سبھی قسم کے آدمی آتے ہیں، اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم دے دیں تو بہتر ہے اس پر خدا تعالیٰ نے پردہ والی آیت نازل فرمائی۔

(۳) مجھے خبر ملی تھی کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعض بیویوں سے ناراض ہیں، میں ان بیویوں کے پاس گیا اور کہا اگر تم (اپنی حرکتوں سے) باز آجاؤ تو بہتر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ

اپنے رسول کو تم سے بہتر عورتیں تمہارے بدلے میں عنایت فرمائے گا، ایک بیوی کے پاس جو میں گیا تو انہوں نے کہا عمر! کیا رسول اللہ ﷺ خود اپنی بیویوں کو نصیحت نہیں کر سکتے کہ تم نصیحت کرنے آئے ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد آیت ذیل نازل فرمائی "اگر وہ تم کو طلاق دے دیں تو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ تم سے بہتر مسلمان عورتیں ان کو تمہارے عوض میں عطا فرما دے۔" [بخاری شریف: ۳۹۳، ۳۹۴، ۴۲۱۳، ۴۵۱۲، ۴۶۳۲]

فائدہ:

"موافقات عمر" کو تفسیر و اصول تفسیر میں جو اہمیت حاصل ہے اصول تفسیر کے ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم پر عیاں اور واضح ہے، جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیلئے طرۂ امتیاز اور باعث صد افتخار ہے اور ہمیشہ علماء کرام نے اس کے ساتھ خصوصی توجہ کا معاملہ کیا ہے اور "موافقات عمر" پر کتابیں لکھی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان" میں ان آیات کو جمع کیا ہے جو حضرت عمرؓ کی دلی خواہش کے مطابق قرآن کریم کی آیت بن کر نازل ہوئیں، ایسی آیات کی تعداد کم و بیش بائیس کے قریب ہے۔ مزید تفصیل کے لئے "الاتقان" ملاحظہ فرمائیے۔

قصہ نمبر ۶۸: ﴿یہ بھی ایک ادب ہے﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبلہ کی جانب ناک کی رطوبت پڑی دیکھی، جس سے آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچی اور اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرے پر معلوم ہوتا تھا اور آپ ﷺ نے اٹھ کر اس کو ہاتھ سے دور کیا اور فرمایا جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے یا یہ فرمایا کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان اس کا رب ہوتا ہے لہٰذا کوئی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکے، بلکہ بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکے پھر آپ ﷺ نے چادر کا کنارہ لے کر اس میں تھوک کر اس کو مل ڈالا اور فرمایا یا پھر اس طرح کر لیا کرے۔

[بخاری شریف: ۳۹۷، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۷، ۵۰۸، ۱۱۵۶، ۲۲۸، ۵۰۹]

فائدہ:

اسلامی تعلیمات اور آداب زندگی ایسے لازوال، شاندار اور شاہکار اصولوں پر مبنی ہیں جو معاشرے کو "جنت نظیر" بنانے کیلئے کافی سے زیادہ ہیں لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہم ہر وقت غیروں کی اچھائی اور اپنوں کی برائی تلاش اور بیان کرنے کی جستجو میں رہتے ہیں، ہم ہر اچھے کام کی نسبت مغرب کی طرف کرنا اپنے ساتھ لازم سمجھتے ہیں، ہر برائی ہماری نظروں میں تعلیمات اسلامی سے وجود پذیر ہوتی ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ اسلام نے ہمیں تھوک چھینکنے تک کے آداب سکھائے ہیں، استنجاء کرنے کا طریقہ اور اس کے آداب کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز کے متعلق ہماری رہنمائی فرمائی ہے، ضرورت کیا ہے؟ میں بھی سمجھتا ہوں اور آپ بھی واقف ہیں آیئے! اس واقفیت کو عمل کی قوت میں تبدیل کریں۔

قصہ نمبر ۶۹: اپنی مدد آپ کے تحت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو مسجد میں ڈال دو، اور یہ مال بہ نسبت اور مالوں کے زائد تھا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے اور اس کی طرف کچھ التفات نہ کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو اس کے پاس بیٹھ گئے اور جس کسی کو دیکھتے، اس کو کچھ مال دے دیتے اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بھی عنایت فرمایئے کیونکہ میں نے اپنا اور عقیل کا بدر میں فدیہ دیا تھا (یعنی میں اس کے سبب قرض دار ہوں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا چاہو، لے لو، لہٰذا انہوں نے اپنے کپڑے میں لے لیا پھر اس کو اٹھانا چاہا لیکن نہیں اٹھ سکا، تو انہوں نے کہا کہ آپ کسی سے اٹھانے کے لئے فرما دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! پھر انہوں نے کہا کہ آپ خود اٹھوا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! تو عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے اور کم کر کے اس کو اٹھا کر کاندھے پر رکھا اور چل دیئے اور آنحضرت

ﷺ ان کی حرص سے متعجب ہو کر ان کو جب تک کہ وہ نظروں سے پوشیدہ نہیں ہو گئے دیکھتے رہے، بعد ازاں آنحضرت ﷺ اس وقت وہاں سے اٹھے جب ایک درہم بھی باقی نہیں رہا۔[بخاری شریف:۴۱۱،۲۸۸۴،۲۹۹۴]

فائدہ:

غزوۂ بدر اسلام کی فتح اور کفر کی شکست کا تاریخ ساز دن تھا جس نے حق و باطل کے درمیان حد فاصل قائم کر کے نسبی رشتوں کو توڑ کر تمام مسلمانوں کو ''اخوت ایمانی'' کے آہنی پنجے میں جکڑ دیا تھا، عم رسول ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی عقیل کی گرفتاری اس کا منہ بولتا ثبوت تھا جس سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی کل جمع پونجی خرچ کرنا پڑی لیکن زر فدیہ مہیا نہ ہو سکا، مجبوراً قرض لینا پڑا۔

قبول اسلام کے بعد ادائیگی قرض کی فکر دامن گیر ہوئی، مال بحرین سے حصہ وصول کرنے کیلئے بارگاہ نبوی میں پہنچے اور مذکورہ واقعہ پیش آیا، اسے ''حرص و طمع'' کی آڑ میں سمجھنے سے زیادہ ایک غریب اور مقروض کے حالات کے پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے تا کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہماری زبان سے کوئی ایسا جملہ نہ نکل جائے جو ان کی شایان شان نہ ہو۔

قصہ نمبر ۷۰: ﴿یہ ایک اور معجزہ ہوا﴾

ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا (زوجہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ) سے جا کر کہا آج میں نے حضور ﷺ کی آواز سنی تو آواز کچھ کمزور معلوم ہوئی، معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بھوک کا شکار ہیں، کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا جی ہاں! جو کی چند ٹکیاں ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ کہہ کر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دو ٹکیاں نکالیں اور اپنا دوپٹہ اتار کر اس کے دامن میں روٹیاں لپیٹ کر میرے ہاتھ کے نیچے چھپا دیں اور دوپٹہ کا باقی حصہ میرے اوپر ڈال دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں روانہ کر دیا، میں روٹیاں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اور کچھ آدمی اور بھی بیٹھے ہوئے تھے، میں جا کر کھڑا ہو گیا، حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا کچھ کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اٹھو چلو۔

حسب الحکم لوگ اٹھ کر چل دیئے، میں سب کے ساتھ تھا (حضور ﷺ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے) میں نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا حضور ﷺ تشریف لے آئے، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو سب آدمیوں کو ہمراہ لے کر تشریف لے آئے اور ہمارے پاس کھلانے کو کچھ ہے نہیں؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا خدا اور اس کا رسول ﷺ خود خوب واقف ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے استقبال کے لئے نکل آئے اور رسول اللہ ﷺ مع ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس موجود ہو لاؤ، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے وہی روٹیاں حاضر کر دیں، حسب الحکم روٹی کے ٹکڑے کئے گئے اور ام سلیم نے کپی نچوڑ کر (گھی کو) سالن کی طرح ملایا، حضور ﷺ نے بحکم خدا جو (دعا) کرنا چاہی روٹی کے متعلق کی، پھر (ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے) فرمایا دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دی، جب وہ کھا چکے اور سیر ہو کر چلے گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا دس آدمیوں کو اور اجازت دو، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں کو اور اجازت دے دی اور وہ بھی کھا کر سیر ہو کر چلے گئے۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا دس کو اور بلاؤ، حسب الحکم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی بلایا اور وہ بھی کھا کر سیر ہو کر چلے گئے، حضور ﷺ نے پھر فرمایا دس کو اور بلاؤ۔ خلاصہ یہ کہ سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے اس وقت سب لوگ ستر، اسی تھے۔ [بخاری شریف: ۴۱۲، ۳۳۸۵۰، ۵۰۶۶، ۵۱۳۵]

فائدہ:

شاید آپ کو یاد آ گیا ہو کہ یہ "انس" وہی خادم مصطفیٰ ﷺ ہیں جنہیں دس سال کی عمر سے لیکر بیس سال کی عمر تک حضور ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل رہا ہے، اس خدمت

نے جہاں ان میں سنجیدگی پیدا کر دی تھی وہیں وہ مزاج شناس نبوت بھی ہو گئے تھے۔

☆......☆......☆

تاریخ عالم میں ایسے واقعات کی اگرچہ کمی نہیں کہ تھوڑی چیز میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ تمام حاضرین کیلئے کافی ہوگئی تاہم واقعے کے مرکزی کردار کی حیثیت سے یہ ایک نادر مثال ہے جو آپ کو مدینہ والے آقا ﷺ کی صورت میں اور کہیں دستیاب نہیں ہو سکتی۔

قصہ نمبر ا۷: ﴿غیرت اور قانون﴾

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عویمر نے عاصم بن عدی سے جا کر پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے تو کیا کرے، اس کو قتل کر دے، کیا تم لوگ اس کے قتل کرنے کو جائز سمجھتے ہو، بہر صورت اس کو کیا کرنا چاہیئے؟ آپ، رسول اللہ ﷺ سے میرے واسطے یہ حکم دریافت کریں۔ عاصم نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھا، حضور پاک ﷺ نے اصل سوال کو ہی کچھ اچھا نہ جانا، عاصم نے عویمر سے آکر کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نفس سوال کو ہی نامناسب خیال کیا اور بہت عجیب سمجھا، عویمر نے کہا میں تو حضور ﷺ سے یہ پوچھ کر رہوں گا۔

چنانچہ عویمر خود خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پائے کیا اس کو مار ڈالے یا کیا کرے؟ کیا حضور ﷺ اس کو قتل کر دینے کی اجازت دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے اور تیری بیوی کا فیصلہ کرنے کے لئے قرآن نازل ہو چکا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے حکم قرآنی کے بموجب دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا، دونوں نے لعان کیا، لعان کے بعد عویمر نے کہا یا رسول اللہ! اب اگر میں اس عورت کو روک رکھوں گا تو اس پر ظلم ہوگا لہٰذا میں اس کو طلاق دیتا ہوں۔ اسی وقت سے لعان کرنے والوں کے لئے لعان کر لینے کے بعد طلاق دینے کا طریقہ قائم ہو گیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دیکھو اگر اس عورت کا بچہ سانولا سلونا پیدا ہو، آنکھیں سیاہ، کولہے بڑے اور پنڈلیاں موٹی ہوں تو میرے خیال میں عویمر سچا ہے اور اگر بچہ

بامنی کی طرح سرخ رنگ کا پیدا ہو تو میری دانست میں عویمر جھوٹا ہے، آخر کار بچہ اس رنگ کا پیدا ہوا جس کو رسول اللہ ﷺ نے عویمر کو سچا کہنے کا سبب قرار دیا تھا اور پھر بچہ کو عویمر کی طرف منسوب نہ کیا جاتا تھا بلکہ اس کی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

[بخاری شریف: ۴۱۳، ۴۴۶۸، ۴۴۶۹، ۳۹۵۹، ۵۰۰۲، ۵۰۰۳، ۴۶۹۲، ۶۷۴۵، ۶۷۴۶، ۶۸۷۴]

فائدہ:

اسلام جس قدر غیرت اور حمیت والا دین ہے اس سے زیادہ غیرت وحمیت کسی دین، کسی دھرم اور کسی مذہب میں نہیں ہو سکتی لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ قیودات بھی ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے اور آزادی غیرت کا تصور تک اسلام میں موجود نہیں اسی لئے اسلام میں غیرت کے نام پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اجنبی مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے، کوئی اور گواہ موجود نہ ہو تو وہ قاضی اور جج کے پاس جا کر اپنا دعویٰ پیش کرے اور چار مرتبہ اپنے سچا ہونے کی قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر یوں کہے کہ اگر میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو، اس کے بعد بیوی اگر اپنی غلطی کا اقرار کر لے تو معاملہ جدا ہے اور اگر وہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنا چاہتی ہے تو چار مرتبہ قسم کھا کر اپنا سچا ہونا واضح کرے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ اگر میں اپنی بات میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔ اس کے بعد قاضی، ان دونوں کے درمیان جدائی کروادے۔ اسے "لعان" کہا جاتا ہے اور قرآن کریم، پارہ نمبر ۱۸ سورۃ النور میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

قصہ نمبر ۲۷:

ایک بابرکت مکان

حضرت محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں اپنی قوم یعنی بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا اور میرے ان کے درمیان ایک نالہ حائل تھا، اس لئے بارش کے اوقات میں میرے لئے نالے سے گزر کر ان کی مسجد میں پہنچنا دشوار ہوتا تھا، ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر

عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے آنکھوں سے کم دکھائی دیتا ہے اور میرے اور میری قوم کے درمیان ایک نالہ بہہ رہا ہے، جب بارش ہوتی ہے تو مجھے نالے سے گزرنا دشوار ہوتا ہے، اس لئے میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ تشریف لاکر میرے مکان میں کسی جگہ نماز پڑھ دیں تا کہ اس مقام کو میں اپنے لئے جاءنماز مقرر کرلوں، آپ ﷺ نے فرمایا (اچھا) میں عنقریب انشاء اللہ ایسا کردوں گا۔

چنانچہ دوسرے روز دن چڑھے حضور ﷺ مع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اجازت دی، آپ ﷺ اندر تشریف لائے اور بیٹھنے سے پہلے فرمایا تم مجھ سے کس جگہ نماز پڑھوانا چاہتے ہو؟ میں نے جس جگہ حضور ﷺ سے نماز پڑھوانا چاہتا تھا اس طرف اشارہ کردیا۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر تکبیر (تحریمہ) کہی، ہم نے پیچھے صف باندھ لی اور دو رکعتیں پڑھ کر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا ہم نے بھی سلام پھیر دیا، (پھر آپ ﷺ تشریف لے جانے لگے لیکن) میں نے تیار شدہ کھانا کھانے کے لئے حضور ﷺ کو روک لیا۔

محلہ والوں نے جب حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو میرے گھر میں جمع ہو گئے اور اچھا خاصا اجتماع ہو گیا، ان میں سے ایک شخص بولا مالک دکھائی نہیں دیتا، کیا وجہ ہے؟ دوسرا بولا وہ منافق ہے، اس کو خدا اور رسول سے محبت نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کہو کیا تم کو علم نہیں کہ وہ محض خدا کی رضا جوئی کے لئے لا الہ الا اللہ کہتا ہے، وہ شخص بولا خدا اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں، باقی ہم تو اس کا میلان اور رغبت منافقین کی ہی طرف دیکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص محض خدا کی رضا جوئی کے لئے لا الہ الا اللہ کہتا ہے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔

محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ جس جہاد میں یزید بن معاویہ سپہ سالار تھا اور روم پر چڑھائی کی گئی تھی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک تھے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی، اس جہاد میں میں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور بولے خدا کی قسم میرے خیال میں تو حضور ﷺ

نے کبھی یہ نہیں فرمایا ہوگا مجھے حضرت ابوایوب کا یہ انکار ناگوار گزرا اور نذر مانی کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے صحیح سالم بچادے گا تو میں واپس جاکر "اگر عتبان زندہ ہوئے" ان کی مسجد میں پہنچ کر اس حدیث کے متعلق ضرور دریافت کروں گا۔

چنانچہ جب میں جہاد سے واپس ہوا تو میں حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر چل دیا مدینہ میں پہنچ کر بنی سالم کے محلہ میں گیا، میں نے دیکھا کہ عتبان بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے ہیں اور اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے ہیں، جب انہوں نے نماز کا سلام پھیرا تو میں نے سلام کیا اور اپنا پتہ نشان بتایا، اس کے بعد اس حدیث کے متعلق ان سے دریافت کیا، عتبان نے مجھ سے یہ حدیث پھر اسی طرح بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی۔

[بخاری شریف: ۴۱۴، ۴۱۵، ۶۳۶، ۶۵۴، ۸۰۳، ۸۰۴، ۱۱۳۰، ۳۷۸۷، ۵۰۸۶، ۶۰۵۹، ۶۵۸۹]

فائدہ:

مقامات اور مکانات میں "تبرک" کی اس سے زیادہ روشن مثال اور کیا ہو سکتی ہے، آخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیوں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں بلا کر ان سے نماز پڑھنے کی درخواست کرتے تھے؟ دین کی یہ تڑپ انہیں ہمیشہ اپنے خدا کے قریب رکھتی تھی، مجھے امید واثق ہے کہ قارئین کتاب اس واقعے کو پڑھنے کے بعد ضرور کسی بزرگ شخصیت سے اپنے گھر میں ایک مخصوص جگہ پر نماز پڑھوا کر اسے اپنی نماز کیلئے منتخب کرلیں گے۔

حصول علم کا جذبہ جتنا قابل قدر ہے اس سے کہیں زیادہ پر مشقت اور ریاضت طلب بھی ہے۔ آج ہم تمام تر آسائشوں، آرائشوں اور سامان راحت کے موجود ہوتے ہوئے بھی "حصول علم" کے جذبے سے نا آشنا ہوتے جا رہے ہیں، کاش! ہم میں یہ جذبہ پھر بیدار ہو جائے اور دنیا پھر کسی غزالی، رازی، عطار اور رومی کو دیکھ سکے۔

قصہ نمبر ۳۷: مزدوروں کا آقا صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کی بالائی جانب محلہ بنوعمرو بن عوف میں ۱۴ روز تک قیام فرمایا، اس

کے بعد آپ ﷺ نے کسی کو بھیج کر بنی نجار کو بلایا، بنی نجار گردنوں میں تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے، اب تک وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ آنحضرت ﷺ سواری پر ہیں اور ان کے پیچھے ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں اور بنی نجار آپ ﷺ کے گرد ہیں، آپ ﷺ ابوایوب رضی اللہ عنہ کے یہاں فروکش ہوئے اور آپ ﷺ کا یہ قاعدہ تھا کہ جہاں نماز کا وقت آجاتا، وہیں نماز پڑھ لیتے یہاں تک کہ آپ ﷺ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ بھی نماز پڑھ لیتے پھر آپ ﷺ نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور بنی نجار سے فرمایا کہ تم اپنا یہ باغ مجھے فروخت کر دو، انہوں نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم! ہم اس کی قیمت سوائے خدا کے کسی سے نہیں چاہتے، باغ میں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں اور کچھ ویران زمین تھی اور کچھ کھجور کے درخت تھے۔ آپ ﷺ نے قبروں کو کھودنے اور برابر کرنے اور کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا چنانچہ لوگوں نے درخت کاٹ کر مسجد میں قبلہ کی جانب لگا دیئے اور اس کے دونوں طرف پتھر کھڑے کر دیئے، لوگ اشعار پڑھتے ہوئے پتھر لا رہے تھے اور آنحضرت ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے اور یہ فرماتے تھے الٰہی! خیر و بھلائی تو صرف آخرت کی ہے پس تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔

[بخاری شریف: ۴۱۸، ۱۷۶۹، ۲۰۰۰، ۲۶۱۹، ۲۶۲۲، ۲۶۲۷، ۳۷۱۷]

فائدہ:

وقت کا پہیہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ چکر لگاتا رہا، ایک دن باپ اور بیٹا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام، نے بیت اللہ تعمیر کرنے کی ٹھان لی، اس کی بنیادیں بلند کیں، معمار ابراہیم تھے اور مزدور اسماعیل، آیئے! ایک رخ اور دیکھتے چلیں کہ مسجد کی تعمیر کا موقع ہے اور اس کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے کا نام نامی اسم گرامی ''محمد رسول اللہ ﷺ'' ہے کیونکہ یہ قانون ہے ''الولد سرٌّ لابیہ''

''مسجد'' صرف ایک عبادت گاہ نہیں، وہ مدرسہ بھی ہے اور خانقاہ بھی، کمرہ عدالت بھی ہے اور فیصلہ گاہ بھی، اللہ کا دربار بھی ہے اور ضروریات دینیہ کی تکمیل گاہ بھی، نیز شعائر اسلامی میں اسے ایک نمایاں حیثیت اور مقام حاصل ہے اس لئے مسجد تعمیر کرنے کا

ثواب بھی جنت میں اپنا مکان تعمیر کرنا قرار دیا گیا ہے، صاحب ثروت لوگ اس طرف بھی توجہ فرمائیں۔

قصہ نمبر ۴۷:

﴿چیل اور ہار﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک حبشی عورت جو کسی عرب کی باندی تھی، مسلمان ہوگئی تھی اور اس کی جھونپڑی مسجد میں تھی، وہ ہمارے پاس آکر باتیں کیا کرتی تھیں اور باتوں سے فارغ ہوکر یہ شعر پڑھا کرتی تھی۔

''ہار والا دن بھی خدا تعالیٰ کے عجائبات میں سے تھا، اس روز اللہ تعالیٰ نے مجھے ممالک کفر سے رہائی عطا کی'' جب اس نے یہ شعر بار بار پڑھا تو ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ ہار والا دن کون سا تھا؟ کہنے لگی کہ ایک دن میرے گھر والوں کی ایک چھوٹی لڑکی چمڑے کا ایک ہار پہنے باہر نکلی، ہار کہیں گر پڑا، کوئی چیل گوشت کے دھوکہ میں اس کو اٹھا کر لے گئی لیکن گھر والوں نے اس کی چوری کی تہمت مجھ پر لگائی اور تکلیف دینی شروع کی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے میری شرمگاہ کی بھی تلاشی لی، لوگ میرے آس پاس جمع ہی تھے اور میں اپنی مصیبت میں تھی کہ وہی چیل (اڑتی ہوئی) آئی اور ٹھیک ہمارے سروں کے مقابل ہوکر ہار اوپر چھوڑ دیا، لوگوں نے ہار لے لیا، میں نے کہا لو یہ ہار وہی ہے جس کی چوری کی تہمت تم نے مجھ پر لگائی تھی حالانکہ میں بالکل اس سے بری تھی۔

[بخاری شریف: ۴۲۸، ۳۶۲۳]

فائدہ:

آج کل اپنے ملازموں اور نوکروں پر الزام لگانا کوئی مشکل اور ناپسندیدہ کام نہیں رہا، ظاہر ہے کہ الزام تراشی ایک قابل مذمت گناہ ہے اور بسا اوقات اس کی حقیقت کھلنے پر انسان کو شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے اس لئے ٹھوس شواہد اور ثبوت کے بغیر کسی پر حرف اعتراض نہ دھریں۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۷۵:

﴿شوہر اور بیوی﴾

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابو تراب سے زیادہ اپنا اور کوئی نام پسند نہ تھا، اگر ابو تراب کہہ کر ان کو پکارا جاتا تو خوش ہوتے تھے، وجہ یہ تھی کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پاکر فرمایا تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ جناب سیدہ نے عرض کیا میرے اور ان کے درمیان کچھ شکر رنجی ہوگئی تھی، وہ مجھ سے ناراض ہوکر چلے گئے، میرے یہاں قیلولہ نہیں کیا۔

حضور ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا دیکھو تو وہ کہاں ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ مسجد میں سو رہے ہیں! رسول اللہ ﷺ مسجد کو تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر ایک پہلو سے سرک گئی تھی، اس لئے مٹی بدن سے لگ گئی تھی، حضور ﷺ دست مبارک سے مٹی کو صاف کرنے لگے اور دو مرتبہ فرمایا ابو تراب! اٹھو۔ [بخاری شریف: ۴۳۰، ۳۵۰۰، ۵۸۵۱، ۵۹۲۴]

فائدہ:

شوہر اور بیوی کا تعلق اور بندھن قائم کرنے کا مقصد اسے ''نبھانا'' ہوتا ہے ''رلانا'' نہیں، شریعت چاہتی ہے کہ یہ بندھن اتنا مضبوط اور پائیدار ہو کہ زندگی کی رسی ٹوٹ جائے لیکن اس کے ٹوٹنے کا سوال بھی پیدا نہ ہو۔ یہی انسانیت کا بھی تقاضا ہے تاہم اس دوران کسی بات پر رنجیدگی کا ہو جانا کوئی قابل تعجب بات نہیں اور اس میں زن و شو کیلئے یہ ہدایت ہے کہ وہ مسئلہ کو الجھانے کی بجائے سلجھانے اور اچھالنے کی بجائے دبانے کی کوشش کریں۔

بسا اوقات والدین کا بے جا لاڈ پیار اور اپنے بچے کی ناجائز حمایت اولاد کو خودسر بنا دیتی ہے جیسا کہ اس کا مشاہدہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں کرتے رہتے ہیں لیکن یہاں والد اور اولاد کا تعلق بعد میں، امتی اور پیغمبر، مصلح اور مرید کا تعلق پہلے ہے، اس لئے سرکار دو

عالم ﷺ نے اپنی بیٹی کی حمایت نہیں فرمائی اور یہ سبق سکھادیا کہ دوسروں کے مقابلے میں اپنے بچوں کی بے جا حمایت نہ کرو، اس سے اولاد میں خودسری پیدا ہوتی ہے۔

قصہ نمبر ۷۶:

اصحاب صفہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ میں ستر آدمیوں کو دیکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس چادر نہ تھی۔ کسی کے پاس تہبند تھی تو کسی کے پاس اس سے بھی چھوٹا کپڑا تھا جن میں کوئی پنڈلیوں تک پہنچتا اور کچھ ٹخنوں تک اور وہ لوگ ان کو گردنوں سے باندھے ہوئے تھے اور ہاتھوں سے پکڑ لیتے کہ کہیں ننگے نہ ہو جائیں۔

[بخاری شریف: ۱:۶۳]

فائدہ:

آج کے اس دور میں اگر کسی مسلمان پر اس قسم کے حالات آجائیں تو شاید وہ اسلام ہی کو خیر باد کہہ دے کہ مسلمان بھی ہم ہوں اور پریشانیاں بھی ہم جھیلیں۔ ان کے نزدیک اسلام نام ہے پھولوں کی سیج کا اور آرام و راحت کی زندگی کا، اسلام قبول کرنے کے بعد کسی قسم کا دکھ، تکلیف اور پریشانی ہمارے قریب بھی نہیں پھٹکنا چاہئے۔ میرے عزیز! اس سوچ کو تبدیل کیجئے اور تاریخ کے اس حیرت انگیز واقعہ کو بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ اگر اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نزاکتوں میں پڑ جاتے تو سطحی نظر میں ہم تک دین پہنچنا مشکل ہو جاتا، اس لئے اب میدان عمل میں اترنے کی ضرورت ہے، کہنے سے زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کاش! ہم اس بات کو سمجھ سکیں۔

قصہ نمبر ۷۷:

سخاوت کا بہانہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک بار میں حضور ﷺ کے ہمرکاب جہاد کو گیا تھا (واپسی میں) جس اونٹ پر میں سوار تھا وہ تھک گیا، چل نہ سکتا تھا، پیچھے سے رسول اللہ ﷺ بھی آپہنچے اور فرمایا تیرے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ تھک گیا ہے، آپ ﷺ نے اونٹ کو ڈانٹا اور اس کے لئے دعا فرمائی، اونٹ (ایسا تیز قدم

ہو گیا کہ) سب اونٹوں سے آگے نکل جاتا تھا۔ فرمایا اب تیرا اونٹ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا بہت اچھا ہے اور یہ حضور کی دعا کی برکت ہے، فرمایا کیا تو اس کو میرے ہاتھ بیچتا ہے؟ میں کچھ شرمندہ ہو گیا اور ایک بات یہ بھی تھی کہ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی اور پانی لادنے والا اونٹ بھی نہ تھا۔ آخر کار میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا تو میرے ہاتھ فروخت کر دے، میں نے حضور ﷺ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ شرط کر لی کہ مدینہ تک اس پر سوار ہو کر میں جاؤں گا (مدینہ کے قریب پہنچ کر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تازہ شادی کی ہے کیا مجھے آگے آنے کی اجازت ہے؟ آپ ﷺ نے اجازت دے دی، میں سب لوگوں سے پہلے مدینہ پہنچ گیا۔

پہنچنے کے بعد ماموں سے ملاقات ہوئی تو ماموں نے اونٹ کے متعلق دریافت کیا، میں نے سارا واقعہ کہہ دیا ماموں نے مجھے ملامت کی۔ ہاں رسول اللہ ﷺ سے جب میں نے آگے چلنے کی اجازت مانگی تھی تو آپ ﷺ نے مجھ سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ تو نے دوشیزہ سے شادی کی یا شوہر دیدہ سے؟ میں نے عرض کیا کہ شوہر دیدہ سے میں نے شادی کی ہے! آپ ﷺ نے فرمایا دوشیزہ سے کیوں نہ کی کہ وہ تجھ سے کھیلتی اور تو اس سے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس وقت میرے والد شہید ہوئے تھے تو میری چھوٹی بہنیں کئی باقی تھیں اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ انہی کی ہم عمر عورت سے شادی کروں جو ان کو نہ تربیت دے سکے، نہ ان کی سرپرستی کر سکے، مجبوراً شوہر دیدہ عورت سے نکاح کیا تاکہ اس کے ذریعہ سے لڑکیوں کی سرپرستی اور تربیت ہو سکے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لے آئے تو صبح کو میں اونٹ لے کر خدمت میں حاضر ہوا، حضور ﷺ نے مجھے اونٹ بھی واپس دے دیا اور اس کی قیمت بھی واپس دے دی۔

[بخاری شریف: ۴۴۳، ۱۹۹۱، ۲۸۰۵، ۲۹۲، ۲۷۹۲، ۶۰۲۴]

فائدہ:

دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ عوام کو دلفریب اور

خوش کن نعروں کے ساتھ اپنی ضرورت کی تکمیل تک اپنے دامن تزویر میں الجھائے رکھتے ہیں اور جوں ہی مطلب پورا ہو جاتا ہے وہ عوام سے ایسے کنارہ کشی کر لیتے ہیں جیسے انہیں جانتے ہی نہیں۔

مدینہ کے والی اور میرے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حکمران تھے لیکن دوسروں حکمرانوں سے یکسر مختلف اور اصول جہانبانی کے واضع، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوؤں کی بجائے ''عمل'' کی طاقت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو اپنے گرد اکٹھا کیا اور ہمیشہ ہر ایک کا خیال رکھا اور سب سے پہلے ایک اسلامی فلاحی مملکت کی بنیاد قائم فرمائی۔

مذکورہ صدر واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ناداری کا بھی خیال فرمایا، ان کی عزت نفس کو بھی مجروح ہونے سے بچایا اور ان کے ساتھ حسن سلوک بھی فرمایا۔ آیئے! ہم بھی عمل کر کے دیکھیں۔

قصہ نمبر ۷۸:

جنت کی کوٹھی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد نبوی کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی جس کی چھت کھجور کی شاخوں کی اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں ترمیم نہ کی، بلکہ ویسی ہی چھوڑ دی، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ زیادتی کی، باقی اس کی بنیاد وہی رکھی جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی اور کچی اینٹوں سے تعمیر کرا کے کھجور کی شاخوں کی چھت بنوائی اور کھجور ہی کے ستون رکھوائے، بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں بہت کچھ ترمیم اور زیادتی کی، دیواروں کو منقش پتھر سے تیار کرایا، ستون بھی منقش پتھر کے بنوائے اور ساگوان کی لکڑی کی چھت بنوائی۔ [بخاری شریف: ۴۳۵]

فائدہ:

مسجد نبوی کی تعمیر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں خوب دل

کھول کر پیسہ خرچ کیا، اس کے رقبے میں بھی اضافہ فرمایا اور تعمیراتی ساز وسامان بھی اعلیٰ قسم کا استعمال کیا جس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی تعمیر کو بدل دیا ہے، اس کا جواب خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا تھا۔ انہی کی زبانی بخاری شریف حدیث نمبر ۴۳۹ کے حوالے سے ملاحظہ ہو۔

عبید اللہ خولانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد تعمیر کرائی اور لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے میرے متعلق بہت کچھ کہا ہے حالانکہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جو کوئی خدا کی خوشنودی کے لئے مسجد بنائے تو خدا ویسا ہی گھر جنت میں اس کے لئے بنا دیتا ہے۔

اسلئے! دنیا میں مسجد کو خوب آراستہ کیجئے، اللہ جنت میں آپ کی کوٹھی کو خوب آراستہ کر کے آپ کا انتظار کرے گا۔

قصہ نمبر ۷۹: شاعر رسول ﷺ

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد میں آئے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد میں کچھ اشعار پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شعر پڑھنے پر جھڑکا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو مسجد میں اس شخص کے سامنے بھی شعر پڑھا کرتا تھا جو تم سے بہتر تھا (یعنی رسول اللہ ﷺ) پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مڑ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور کہنے لگے میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا حضور اقدس ﷺ کی زبان سے تم نے یہ الفاظ نہیں سنے ہیں کہ حسان میری طرف سے (کفار کو) جواب دے، الٰہی! جبرئیل کے ذریعے اس کی مدد فرما؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا۔ [بخاری شریف: ۴۴۲، ۳۰۴۰، ۵۸۰۰]

فائدہ:

زمانہ قدیم سے انسانوں میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے دو طریقے رائج اور مشہور رہے ہیں ایک نثر کا اور دوسرا نظم کا، اور اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں (گو کہ

مجھے شعر وشاعری کے مذاق سے کوئی خاص دلچسپی نہیں) کہ نظم میں کہی جانے والی بات جتنی اثر انگیز ہوسکتی ہے، نثر اس سے محروم ہے اور عربی ادب نے نظم میں جو نکتہ آفرینیاں کی ہیں وہ قابل تحسین ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ شاعر رسول کوئی درباری اور سوقیانہ وعامیانہ شاعر نہیں ہوسکتا اس لئے انہیں اور بعد میں آنے والے ہر اچھے نعت گو کیلئے مسجد میں اشعار کہنے کی اجازت ہے، فحش اور بیہودہ اشعار ایک عام سلیم الطبع شخص بھی پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ شریعت پسند کرے۔

قصہ نمبر ۸۰: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلداری

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک مرتبہ تشریف لائے، اس وقت میرے پاس (انصار میں کی) دو چھوٹی لڑکیاں جنگ بعاث کے متعلق کچھ اشعار گا رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آکر بستر پر لیٹ گئے اور منہ دوسری طرف کرلیا، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور مجھ کو جھڑک کر فرمانے لگے شیطان کا باجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ان کو رہنے دو، خیر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھ بچی تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کو اشارہ کر دیا اور وہ نکل کر چلی گئیں اور وہ عید کا دن تھا جب کہ حبشی لوگ ڈھالیں اور چھوٹے نیزے لئے کھیل رہے تھے۔ مجھے یاد نہیں رہا یا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تم کو دیکھنے کی خواہش ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا، میرا رخسار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے بنی ارفدہ (اپنی ڈھالیں اور برچھیاں لو) آخر کار جب میں تھک گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بس؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بس چلی جاؤ۔

[بخاری شریف: ۴۴۳، ۹۰۷، ۹۰۹، ۹۴۴، ۲۷۵۰، ۳۳۳۷، ۳۷۰۶، ۴۸۹۴، ۴۹۳۸]

☆☆☆

فائدہ:

اس واقعہ کو گانے کے جواز میں پیش کرنے سے زیادہ آقا ﷺ کی دلداری کے ایک نمونے کے طور پر بیان کرنا مناسب ہے کیونکہ اس وقت گانا اپنی موجودہ شکل اور لوازمات کیساتھ موجود ہی نہیں تھا جس پر ''جواز'' کی عمارت کھڑی کی جا سکے۔ دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی عمر بھی چھوٹی اور وہ گانے والی بچیاں بھی چھوٹی، تصویر کا یہ دوسرا رخ ملاحظہ کرنے کے بعد شاید آپ بھی ہماری رائے سے متفق ہو سکیں۔

مرد کیلئے اجنبی عورت کو بلا کسی عذر شرعی کے دیکھنا جائز نہیں، کیا یہ حکم عورت کیلئے بھی ہے؟ اس سلسلے میں علماء کرام کا اختلاف رائے ضرور ہے تاہم احتیاط کا تقاضا سب کے نزدیک نہ دیکھنے میں ہے اور یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ اگر عورت میں نفسانی خواہشات کا جوش اور ہیجان ہو تو اس کیلئے اجنبی مرد کو دیکھنا حرام ہے۔

قصہ نمبر ۸۱: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ کی آزادی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ بریرہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے نو اوقیہ قیمت پر مکاتب بننا ٹھہرایا ہے (اتنی قیمت ادا کر کے میں آزاد ہو جاؤں گی) سالانہ ایک اوقیہ دینا ہوگا آپ میری مدد کیجئے میں نے کہا کہ اگر تیرے آقا پسند کریں تو بدل کتابت میں یک دم دے دوں گی اور تجھ کو آزاد کر دوں گی لیکن حق میراث میرا ہوگا، بریرہ رضی اللہ عنہا نے جا کر اپنے مالکوں سے کہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا، اس نے مجھ سے آکر کہا کہ میں نے ان سے جا کر کہا تھا لیکن بغیر حق میراث کے انہوں نے اس بات سے انکار کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کا یہ قول سن لیا اور مجھ سے حقیقت دریافت کی میں نے واقعہ عرض کر دیا، فرمایا تم لے کر اس کو آزاد کر دو اور حق میراث کی ان ہی کے لئے شرط کر لو کیونکہ حق میراث تو آزاد کرنے والے کا ہی ہوتا ہے، پھر لوگوں میں کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا، اما بعد! لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں؟ جو شرط قرآن میں نہ ہو وہ بے کار ہے، اگرچہ ایسی سو

شرطیں لگائی جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ اور شرط نہایت پختہ ہے، بعض لوگ یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اے شخص! تو اس کو آزاد کر دے لیکن حق ولاء میرے لئے ہے، حالانکہ حق میراث تو اسی کا ہے جس نے آزاد کیا ہو۔

[بخاری شریف: ۴۴۴، ۱۴۲۲، ۲۴۲۴، ۲۵۷۶، ۶۳۳۹، ۶۳۷۹]

فائدہ:

میاں بیوی کی محبت بعض اوقات ''عشق وجنون'' کی حد تک پہنچ جاتی ہے لیکن یہ محبت ''مثالی'' اس وقت بنتی ہے جب دو طرفہ ہو، یک طرفہ محبت کبھی بھی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتی۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا خوبصورت اور خوبرو جوان باندی تھیں، ان کے مالک نے ایک پکے رنگ کے صحابی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا، مجبوراً قبول کرنا پڑا اور مغیث رضی اللہ عنہ کو ان سے خوب تعلق خاطر ہو گیا۔

اسلام میں یہ حکم ہمیشہ سے رہا ہے کہ باندی جب آزاد ہو جائے تو اسے آقا کے کیے ہوئے نکاح کو ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے چاہے تو وہ اسی شوہر کے ساتھ رہے اور چاہے تو علیحدگی اختیار کر لے، اسے عربی میں ''خیار عتق'' کہتے ہیں۔ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزادی کی نعمت ملی تو انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ ''نہ رہنے'' کا فیصلہ کر لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی جدائی برداشت نہ کر سکے اور مدینہ کی گلیوں میں روتے پھرنے لگے کہ کسی طرح بریرہ میرے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائے، دیکھنے والوں کو ترس آتا لیکن کر کچھ نہیں سکتے تھے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی یہ واقعہ عرض کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیث صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش فرمائی لیکن حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ تسلی کر لی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفارش فرما رہے ہیں، حکم نہیں دے رہے تو انکار کر دیا، اس سے اسلام میں حق خود ارادیت اور رائے کی آزادی اور سفارش کی حیثیت بھی واضح ہوئی جیسا کہ آگے آتا ہے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۸۲:

ایثار اور امتثال

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن ابی حدرد پر اپنے قرض کا تقاضا کیا اور ہمارے آپس میں دونوں کی آواز خوب بلند ہوگئی (یعنی جھگڑا شروع ہوگیا) جس کو آنحضرت ﷺ نے بھی سن لیا اور آپ ﷺ ہماری طرف آئے اور حجرے کا پردہ کھول کر مجھ سے فرمایا کہ اپنا آدھا قرض چھوڑ دو، میں نے کہا بہت اچھا، اس کے بعد آپ ﷺ نے ابن ابی حدرد سے کہا کہ اٹھو اور بقیہ قرض ادا کرو۔ [بخاری شریف: ۴۴۵، ۴۵۹، ۲۲۸۶، ۲۵۶۳]

فائدہ:

ہمارے محترم قارئین کرام نے ایثار اور ہمدردی کے بہت سے واقعات پڑھے اور سنے ہوں گے، امتثال امر اور تعمیل حکم کی بھی بہت سی مثالیں ان کے سامنے موجود ہوں گی لیکن یہ واقعہ اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ کہاں تو دونوں جھگڑ رہے تھے اور کہاں ایک مختصر سا حکم ملنے پر آدھا قرضہ معاف کرنے کیلئے تیار ہوگئے۔

شاید اس موقع پر یہ دعویٰ کرنا صحیح ہو کہ "ایثار اور امتثال" اگر یہ دو خوبیاں ہم میں پیدا ہو جائیں تو معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ، بھائی چارے کا مثالی نمونہ اور ہمدردی وغم گساری کا منہ بولتا ثبوت بن جائے گا۔

قصہ نمبر ۸۳:

عزت افزائی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک حبشی مرد یا عورت مسجد میں رہا کرتا تھا اور مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا (ایک روز) اس کا انتقال ہوگیا اور حضور ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی، اتفاقاً ایک روز یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا فلاں شخص کہاں گیا؟ صحابہ نے عرض کیا اس کا تو انتقال ہوگیا، فرمایا مجھے تم نے کیوں اطلاع نہ دی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وہ ایسا ہی عام تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ (لوگوں نے قبر بتائی) آپ ﷺ نے قبر پر تشریف لے جا کر اس کی نماز پڑھی۔ [بخاری شریف: ۴۴۶، ۴۴۸، ۱۲۶۷]

فائدہ:

بارگاہ خداوندی میں بعض اوقات کنکریوں کی جو حیثیت ہوتی ہے وہ پہاڑوں کی نہیں ہوتی، چنگاریوں کی حیثیت شعلوں اور بھڑکتی ہوئی آگ سے زیادہ ہوتی ہے اور چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو درختوں سے زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ یہ دربار انتہائی عجیب ہے اس لئے کہ اس کا تخت نشین بڑا عجیب ہے وہ معمولی سمجھ کر نظر انداز کئے جانے والے کاموں پر اتنا نوازتا ہے کہ اہم سمجھ کر سرانجام دیئے جانے والے امور اپنی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں۔

اس حدیث سے ماہرین فقہ وحدیث نے گو بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے اور غائبانہ نماز جنازہ کا مسئلہ بھی یہاں چھیڑا ہے لیکن اصحاب بصیرت کو اس اختلافی مسئلہ سے زیادہ اس واقعہ میں خلوص وللٰہیت اور خادم مسجد کی عند اللہ مقبولیت دکھائی دیتی ہے جس نے اسے اس مقام رفیع پر پہنچایا کہ کائنات کے امام، فخر دو عالم، سرکار مدینہ ﷺ نے اس کے انتقال کے بعد اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

قصہ نمبر ۸۴: ﴿ایک شیطان کا ناپاک حملہ﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، رات ایک شیطان میرے سامنے گھس پڑا تھا اور نماز تڑوانے کے لئے اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو عطا کیا، میں نے اس کو پکڑ کر گلا گھونٹا اور ارادہ کیا کہ مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تا کہ صبح کو تم لوگ بھی دیکھ لو لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آ گئی کہ "الٰہی! مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔" (اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا) اور خدا تعالیٰ نے اس کو دھتکار کر نکال دیا۔

[بخاری شریف: ۴۴۹، ۱۱۵۲، ۳۱۱، ۳۲۲۱، ۴۵۳]

فائدہ:

کائنات رنگ و بو میں قدم رکھنے والے ہر انسان کے ساتھ رحمانی اور شیطانی طاقتوں کے مظاہر لگے ہوئے ہیں چنانچہ فرشتہ رحمانی طاقتوں کا مظہر ہے اور جنات شیطانی

طاقتوں کا سرچشمہ، لیکن انسانیت کی اس بھیڑ میں بعض سعید روحیں ایسی بھی ہیں جنہیں شیطانی طاقتیں اپنے مضر اثرات سے نقصان نہیں پہنچا سکتیں، حضور اقدس ﷺ ایسے تمام افراد کے صدر نشیں اور مقتداء ہیں اور ظاہر ہے کہ مقام صدارت پر فائز شخص ایک امتیازی مقام کا مالک ہوتا ہے اس لئے روایات کے مطابق حضور ﷺ کے ساتھ جو شیطان لگایا گیا تھا وہ آپ کا تابع فرمان گویا آسان لفظوں میں مسلمان ہو گیا تھا۔

قصہ نمبر ۸۵: ﴿کائنات میں سب سے زیادہ محبوب﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے، یہ سوار بنی حنیفہ کے ایک آدمی کو پکڑ لائے جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا۔ سواروں نے لا کر اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے تشریف لے جا کر اس سے پوچھا ثمامہ! تیرا کیا حال ہے؟ ثمامہ نے کہا محمد! میں اچھا ہوں، اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے، اگر انعام کر کے چھوڑ دیں گے تو ایک شکر گزار شخص پر انعام کریں گے اور اگر آپ مال کے خواہش مند ہوں تو جتنا چاہیں طلب کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ اس کو ویسے ہی چھوڑ کر تشریف لے گئے۔

دوسرے روز پھر تشریف لا کر دریافت کیا ثمامہ! کیا خیال ہے؟ ثمامہ نے کہا میرا تو وہی خیال ہے جو کہہ چکا ہوں، اگر آپ احسان کر کے چھوڑ دیں گے تو ایک شکر گزار آدمی کو چھوڑیں گے، حضور ﷺ ویسے ہی چھوڑ کر پھر تشریف لے گئے۔ تیسرے روز بھی آ کر اس سے پوچھا ثمامہ! کیا خیال ہے؟ ثمامہ نے کہا وہی جو میں کہہ چکا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا اس کو کھول دو۔

ثمامہ کھل کر مسجد کے قریب ہی کھجور کے درختوں میں گیا اور غسل کر کے مسجد میں آ کر کہا "اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمد ارسول اللّٰہ" پھر کہنے لگا محمد! خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی صورت مجھے آپ کی صورت سے زیادہ قابل نفرت معلوم نہ ہوتی تھی لیکن آج آپ کا چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ پیارا ہے، خدا کی قسم! کوئی مذہب

میرے نزدیک آپ کے مذہب سے زیادہ قابل نفرت نہ تھا لیکن آج آپ کا مذہب مجھے سب مذہبوں سے پیارا ہے، خدا کی قسم! کوئی شہر میرے نزدیک آپ کے شہر سے زیادہ قابل عداوت نہ تھا لیکن آج آپ کا شہر ہی مجھے سب شہروں سے زیادہ پیارا ہے۔ میں عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا، اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے خوشخبری دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ مکرمہ میں پہنچا تو کسی نے اس سے کہا کہ تو بے دین ہو گیا؟ اس نے جواب دیا نہیں، خدا کی قسم! میں محمد ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں، اب خدا کی قسم! بغیر رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ [بخاری شریف: ۴۳۷۲]

فائدہ:

اسلام کے چند نام لیواؤں کی تحریرات اور تقریرات جو یقیناً کبھی مثبت رخ کے پاس سے بھی نہیں گزریں، بڑی بلند آہنگی سے یہ زہر الاپتی ہیں کہ ''اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے'' اگر بات اس حد تک ہوتی کہ اسلام شمشیر اور اخلاق کے ذریعے پھیلا ہے تو حقائق کے مطابق بھی ہوتی اور واقعات بھی اس کی تصدیق کرتے مذکورہ واقعہ کو دلیل کے طور پر دوبارہ پڑھئے اور اس پر اپنے آپ کو مطمئن رکھئے کہ جہاں تلوار اٹھانے کی ضرورت پڑی وہاں اسلام نے تلوار اٹھائی ہے اور جہاں اخلاق سے کام چل گیا، وہاں اخلاق سے کام لیا کیونکہ اسلام بزدلی کا دین نہیں اور نہ ہی جبر کا نام ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد جب اپنے قبیلہ بنو حنیفہ میں پہنچے تو اہل مکہ کا غلہ روک لیا اور مشرکین بھوکوں مرنے لگے، نوبت بایں جا رسید کہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے، وہ سمجھتے تھے کہ محمد ﷺ کے ایک اشارہ چشم و ابرو پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے، اگر وہ اشارہ کر دیں تو ابھی ثمامہ ہمیں غلہ کی ترسیل کر دے اور اگر یہ انکار کر دیں تو پھر ہمارے لئے موت کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں، اس لئے روتے پیٹتے ''رحمۃ للعالمین'' کی خدمت میں حاضر ہو کر ''رحم'' کے خواہاں ہوئے، حضور ﷺ نے تو

زخم کھا کر بھی دعائیں ہی دینا سیکھی تھیں، ثمامہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھجوا دیا کہ اہل مکہ کیلئے غلہ کی ترسیل کا انتظام حسب سابق کر دیا جائے۔ خدا کرے کہ ہم میں بھی اتنا حوصلہ اور بردباری پیدا ہو جائے۔

قصہ نمبر ۸۶: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مقام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنگ خندق کے دن حبان بن عرقہ قریشی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ایک تیر مارا جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رگ اکحل پر لگا حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد میں ہی لگوا دیا تاکہ قریب سے ہی ان کی عیادت کر لیا کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق سے واپس آئے اور ہتھیار کھول ڈالے اور غسل کر لیا تو جبرئیل سر سے غبار جھاڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے آپ نے تو ہتھیار کھول ڈالے اور خدا کی قسم میں نے اب تک نہیں کھولے ہیں، آپ ادھر تشریف لے چلئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کی جگہ پر پہنچ گئے (اور پہاڑی کا محاصرہ کر لیا) یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہو کر اتر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے لڑنے والے جوانوں کو قتل کیا جائے، عورتوں اور بچوں کو غلام باندی بنایا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں بانٹ دیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی تھی الٰہی! تو خوب واقف ہے کہ میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ جن لوگوں نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور وطن سے نکالا، ان سے جہاد کروں لیکن میرا خیال ہے کہ تو نے ہماری اور ان کی لڑائی موقوف کر دی، الٰہی! اگر جنگ قریش کا کچھ حصہ باقی ہو تو مجھے اس میں جہاد کرنے کے لئے زندہ رکھ اور اگر تو نے جنگ موقوف کر دی ہے تو میرے زخم کو جاری کر دے اور اسی سے میری موت واقع کر۔ یہ دعا کرنے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون جاری ہو گیا، مسجد میں بنی غفار کا ایک خیمہ اور لگا تھا، جب اس خیمہ میں خون بہہ کر آیا تو یہ گھبرا

گئے اور کہنے لگے کہ اے خیمہ والو تمہاری طرف سے یہ کیا بہہ کر آ رہا ہے؟ جا کر دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جسم سے خون جوش مار کر نکل رہا تھا، اسی سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔ [بخاری شریف: ۴۵۱، ۳۶۸۸، ۳۸۹۶]

فائدہ:

مدینہ منورہ میں سابقہ آسمانی کتابوں سے واقفیت رکھنے والے لوگ دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ پائے جاتے تھے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، زید بن دثنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انہی مشاہیر میں سے تھے۔ یہ دراصل اس سوال کا جواب ہے کہ آخر یہود بنی قریظہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بلا چوں و چرا کیسے تسلیم کرلیا؟ اور ان کے فیصلے کے مطابق اپنے جنگجو نوجوانوں کا قتل، عورتوں اور بچوں کا غلام و باندی بننا کیسے گوارا کر لیا؟ تو واضح ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کتب سابقہ کے جید عالم تھے اور ان کا یہ فیصلہ تورات کے عین مطابق تھا جو یہودیوں کی مذہبی کتاب تھی اور باوجود گنہگار ہونے کے وہ اپنی مذہبی کتابوں کے احکامات کو رد نہیں کر سکتے تھے اور نہ انہیں چیلنج کرنا گوارا کر سکتے تھے، مملکت اسلامیہ پاکستان کے مسلمان باشندے ذرا سوچیں۔

قصہ نمبر ۸۷: ﴿چراغ راہ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے تاریک رات میں گئے جن میں سے ایک کا نام عباد بن بشر تھا اور دوسرے کا غالباً اسید بن حضیر تھا، راستہ میں ان کے ساتھ چراغ کی طرح دو رسیاں جا رہی تھیں جب وہ علیحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہوگئی اور وہ دونوں اپنے اپنے اہل و عیال میں پہنچ گئے۔ [بخاری شریف: ۴۵۳، ۳۶۳۰، ۳۵۹۴]

فائدہ:

تاریخ عالم نے ہمیشہ اس سبق کو دہرایا ہے کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے، خدا اس کا ہو جاتا ہے، جو اپنے آپ کو خدا کیلئے وقف کر دیتا ہے خدا اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر لیتا

ہے اور اس کے ساتھ تعاون کے ایسے عجیب وغریب واقعات پیش آتے ہیں جو عام لوگوں کیلئے تو یقیناً حیرانی کا باعث ہوتے ہیں لیکن صاحب معاملہ کے ایمان میں ایسی ہی چیزوں سے اضافہ ہوتا ہے۔

قصہ نمبر ۸۸: ﴿مزاج شناس نبوت﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن منبر پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں سے ایک کے انتخاب کر لینے کا اختیار دیا، اس نے آخرت کو اختیار کر لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا حضور ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان۔ ہم کو ان پر تعجب ہوا اور لوگ کہنے لگے ان بڑے میاں کو دیکھو تو، رسول اللہ ﷺ تو ایک بندہ کی حالت بیان فرمار ہے ہیں کہ اس کو خدا تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں سے ایک کے انتخاب کر لینے کا اختیار دیا اور یہ کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ پر میرے ماں باپ قربان۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندہ خود رسول اللہ ﷺ ہی تھے جن کو اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو ہم سے زیادہ جانتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا ساتھ دینے اور مال خرچ کرنے کے اعتبار سے جس شخص کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے، وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے میں کسی کو جانی دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا مگر اسلامی دوستی ہی کافی ہے اور ابوبکر کے دریچے کے علاوہ ہر شخص کا دریچہ مسجد کے اندر سے بند کر دیا جائے۔

[بخاری شریف: ۴۵۴، ۳۴۵۴، ۳۲۹۱]

فائدہ:

ایک طوطے میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھ چھوڑی ہے کہ وہ اپنے مالک کی باتیں سن سن کر انہیں رٹ لیتا ہے اور اس کی زبان سے بے ساختہ وہی الفاظ نکلتے ہیں، ایک کتا اپنے مالک سے اتنا مانوس ہو جاتا ہے کہ اس کے قدموں کی آہٹ اور اس کے جسم کی خوشبو اس کیلئے پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتی ہے، یہ صلاحیت اگر جانور میں ہوسکتی ہے تو

انسان میں بطریق اولی ہوگی۔

انبیا کرام علیہم السلام کو نکال کر کل انسانیت کی سیادت کا شرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے ازل ہی میں مقدر ہو چکا تھا پھر بھلا یار غار ہونے کے باوجود انہیں ''مزاج شناس نبوت'' کا درجہ کیوں حاصل نہ ہوگا؟ یقیناً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مزاج نبوت کے سب سے بڑے شناسا تھے اسی لئے ان کی نظر وہاں پہنچتی تھی جہاں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نگاہ کی رسائی نہ ہوتی تھی اے کاش! ہمیں بھی دیدہ بینا عطا ہو۔

قصہ نمبر ۸۹: ﴿نو وارد کے ساتھ نرمی﴾

سائب بن یزید کہتے ہیں، ایک مرتبہ میں مسجد میں تھا کہ کسی نے کنکری ماری، میں نے اس طرف نظر کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں آدمیوں کو لے آؤ جب میں ان کو لے آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کس قبیلے کے ہو یا یہ فرمایا کہ کہاں کے باشندہ ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم یہاں کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، تم مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں چلاتے ہو۔ [بخاری شریف: ۴۵۸]

فائدہ:

معلوم ہوا کہ کسی پر سزا نافذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ مکمل تحقیقات کے بعد نفاذِ سزا ہونا چاہئے۔

قصہ نمبر ۹۰: ﴿محبوب کی ہجرت﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا، اپنے والدین کو دین کی پیروی کرتے ہوئے ہی پایا اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ دن کے دونوں حصوں میں یعنی صبح شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہوں۔

لیکن جب مسلمانوں کو زیادہ ایذا دی جانے لگی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سرزمین حبش کی طرف ہجرت کرنے کے ارادہ سے چل دیئے، مقام برک الغماد پر ابن دغنہ سردار قبیلہ

قارہ ملا اور پوچھا ابو بکر کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری قوم نے مجھے نکال دیا، اب میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیاحی کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں، ابن دغنہ بولا ابو بکر! آپ جیسا آدمی نہ تو خود ترک وطن کرسکتا ہے نہ وطن سے نکالا جاسکتا ہے، آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں، رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمانی کرتے ہیں اور واقعی مصائب کے وقت لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ میں آپ کی پناہ کا ذمہ دار ہوں واپس جائیے اور اپنے شہر میں اپنے رب کی پرستش کیجئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوٹ آئے اور ابن دغنہ بھی آپ کے ساتھ آیا اور شام کے قریب سرداران قریش کے پاس چکر لگایا اور کہنے لگا کہ ابو بکر نہ تو خود ترک وطن کرسکتا ہے نہ اس کو کوئی نکال سکتا ہے، کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو ناداروں کی امداد کرتا ہے، رشتہ داروں سے سلوک کرتا ہے، لوگوں کا بار خود برداشت کرتا ہے، مہمانوں کی مہمانی کرتا ہے اور واقعی مصائب میں لوگوں کی مدد کرتا ہے، قریش نے یہ سن کر ابن دغنہ کی پناہ دہی کی تردید نہ کی اور کہنے لگے اچھا تم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ اپنے مکان کے اندر اپنے رب کی عبادت کرے، وہیں نماز ادا کرے اور جو کچھ چاہے پڑھے، ہم کو ایذاء نہ دے اور یہ کام علی الاعلان نہ کرے، کیونکہ ہم کو خوف ہے کہ اس کی وجہ سے ہماری عورتیں اور ہمارے بچے کہیں بہک نہ جائیں۔
ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہہ دی اور کچھ مدت تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کی عبادت اپنے گھر میں کرتے رہے، نماز علی الاعلان نہ پڑھتے تھے اور سواء اپنے مکان کے کہیں اور قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دل میں آئی اور انہوں نے اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اسی میں نماز اور قرآن پڑھتے رہے، مشرکین کی عورتیں اور بچے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آس پاس جمع ہو جاتے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (پڑھتے) دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے ہوئے بہت روتے تھے، آنکھیں قابو میں نہ رہتی تھیں، سرداران قریش کو اس بات سے خوف پیدا ہوا اور انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا، جب ابن دغنہ آ گیا تو کہنے لگے ہم نے تمہارے پناہ دینے کی وجہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو

اس شرط پر پناہ دی تھی کہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر کرے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے آگے بڑھ کر مکان کے صحن میں مسجد بنالی اور کھلم کھلا اس میں نماز وقرآن پڑھنے لگے، ہم کو خوف ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے نہ بہک جائیں اس لئے تم ابوبکر کو منع کرو، اگر مکان کے اندر وہ اپنے رب کی پرستش کرسکتا ہے تو کرے اور اگر اعلان کے ساتھ کرنا چاہتا ہے تو اس سے تم اپنی ذمہ داری واپس لے لو، کیونکہ ہم تمہارے عہد کو توڑنا کو برا سمجھتے ہیں لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی کھلم کھلا یہ فعل نہیں کرنے دیں گے۔

ابن دغنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا تم کو معلوم ہے کہ جس شرط پر میں نے قریش سے معاہدہ کیا تھا لہٰذا یا تو تم اس پر اقتصار کرو، ورنہ میری ذمہ داری مجھے واپس کردو کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ (کل کو) میرے متعلق عرب کہیں کہ جس شخص کو میں نے پناہ دے دی تھی اور اس کے لئے معاہدہ کرلیا تھا، اس معاہدہ کو توڑ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہاری پناہ دہی تم کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی پناہ دہی پر ہی خوش ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں ہی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمادیا تھا کہ تمہاری ہجرت گاہ مجھے خواب میں دکھا دی گئی ہے جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان واقع ہے اور اس میں کھجور کے درخت بہت ہیں چنانچہ جن لوگوں نے مدینہ کو ہجرت کی انہوں نے تو کرہی لی، باقی جو لوگ ترک وطن کر کے ملک حبش کو چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ کو لوٹ آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تیاری کرلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، ذرا ٹھہرو! امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائیگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ نثار، کیا حضور کو اس کی امید ہے؟ فرمایا ہاں! چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لینے کے لئے رک گئے اور دو اونٹنیوں کو کیکر کے پتے کھلا کر چار مہینے تک پالتے رہے۔

ایک روز دوپہر کی سخت گرمی کے وقت ہم مکان کے اندر بیٹھے تھے کہ کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم منہ لپیٹے ایسے

وقت میں تشریف لائے تھے جو آپ ﷺ کے آنے کا وقت نہ تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے والدین حضور ﷺ پر نثار، اس وقت کسی اہم کام کی وجہ سے حضور تشریف لائے ہیں؟ حضور ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی تو اندر تشریف لا کر فرمایا، ان پاس والے آدمیوں کو باہر کر دو کیونکہ ایک پوشیدہ بات کرنا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ تو صرف حضور ﷺ کے گھر والے ہی ہیں، ارشاد فرمایا مجھے یہاں سے ہجرت کر جانے کی اجازت مل گئی، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کیا مجھے رفاقت کا شرف ملے گا؟ فرمایا ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے والدین نثار، ان دونوں اونٹنیوں میں سے آپ ایک لے لیجئے، فرمایا میں مول لیتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے دونوں کے سفر کا سامان نہایت جلد تیار کر دیا اور ایک تھیلے میں کھانا تیار کر کے رکھ دیا، اسماء نے اپنے کمر بند کا ٹکڑا کاٹ کر اس سے تھیلے کا منہ باندھ دیا، اسی وجہ سے ان کا نام ذات النطاق ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کوہ ثور کے غار میں چلے گئے اور تین رات دن تک وہیں چھپے رہے، رات کو ان کے پاس عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ رہتے تھے۔ عبداللہ نہایت ہوشیار اور سمجھدار نوجوان تھے۔ پچھلی رات سے عبداللہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس آ جاتے تھے اور مکہ میں ہی صبح تک ان کے ساتھ رہتے تھے تا کہ معلوم ہو کہ رات کو مکہ ہی میں رہے ہیں اور جو امر ہر دو حضرات کی بدخواہی کے لئے کیا جاتا اس کو عبداللہ یاد رکھتے تھے اور جا کر دونوں کو اطلاع دیتے تھے، لیکن اس وقت جاتے تھے جب خوب اندھیرا ہو جاتا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا "عامر بن فہیرہ" وہ آپ کی بکریاں چراتا تھا اور جب عشاء کے بعد ایک گھنٹہ رات گزر جاتی تو ایک دودھاری بکری ان کے پاس لے کر پہنچتا اور ہر دو حضرات گرم گرم دودھاری بکری کا دودھ رات کو پیتے تھے اور عامر بن فہیرہ پچھلی رات کو بکریوں کو آواز دے کر جمع کرتا اور صبح کو دیگر چرواہوں کے ساتھ شامل ہو جاتا، کسی کو

یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ رات کو یہ کہاں تھا؟ تین رات برابر یہی کام کرتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی وائل میں سے ایک شخص کو مزدوری پر لے لیا تھا، یہ شخص قبیلہ بنی عبد میں سے تھا اور رہ شناسی میں ماہر تھا اور عاص بن وائل کی اولاد کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت ہاتھ ڈبو چکا تھا (کیونکہ عرب کا قاعدہ تھا کہ جب باہم کسی معاہدہ پر قسم کھاتے تھے تو خون یا خوشبو وغیرہ میں دایاں ہاتھ ڈبوتے تھے، یہ قسم کی پختگی کی ایک علامت سمجھی جاتی تھی) اور کفار قریش کے مذہب پر تھا، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے امین بنا کر دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کر دی تھیں اور اس سے وعدہ لے لیا تھا کہ چوتھے روز صبح کے وقت کوہ ثور کے غار پر دونوں سواریاں لے آنا، چوتھے روز صبح کو وہ مزدور سواریاں لے آیا اور ہر دو حضرات کو ساحل کے راستے سے لے چلا اور عامر بن فہیرہ بھی ساتھ ہولیا۔

زہری کہتے ہیں کہ سراقہ بن مالک کا بھتیجا عبدالرحمٰن بروایت سراقہ بیان کرتا تھا کہ کفار قریش کے نمائندے ہمارے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کی دیت مقرر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ جو شخص ان کو قتل کر دے یا گرفتار کرلے تو اس کو اتنا مال ہم دیں گے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ سراقہ میں نے کچھ آدمی ساحل پر دیکھے تھے اور یقیناً وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں۔

سراقہ کہتا ہے میں نے اس شخص کے کہنے سے معلوم کرلیا کہ یقیناً وہی لوگ ہوں گے لیکن اس سے میں نے کہا کہ وہ نہیں ہو سکتے، ابھی ہمارے سامنے سے فلاں فلاں شخص گئے ہیں، وہی ہوں گے، اس کے بعد تھوڑی دیر میں مجلس میں ٹھہر کر اٹھ کھڑا ہوا، گھر آ کر باندی کو حکم دیا کہ ٹیلہ کے پیچھے سے میرا گھوڑا باہر نکال لا اور میرا انتظار کر، اور نیزہ لے کر میں گھر کے پیچھے سے نکلا، بھالے کی نوک تو ہاتھ میں پکڑ لی اور شام کی طرف کا حصہ زمین پر رگڑتا چلا (تا کہ نیزہ کی چمک کسی کو معلوم نہ ہو اور کوئی یہ نہ سمجھ سکے کہ میں کہاں جا رہا ہوں؟) گھوڑے کے پاس آ کر سوار ہو کر گھوڑے کو دوڑاتا اور زقند مارتا چل دیا۔

جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو میرے گھوڑے کا پاؤں الجھا اور

ٹھوکر کھا کر وہ گر پڑا، اور میں بھی گر پڑا لیکن میں نے اٹھ کر ترکش پر ہاتھ ڈالا اور فال لی کہ میں ان کو پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں، فال میں وہ تیر نکلا جو مجھے برا معلوم ہوا (یعنی ممانعت کا تیر نکلا) میں نے تیروں کی فال پر عمل نہیں کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر زقند مارتا دوڑا، اور اتنا قریب پہنچ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی قرات کی آواز میں نے سن لی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا قاعدہ تھا کہ (راستہ میں) پیچھے مڑ کر نہ دیکھتے تھے باقی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ مڑ کر دیکھتے تھے۔ میں پہنچا ہی تھا کہ گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں گر پڑا، میں نے گھوڑے کو ڈانٹا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن پاؤں کا زمین سے نکلنا قریب قریب ناممکن ہو گیا، خیر! جب گھوڑا سیدھا کھڑا ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے اگلے قدموں کے نشان کے پاس سے ایک غبار دھوئیں کی طرح اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا۔ میں نے تیروں سے فال لی تو وہی تیر نکلا جو مجھے پسند نہ تھا، آخر کار میں نے ان کو آواز دی کہ میں آپ کو امن دیتا ہوں ٹھہر جائیے! وہ میری آواز سے ٹھہر گئے۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس گیا اور جس وقت میں ان کے پاس پہنچنے سے مجبوراً روک دیا گیا تھا اسی وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ عنقریب رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آ جائے گا، اس لئے میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے متعلق انعام مقرر کیا ہے، خلاصہ یہ کہ جو کچھ لوگوں کے ارادے تھے میں نے سب کی آپ ﷺ کو اطلاع دے دی اور اپنے کھانے پینے کا جو سامان اور زاد راہ جو کچھ تھا وہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے کچھ میرے سامان میں کمی نہیں کی (کچھ نہیں لیا) اور سوا اس کے کوئی خواہش نہیں کی کہ ہماری خبر کو چھپائے رکھنا۔ میں نے استدعا کی کہ مجھے آپ ﷺ امان کی ایک تحریر لکھ دیں، حضور ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو لکھنے کا حکم دیا، عامر نے چمڑے کے ٹکڑے پر مجھے ایک تحریر لکھ دی، اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے (اور میں لوٹ آیا)

زہری کہتے ہیں مجھ سے عروہ بن زبیر بیان کرتے تھے کہ راستہ میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کچھ مسلمان سواروں کے ساتھ ملک شام سے آتے ہوئے ملے،

وہاں یہ لوگ تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے کی خبر سنی تھی، اس لئے روزانہ صبح سے شہر کے باہر سنگلاخ زمین تک آتے تھے اور انتظار کرتے رہتے تھے، اور جب دوپہر کی خوب گرمی ہو جاتی تو واپس چلے جاتے تھے۔

ایک روز طویل انتظار کے بعد جب سب لوگ گھروں کو لوٹ کر چلے گئے تھے اور ایک یہودی مدینہ منورہ کی کسی پہاڑی پر اپنے کام کے لئے چڑھا تھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو سفید کپڑے پہنے ہوئے آتے دیکھا، کپڑوں کی سفیدی کے سامنے سراب کی سفیدی بھی ماند پڑ رہی تھی، یہودی ضبط نہ کر سکا اور بے ساختہ پکار اٹھا اے گروہ ہائے عرب! لو یہ تمہارا نصیب ہے جس کے تم انتظار میں تھے، مسلمان فوراً ہتھیار لے کر اٹھے اور ٹھیک دوپہر ہی میں پتھریلی زمین میں حضور ﷺ سے آکر مل گئے، رسول اللہ ﷺ سب کو لے کر دائیں جانب مڑ کر محلہ بنی عمرو بن عوف میں اترے، یہ پیر کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا، وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ تو خاموش بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں سے ملنے کھڑے ہو گئے۔

جن انصاریوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی آتے تھے (اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی پیغمبر خیال کرتے تھے) یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ پر اپنی چادر کا سایہ کیا اور لوگوں نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی عمرو کے محلّہ میں کچھ اوپر دس رات قیام کیا اور وہاں اس مسجد کی بنیاد ڈالی جس کے متعلق ''اسس علی التقوی'' کہا گیا ہے (مسجد قباء) اور اس مسجد میں حضور ﷺ نے نماز بھی پڑھی۔ پھر اونٹنی پر سوار ہو گئے اور چل دیئے، لوگ بھی آپ ﷺ کے ہمرکاب پیدل چلے اونٹنی جا کر مدینہ منورہ میں اس جگہ بیٹھ گئی جہاں رسول اللہ ﷺ کی اب مسجد ہے۔ اس جگہ پر (پہلے سے) کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور در حقیقت یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کے نام سہل و سہیل تھے، یہاں ان دونوں لڑکوں کی کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ سہل و سہیل اسعد بن زرارہ کی زیر پرورش تھے۔ جب یہاں پہنچ کر اونٹنی خود بخود

بیٹھ گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ ہماری قیام گاہ یہی ہوگی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے دونوں لڑکوں کو بلا کر مسجد بنانے کے لئے اس زمین کا نرخ کیا، لڑکوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم بطور ہبہ وتحفہ یہ زمین حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، آپ ﷺ نے ہبہ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور قیمت دے کر اسے خرید لیا پھر وہاں ایک مسجد تعمیر کی، دیگر لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ خود بھی اینٹیں لاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! یہ اس سے بہت زیادہ پاک اور بہتر ہے۔ پھر فرماتے تھے الٰہی! ثواب درحقیقت آخرت کا ثواب ہے، تو انصار ومہاجرین پر رحم فرما۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک نامعلوم الاسم مسلمان کے شعر بطور مثل کے پڑھے۔ زہری کہتے ہیں احادیث میں ہم کو نہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے کبھی کوئی پورا شعر علاوہ ان شعروں کے پڑھا ہو۔ [بخاری شریف: ۳۹۰۵ وغیرہ]

فائدہ:

ہجرت محبوب کا یہ دلدوز اور دل سوز واقعہ جو ابھی آپ کی بصارت سے ٹکرایا اسے اپنے دل کی تختی پر نقش کیجئے اور اس وقت کا تصور کر کے سوچیں کہ دین اور اس کی تعلیمات ہم تک کیا ایسے ہی پہنچ گئیں؟ کیا اس کے پیچھے مسلسل اور پیہم کوششوں کا ہاتھ نہیں؟ کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دینی اور ملی غیرت نے کسی کافر کی پناہ میں اپنے آپ کو زیادہ عرصہ رکھا؟ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ پروردگار عالم نے اپنے صدیق کو زیادہ عرصہ ایک کافر کی پناہ میں رہنے دیا؟ تو زیادہ مناسب ہوگا، آج ہم مصلحتوں کا شکار رہتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ دین کیلئے مصائب برداشت کرنے کا کیا اجر وثواب ہے؟ مصائب کو مول لینے کی دعوت کوئی نہیں دیتا لیکن آنے والے مصائب کا خندہ پیشانی اور پامردی سے مقابلہ کرنا اسلام کی تعلیمات کا ہمیشہ سے جزو لازم رہا ہے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۹۱: ﴿مقامات متبرکہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب عمرہ یا حج کرتے تو ذوالحلیفہ کی مسجد میں ببول کے پاس اترتے اور جب کسی غزوہ سے واپس ہوتے اور اس راستہ سے گزرتے یا حج و عمرہ کو آتے جاتے تو بطن وادی میں اتر جاتے اور جب اس سے نکل جاتے تو بطحاء میں شرقی وادی کے کنارہ پر سواری بٹھا لیتے اور صبح تک وہیں رہتے، لیکن نہ تو پتھروں کی مسجد کے پاس قیام کرتے اور نہ ان ٹیلوں پر جن پر مسجد ہے، وہاں ایک میدان تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کرتے تھے اور وہاں ریت کے ٹیلے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ بھی نماز پڑھتے تھے جس کو سیلاب نے پتھروں وغیرہ سے چھپا دیا ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے وہاں بھی نماز پڑھی ہے جہاں شرف روحا سے چھوٹی ایک مسجد ہے اور عبداللہ وہ جگہ جانتے تھے جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی ہے اور کہا کرتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کو مسجد میں کھڑے ہوتے ہو تو تمہاری سیدھی جانب وہ مقام ہے اور مکہ کو جاتے ہوئے راستہ کے کنارے سیدھی جانب وہ مسجد ہے اور اس مسجد میں اور بڑی مسجد میں تقریباً پتھر پھینکنے کے برابر فاصلہ ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اس پہاڑی کے پاس بھی نماز پڑھتے تھے جو روحاء کے اختتام پر ہے اور اس پہاڑی کا کنارہ راستہ کے کنارے پر اس مسجد کے قریب ہے جو مکہ کو جاتے ہوئے پہاڑی کے اختتام اور اس کے درمیان میں پڑتی ہے وہاں اب ایک مسجد بنا دی گئی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھتے بلکہ اس کو بائیں جانب پیچھے چھوڑ دیتے اور اس کے آگے پہاڑی کے پاس پڑھتے تھے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روحاء سے چلتے تھے لیکن راستہ میں کبھی نماز ظہر نہیں پڑھتے تھے بلکہ یہاں آکر پڑھا کرتے تھے اور جب مکہ سے آتے تو اگر آخری رات ہوتی یا صبح میں کچھ دیر ہوتی تو وہاں اتر جاتے اور وہیں پر نماز صبح ادا کرتے۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ رویثہ کے قریب راستے کی

سیدھی جانب کے سامنے کی طرف نرم اور وسیع میدان میں بڑے درخت کے نیچے اترا کرتے تھے اور رویثہ سے دو میل کے فاصلہ پر بلندیوں سے نکلا کرتے تھے، اب اس پیڑ کا اوپر کا حصہ ٹوٹ چکا ہے، درمیان کا حصہ جھک گیا ہے اور صرف جڑ قائم ہے جس میں اب بہت سی ریت بھر گئی ہے۔

حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے سیلاب کی جگہ میں عرج کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں جن پر راستہ کے داہنی جانب پتھر لگے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ زوال کے بعد دوپہر کو ان پتھروں میں جایا کرتے تھے اور اس مسجد میں ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ ہرش کے قریب ایک سیلاب کی جگہ راستہ کے بائیں جانب بڑے پیڑوں کے پاس اترے اور وہ سیلاب کی جگہ ہرش کے کنارے سے ملی ہوئی ہے، راستہ میں اور اس میں بقدر ایک تیر کے فاصلہ ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راستے سے سب سے زائد قریب اور سب سے زائد لمبے پیڑ کے پاس نماز پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ مر الظہر ان کے نشیبی نالہ میں اترتے تھے، نشیبی نالہ وہ ہے جہاں کوئی مکہ کو جاتے ہوئے راستہ کی بائیں جانب کوہستان سے اترتا ہے راستہ میں اور آنحضرت ﷺ کے اترنے کی جگہ میں صرف ایک پتھر پھینکنے کے بقدر فاصلہ رہتا تھا اور آنحضرت ﷺ مکہ کو تشریف لاتے ہوئے ذی طویٰ میں اتر کر رات بسر کرتے تھے اور وہیں صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی نماز کی جگہ وہ نہیں ہے جہاں مسجد بنادی گئی ہے بلکہ اس سے نیچے سخت پہاڑی پر ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ اس پہاڑ کے سامنے آئے جس میں اور بڑے پہاڑ میں بقدر کعبہ کے فاصلہ ہے اور اس مسجد کو جو وہاں بنادی گئی ہے آپ ﷺ نے ٹیلے کے کنارہ والی مسجد کے بائیں جانب چھوڑ دیا تھا، آنحضرت ﷺ کی نماز کی جگہ اس سے نیچے سیاہ پہاڑی پر ہے۔ [بخاری شریف: ۴۷۰، ۱۴۴۳]

☆☆☆

فائدہ:

مقامات متبرکہ کی جو تفصیل اس واقعے سے پڑھ کر سامنے آتی ہے اس سے ہر عازم حج وعمرہ کے دل میں یہ تمنا ابھرتی ہے کہ ان مقامات پر نوافل ادا کئے جائیں لیکن یہ تمنا اس وقت ادھوری اور دل کے ارمان دل ہی میں رہ جاتے ہیں جب اس کے پاس ان مقامات کی شناخت کا کوئی با اعتبار اور باوثوق ذریعہ نہیں ہوتا، کاش! سعودی حکومت نے اس سلسلے میں بھی کوئی اقدام کیا ہوتا اور ان تاریخی مقامات کو محفوظ کر کے آنے والی نسلوں کیلئے اپنے بزرگوں کے آثار قدم پر چلنا آسان کیا ہوتا۔

قصہ نمبر ۹۲: ## ﴿یہ بھی تو شیطان ہے﴾

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو کسی چیز کا سترہ کئے ہوئے جمعہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اتنے میں معیط کے کسی جوان نے آپ کے سامنے سے نکلنا چاہا، ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینہ میں گھونسا مارا۔ جوان نے پھر ادھر ادھر دیکھا مگر جب جگہ نہ ملی تو پھر اس طرف سے نکلنا چاہا، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے پہلے سے زائد زور سے مارا کہ جس سے اس کو تکلیف پہنچی اور اس نے مروان سے جا کر شکایت کی، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے ہی مروان کے پاس پہنچے، مروان نے کہا اے ابو سعید رضی اللہ عنہ تمہارا اور تمہارے بھتیجے کا کیا جھگڑا ہے؟ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو کوئی سترہ رکھ کر نماز پڑھے اور کوئی اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو اس کو روکنا چاہئے اگر وہ نہ رکے تو اس سے لڑنا چاہئے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ [بخاری شریف: ۴۸۷، ۳۱۰۰]

فائدہ:

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان قرار دیا گیا ہے اور شیطان سے مقابلہ بہر حال ہونا چاہئے لیکن اگر موجودہ حالات میں آپ نے کسی سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو مسجد ایک اچھی خاصی دنگل کی جگہ بن جائیگی، اس لئے آپ ابتداء ہی کسی ایسی

جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں جہاں سے کسی کے گزرنے کا اندیشہ ہی نہ ہو۔

قصہ نمبر ۹۳:

صنادید قریش کی دیدہ دلیری

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، وہاں قریش کی بھی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ کسی نے ان میں سے کہا کیا تم اس ریا کرنے والے کو دیکھتے ہو؟ کیا تم میں سے کوئی فلاں شخص کے ذبح خانہ میں جا کر اس کی ذبح کی ہوئی اونٹنی کا خون اور لید اور اوجھڑی لائے گا اور جب یہ سجدہ میں جائے تو اس کے کاندھوں پر ڈال دے؟ چنانچہ ایک شریر گیا اور اس نے لا کر اسے آپ کے کاندھوں پر ڈال دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہی رہ گئے اور کفار نے ہنسنا شروع کیا، یہاں تک کہ ایک دوسرے پر گرنے لگے، اتنے میں کسی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر کہا، وہ اس زمانہ میں بچی تھیں، لیکن وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور اس کو دور کر کے کفار کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! قریش کی گرفت کر۔ اے اللہ! قریش کی گرفت کر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لئے اور کہا اے اللہ! عمرو بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابو معیط اور عمارہ بن ولید کی گرفت کر۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم خدا کی میں نے سب کو بدر کے روز مقتول دیکھا، اس کے بعد انہیں بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کنویں والوں پر لعنت ہے۔

[بخاری شریف: ۲۳۷، ۴۹۸، ۲۷۷۶، ۳۰۱۴، ۳۶۴۱، ۳۷۴۳]

فائدہ:

جب انسان انسانیت کے دائرہ کار سے نکل کر حیوانیت کے دائرے میں پہنچتا ہے تو اس کے ساتھ شیطانیت بھی مل جاتی ہے اور حیوانیت اور شیطانیت کے باہمی ملاپ سے جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان سے شرافت تو کجا انسانیت بھی اپنا سر پیٹ لیتی ہے، اس

مقام پر میں اپنے اس دعویٰ میں یقیناً حق بجانب ہوں کہ جتنے صنادید قریش اس واقعے میں ملوث ہوئے، وہ انسانیت کی معراج سے نکل کر حیوانیت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر کر شیطانی رقص میں مصروف تھے اور ان کا سرغنہ ''شیطان'' انہیں اپنی انگلیوں پر نچا رہا تھا، موجودہ حالات بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

قصہ نمبر ۹۴: **﴿اوقات نماز﴾**

ابن شہاب زہری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے نماز عصر (وقت مستحب سے) دیر کر کے پڑھی، اتنے میں حضرت عروہ بن زبیر رحمتہ اللہ علیہ آئے اور کہنے لگے کہ ایک بار مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ملک عراق میں نماز میں (وقت مستحب سے) تاخیر کر دی تھی تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ مغیرہ یہ تم نے نماز میں تاخیر کیسے کی؟ کیا تم کو علم نہیں کہ حضرت جبرئیل نے (صبح معراج کو) نازل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (پانچ وقت میں) پانچ نمازیں پڑھائی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کے پیچھے پانچوں نمازیں پڑھی تھیں نماز سے فارغ ہو کر حضرت جبرئیل نے کہا تھا کہ مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے عروہ سے کہا کہ ذرا سوچ کر حدیث بیان کرو، کیا جبرئیل نے ہی امامت کرتے وقت نماز کے اوقات کی تعیین کی تھی، حضرت عروہ نے جواب دیا جی ہاں! جبرئیل نے ہی ان اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی تھی اور مجھ سے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بھی بیان کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب کہ آفتاب کا سایہ میرے حجرے میں ہوتا تھا، اوپر چڑھنے نہ پاتا تھا۔ [بخاری شریف، ۴۹۹، ۳۰۴۹، ۳۷۸۵۰]

فائدہ:

حکمران میں اگر حق بات سننے، تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد اسے قبول کرنے کا مادہ ہو اور اہل حق بھی حق بات حق انداز میں حق نیت سے بیان کریں تو ملکی سلامتی کا پہیہ

صحیح طریقے سے گھومتا رہے گا اور جہاں اس میں کوتاہی اور خلل واقع ہوگا وہیں یہ پہیہ پنکچر ہو جائے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ساز اور عہد ساز شخصیت سے کون ناواقف ہے؟ ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کا بجا طور پر نمونہ قرار دیا گیا لیکن ان کا جو سب سے بڑا کارنامہ ہے وہ علامہ خالد محمود صاحب کی زبان میں یوں ہے کہ قرآن کریم کی حفاظت کا خیال عمر اول کے دل میں آیا تو حدیث مبارکہ کی حفاظت کا خیال عمر ثانی کے دل میں، پھر انہوں نے حفاظت حدیث کا جو زریں کارنامہ سرانجام دیا وہ تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔

قصہ نمبر ۹۵: فتنوں کے درمیان حائل رکاوٹ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے فتنوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کسی کو یاد ہے؟ میں نے کہا کہ مرد کا فتنہ اس کے اہل اور اولاد اور مال اور پڑوسیوں میں ہوتا ہے اور اس کو نماز اور صدقہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دور کر دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں دریافت کرتا (بلکہ اس کو) جو مثل دریا کے موج زن ہوگا (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ یا امیر المومنین! آپ پر اس کا کچھ خوف نہیں، کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان میں تو ایک بند دروازہ حائل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دروازہ کھول دیا جائے گا یا توڑا جائے گا۔ (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ نہیں بلکہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو کبھی بند نہ ہوگا (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے کہا ہاں

(شقیق نیچے کے راوی) کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں جس طرح میں جانتا ہوں کہ کل کے دن کے بعد رات ہے اور اس کا سبب یہ تھا کہ میں نے ان سے ایک ایسی حدیث بیان کی تھی جو غلط (واہیات) حدیثوں میں سے نہ تھی (شقیق کہتے ہیں) مسروق سے ہم نے ''دروازہ'' کی مراد پوچھنے کیلئے کہا، انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

دروازہ کیا تھا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا (وہ دروازہ خود) حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے (یعنی آپ کا بدن یا آپ کی حیات)۔ [بخاری شریف:۵۰۲، ۱۳۶۸، ۶۶۸۳]

فائدہ:

علماءِ کرام کی زبانی ہم وقتاً فوقتاً سنتے رہتے ہیں کہ آج کل فتنوں کا دور دورہ ہے، اپنے ایمان کی حفاظت کیجئے، زیرِ نظر واقعے کی روشنی میں اس جملے کی صداقت کی دلیل بھی موجود ہے اور اس بات کی وضاحت بھی کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک ایسا الم ناک سانحہ ہے جس کے بعد فتنوں کا بندھن ٹوٹ گیا اور وہ لڑی کے دانوں کی طرح ایک ایک کر کے بکھرنا اور وقوع پذیر ہونا شروع ہو گئے اور ان کا دروازہ اب تک بند نہیں کیا جا سکا اس لئے مجھے بھی کہنے دیجئے کہ ''آج کل فتنوں کا دور دورہ ہے، اپنے ایمان کی حفاظت کیجئے۔''

قصہ نمبر ۹۶: ﴿اب تو نماز بھی ضائع ہو گئی﴾

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں پہنچا (میں نے دیکھا کہ) آپ رو رہے ہیں میں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا جو جو باتیں (ارکان اسلام میں سے) میں نے پائی تھیں، ان میں سے نماز کے علاوہ اب ایک بھی نہیں پاتا اور یہ نماز بھی اب ضائع ہو چکی ہے۔ [بخاری شریف:۵۰۷]

فائدہ:

اسی مضمون کا ایک اور واقعہ آگے بھی آ رہا ہے جو ''قندِ مکرر'' کے طور پر دوبارہ ذکر کیا گیا ہے اور سچ پوچھئے تو اس کا مقصد اپنے قارئین کو نماز کی طرف متوجہ کرنا ہے جسے ہم نے اپنی زندگیوں سے اس طرح خارج کر دیا ہے جیسے ہمارا اس کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں اور جو لوگ نماز کا اہتمام کرتے ہیں، ان سے نماز کی حقیقی کیفیت، اس پر مرتب ہونے والے ثمرات اور فوائد و برکات اس طرح گم ہو گئے ہیں جیسے ایک بھولی بسری داستان ہوتی ہے، میرے عزیز! نماز پڑھیے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی نماز پڑھی جائے اور اس میں قلبی دھیان

اور توجہ پیدا کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نماز ہمارے منہ پر لپیٹ کر دے ماری جائے۔

قصہ نمبر ۹۷: ﴿دیدار محبوب کی ہر ایک کو تمنا ہوتی ہے﴾

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ایک شب) ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر چاند کو دیکھا اور فرمایا قیامت کے دن تم لوگ اپنے پروردگار کو بالکل اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، دیدار الٰہی سے لوگوں کا ہجوم تمہارے لئے مانع نہ ہوگا، لہٰذا اگر تم سے ہو سکے تو طلوع وغروب سے قبل نماز سے غافل نہ رہا کرو اس کے بعد حضور ﷺ نے استدلال میں یہ آیت تلاوت فرمائی ''پس اپنے رب کے حمد کی تسبیح کرو، سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔'' [بخاری شریف: ۵۲۹، ۵۴۷، ۴۵۷، ۶۹۹۷]

فائدہ:

پروردگار عالم کی زیارت کا شوق ہر اس مسلمان کے دل میں چٹکیاں لیتا ہے جس کے دل میں شمع ایمانی روشن اور حرارت ایمانی موجود ہے، اسلام کی ابتدائی دوسری اور تیسری صدی ہجری میں بعض اس قسم کے بدذوق لوگ گزرے ہیں جو ''دیدار خداوندی'' کے منکر تھے، مجھے امید ہے کہ میرا مخاطب اس بدذوقی کا شکار نہیں ہوگا اور اس کے دل میں بھی لقاءِ محبوب کی تمنا میری ہی طرح موجزن ہوگی۔

قصہ نمبر ۹۸: ﴿یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں عطا کردوں﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے میں نے سنا اور (اس وقت) آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے کہ تم سے پہلے لوگوں میں تمہارا زمانۂ بقا ایسا ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت۔ اہل تورات کو تورات دی گئی اور انہوں نے (صبح سے) آدھے دن تک (اس پر) عمل کیا، پھر وہ عاجز ہو گئے اور ایک ایک قیراط ان کو دیا گیا۔ پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی اور انہوں نے اس پر عصر کے وقت تک عمل کیا، لیکن

پھر وہ بھی عاجز ہو گئے اور ان کو ایک ایک قیراط عنایت کیا گیا۔ پھر تم لوگوں کو قرآن مجید دیا گیا اور اس پر تم نے غروب آفتاب تک عمل کیا اور تم کو دو دو قیراط عنایت ہوئے، توریت والوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں نے عمل تھوڑا کیا اور اجر ان کو زیادہ ملا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں نے تمہارے اجر میں سے کچھ کم کیا؟ وہ بولے نہیں! فرمایا بس تو یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں دوں۔ [بخاری شریف: ۵۲۲، ۵۲۳، ۲۱۴۸، ۷۰۲۹، ۷۰۹۵]

فائدہ:

فضیلت اور بزرگی کا معیار انسانوں میں خواہ کچھ بھی ہو، پروردگار عالم کی نظر انتخاب کسی اور چیز پر پڑتی ہے اور وہ جس چیز کو منتخب فرمالے، اس کے انتخاب پر کسی کو حرف شکایت زبان پر لانے کی اجازت نہیں، ورنہ اسے دائرہ ایمان سے خارج تصور کیا جائیگا۔

امت محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیہ کی یہی وہ فضیلت اور بزرگی تھی جو اہل کتاب کی نظروں میں پہلے بھی کھٹکتی تھی اور اب بھی ان کی نظروں کا کانٹا بنی ہوئی ہے لیکن شاید سعدی نے اسی موقع کیلئے کہا تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

قصہ نمبر ۹۹:

اور نماز قضاء ہو گئی

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رات کے وقت حضور ﷺ کے ہم رکاب سفر پر جا رہے تھے، رات کا جب تھوڑا حصہ باقی رہ گیا تو بعض لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر مناسب ہو حضور ﷺ کچھ دیر قیام کر لیں تا کہ لوگ کچھ سو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ خوف ہے کہ سوتے میں کہیں تمہاری نماز نہ جاتی رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ بولے میں آپ سب لوگوں کو بیدار کر دوں گا، چنانچہ سب لوگ سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک کجاوہ سے ذرا پشت لگائی لیکن ان پر بھی ایسا نیند کا غلبہ ہوا کہ بیدار نہ رہ سکے اور ان کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

آخر کار سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے، اس وقت آفتاب کا کنارہ نکل چکا تھا اور نماز فجر قضا ہوگئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا بلال! تمہارا وعدہ کہاں گیا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا عرض کروں، مجھے ایسی نیند آئی کہ کبھی نہ آئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلاشک خدا نے جب تک چاہا تمہاری روحوں کو بند کر رکھا اور جب چاہا چھوڑ دیا، بلال رضی اللہ عنہ اٹھو اور نماز کے لئے اذان دو، اس کے بعد آپ ﷺ نے وضو کیا اور جب آفتاب اونچا ہوگیا اور دھوپ پھیل گئی تو آپ ﷺ نماز کو کھڑے ہوئے (یعنی قضاء نماز جماعت سے ادا کی)۔ [بخاری شریف: ۵۷۰، ۷۰۳۳]

فائدہ:

اس واقعے کا عنوان اگر آپ یہ تصور کرلیں "اور نماز قضاء کروادی گئی" تو بات زیادہ واضح ہو جائے گی کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو وقت مقررہ پر آپ ﷺ کی آنکھ کھل جاتی لیکن قضاء خداوندی قضاء صلوٰۃ چاہتی تھی تا کہ امت کو قضاء نماز کے احکام کا بھی علم ہو سکے اور امت اس باب میں اپنی علمی تشنگی محسوس نہ کرے۔

قصہ نمبر ۱۰۰: ﴿جنگ خندق کے دن﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن غروب آفتاب کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار کو برا کہتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آفتاب ڈوبنے کے قریب ہوگیا تھا اور میرے لئے نماز عصر پڑھنا ممکن نہ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے (راوی کہتے ہیں) اس کے بعد ہم (میدان) بطحان کی طرف اٹھ کر گئے، وضو کیا اور حضور ﷺ نے عصر کی نماز غروب آفتاب کے بعد پڑھی اور پھر مغرب پڑھی۔

[بخاری شریف: ۵۷۱، ۵۷۲، ۶۱۵، ۹۰۳]

فائدہ:

اس واقعے کا صحیح پس منظر تو ان خدامست افراد کو معلوم ہوگا جو راہ خدا میں اپنی

جانوں کو ہتھیلیوں پر لئے پھرتے ہیں ہم تو صرف یہاں بیٹھ کر تصور کر سکتے ہیں کہ میدان جنگ کی کیا نزاکتیں ہوتی ہیں اور اس میں کن حالات کا سامنا ہوتا ہے، کہیں دشمن کی یلغار ہوتی ہے اور کہیں گولیوں کی برسات، کہیں توپوں نے صفوں میں کھلبلی مچا رکھی ہوتی ہے اور کہیں میزائلوں نے طوفان برپا کیا ہوتا ہے اس موقع پر اگر نماز قضاء ہو جائے تو عین ممکن ہے لیکن اس کا دھیان اتنا ہو جتنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تھا۔

قصہ نمبر ۱۰۱: اگر قسم کا غلط ہونا واضح ہو جائے......

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ محتاج لوگ تھے اور حضور ﷺ نے یہ طے فرما دیا تھا کہ جس کے پاس (گھر والے) دو آدمی ہوں وہ تیسرے آدمی کو کھلانے لے جائے، اور جس کے پاس چار آدمی ہوں وہ پانچویں کو لے جائے یا پانچ ہوں تو چھٹے کو لے جائے۔ بہر حال! ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو لائے اور رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ دس آدمیوں کو لے گئے، ہمارے گھر کے آدمی اس وقت صرف تین تھے میں اور والدین (راوی کو شک ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے اپنی بیوی کا بھی تذکرہ کیا یا نہیں کیا) اور ایک خادم تھا جو میرے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھروں میں مشترک تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس شب کو کھانا حضور ﷺ کے ہمراہ کھایا تھا اور دیر تک گھر نہ آئے تھے کیونکہ عشاء کی نماز پڑھ کر حضور ﷺ کے پاس چلے گئے تھے اور دیر تک وہیں رہے تھے، آخر کار جب حضور ﷺ کھانے سے فارغ ہو گئے تو کچھ رات گئے ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر میں آئے، بیوی نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے مہمانوں کی خبر نہ لی یا مہمان کی خبر نہ لی؟ (راوی کا شک ہے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے تو کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی نے جواب دیا انہوں نے تمہارے بغیر کھانے سے انکار کر دیا، کھانا تو پیش کیا گیا تھا لیکن انہوں نے نہ کھایا۔

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں جا کر چھپ گیا یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر جب میں نے غصہ کے آثار دیکھے تو جا کر چھپ گیا (سامنے نہ آیا) یہ سن کر حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (میرے متعلق) کہا او جاہل کم بخت اور مجھے سخت سست کہا اور ناک کٹنے کی بددعا دی (عرب کا عام محاورہ تھا کہ اگر کسی کو برا بھلا کہتے تو کبھی کہتے خدا کرے تیری ناک کٹ جائے، کبھی کہتے خدا کرے تیری ناک غبار آلود ہو، اردو میں بھی کہتے ہیں کہ تیرے سر پر خاک، تجھے خدا کی مار وغیرہ۔) اس کے بعد آپ نے گھر والوں سے فرمایا تم کھانا کھاؤ خدا کرے کہ تم کو ہضم نہ ہو (یہ بھی درشت مزاجی کے کلمات ہیں) میں خدا کی قسم ہرگز نہ کھاؤں گا۔

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم نے کھانا شروع کر دیا لیکن جو لقمہ اٹھاتے تھے، نیچے سے کھانا اس سے زیادہ اور بڑھ جاتا تھا یہاں تک کہ ہم اور سب آدمی سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ بچ رہا، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیوی سے فرمایا بنت فراس! یہ کیا بات ہے؟ بیوی بولیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم یہ کھانا پہلے سے تین گنا ہے اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں سے کچھ کھایا اور فرمایا وہ قسم شیطان کی طرف سے تھی یعنی میں نے غلطی سے قسم کھائی تھی۔ خیر اس کلام کے بعد ایک لقمہ اور کھایا اور بقیہ کھانے کو اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور صبح تک وہ کھانا حضور ﷺ ہی کے پاس رہا۔

اس زمانہ میں ہم میں اور ایک اور قوم میں معاہدہ تھا اور مدت معاہدہ ختم ہو گئی تھی، اس لئے مسلمان لوگ مدینہ آئے ہوئے تھے ہم نے ان سب کو بارہ جماعتوں پر تقسیم کیا، ہر جماعت میں کئی کئی آدمی تھے پھر سب آدمیوں نے وہ کھانا کھایا (حدیث کے اخیر حصہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اور کفار میں باہم معاہدہ ہو گیا کہ کچھ مدت معین تک کوئی کسی کو تکلیف نہ دے اور کسی سے تعرض نہ کرے، اس معاہدہ کی بناء پر مسلمان چاروں طرف نہایت آزادی سے پھرنے لگے مگر جب مدت معاہدہ ختم ہو گئی تو کفار کی وجہ سے مسلمانوں نے ادھر ادھر گھومنا پھرنا ترک کر دیا اور سب کے سب مدینہ میں واپس آ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والا کھانا سب نے مل کر کھایا) [بخاری شریف: ۳۳۸۸، ۵۷۸۹، ۵۷۹]

فائدہ:

"خدا ترسی" کا فقدان کسی بھی قوم کے زوال کیلئے کافی سے زیادہ ہوتا ہے اور

انسان اگر اپنی غلطی کا اقرار کرلے تو یہ اس کے منصف، سلیم الفطرت اور صحیح العقل ہونے کی علامت ہے، اپنی غلطی واضح ہو جانے کے باوجود بھی اسی پر ڈٹے رہنا کسی طرح بھی رضاء خداوندی کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدا ترسی میں اپنی نظیر آپ تھے اسی وجہ سے انہیں کبھی بھی ''قبول حق'' اور ''تسلیم خطا'' میں کوئی عار اور شرم محسوس نہیں ہوئی اور ہونا بھی یہی چاہئے اور یہی اس واقعہ کا بنیادی سبق ہے کہ ہم قبول حق اور تسلیم خطاء کا جذبہ اپنے اندر بیدار کریں۔

قصہ نمبر ۱۰۲: اذان کی ابتداء کیسے ہوئی؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو جمع ہو کر نماز کے وقت اندازہ کرلیا کرتے تھے، نماز کے لئے اذان نہ دی جاتی تھی ایک روز سب نے اس بارہ میں مشورہ کیا چنانچہ بعض لوگوں کی رائے ہوئی کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بنالینا چاہئے، بعض کہنے لگے یہ نہیں بلکہ یہودیوں کے سینگ کی طرح کوئی بوق تیار کرنا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک آدمی کو کیوں مقرر نہیں کر دیتے جو نماز کے لئے سب کو ندا کر دیا کرے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال! اٹھ کر نماز کے لئے ندا کر دو۔[بخاری شریف:۵۷۹]

فائدہ:

نماز سے قبل اذان کی اہمیت وعظمت کسی سے مخفی نہیں ہے اور اسے شعائر اسلامی میں شمار کیا جاتا ہے لیکن ابتداء اسلام میں اذان کا رواج نہ تھا نماز کے وقت کا اندازہ کر کے سب لوگ آجاتے تھے اور جماعت ہو جاتی تھی، مگر جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو ہر ایک کو اطلاع دینا دشوار ہوگئی، اس لئے سب نے مل کر مشورہ کیا کہ نماز کی اطلاع دینے کے لئے کوئی تدبیر کرنی چاہئے جس سے سب لوگوں کو جماعت کا علم ہو جائے اور سب لوگ جماعت کے وقت جمع ہو جائیں۔

چنانچہ کسی نے مشورہ دیا کہ عیسائیوں کی طرح نماز کی تیاری کے وقت ناقوس بجایا

جائے تا کہ اس کی آواز سن کر لوگ آجائیں، کسی نے مشورہ دیا کہ مجوسیوں کی طرح آگ جلائی جائے کہ اس کی روشنی کو دیکھ کر لوگ اکٹھے ہو جائیں، کسی نے کہا کہ سینگ بجانا چاہئے جس طرح یہودی بجاتے ہیں، بعض نے کہا کہ کوئی نشان کھڑا کر دینا چاہئے کہ جھنڈی کو دیکھ کر لوگ آجائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے کہ کسی آدمی کو مقرر کر دینا چاہئے کہ وہ ہر نماز کا اعلان کر دے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ جلانا مجوسیوں کا کام ہے، ناقوس بجانا نصاریٰ کا کام ہے اور سینگ بجانا یہود کی حرکت ہے رہا نشان قائم کرنا تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے، خیر! یہ معاملہ یوں ہی رہا اور کچھ فیصلہ نہ ہو سکا۔

رات کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو فرشتہ نے اذان کی تعلیم خواب میں دی، انہوں نے صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور خواب کی کیفیت بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ اذان بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو ان کی آواز بلند ہے، وہ اعلان کر دیا کریں گے چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھا دی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اذان کی آواز سنی تو گھر سے دوڑے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے جو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے لیکن بقول شیخ ابن حجر اذان کی ابتداء وحی سے ہوئی ہے، پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے سے اذان کا حکم دیا گیا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ اس وحی سے پہلے بھی تھا اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے موافق تائید میں وحی نازل ہوئی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک فرشتے کو انسانی شکل میں دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں بانسری پکڑے ہوئے ہے، انہوں نے اس سے خواب ہی میں پوچھا کہ تم اسے میرے ہاتھ فروخت کرو گے؟ اس نے کہا کہ تم اسے لیکر کیا کرو گے؟ انہوں نے فرمایا کہ نماز کے وقت میں اسے بجایا کریں گے تا کہ لوگوں کو نماز کا وقت معلوم ہو جائے، اس نے کہا کہ کیا میں تمہیں اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں؟ پھر اس نے انہیں اذان کے کلمات سکھائے اور جب آنکھ کھلی تو وہ کلمات انہیں اچھی طرح یاد تھے۔

قصہ نمبر ۱۰۳: ﴿جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے﴾

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نوجوان لوگ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیس روز تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی نرم دل تھے جب آپ کو خیال ہوا کہ ہم کو گھر یاد آنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم (اپنے گھر) کس کس کو چھوڑ آئے ہو؟ ہم نے بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور وہاں رہ کر لوگوں کو تعلیم دو۔ اور نیک باتیں بتاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں بتائیں جو مجھ کو خوب یاد ہیں اور فرمایا کہ جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح تم بھی نماز پڑھو جب نماز کا وقت آ جائے تو کوئی شخص تم میں سے اذان کہے اور جو بزرگ ہو وہ امامت کرے۔

[بخاری شریف: ۶۰۲، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۲۷، ۶۵۳، ۲۶۹۳، ۵۶۶۲، ۶۸۱۹]

فائدہ:

قبول اسلام، تعلیم و تربیت اور عدالتی و پنچایتی فیصلوں کے سلسلے میں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خوب خاطر داری فرماتے، ان کے آرام و راحت کا خوب خیال رکھتے اور ان کے مسائل کو حل فرمایا کرتے تھے اور ایسے غیر محسوس انداز میں انہیں دین اور اس کی تعلیمات سے روشناس کروا دیتے تھے کہ مخاطب اپنے ذہن پر کوئی بوجھ لئے بغیر ہی اسے قبول کر لیتا۔

قصہ نمبر ۱۰۴: ﴿اطمینان سے آیا کرو﴾

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے پاؤں کی آواز سنی (لوگ دوڑ کر آ رہے تھے) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو فرمایا کیوں کیا بات تھی؟ لوگوں نے عرض کیا ہم کو نماز کی جلدی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا، جب نماز کو آیا کرو اطمینان سے آیا

کرو، جس قدر نماز مل جائے پڑھ لیا کرو، جتنی فوت ہو جائے اس کو بعد میں پورا کر لیا کرو۔[بخاری شریف:۶۰۹]

فائدہ:

"آداب مسجد" دراصل "آداب بارگاہ خداوندی" ہیں، اور مسجد میں داخل ہوتے وقت ہمیں اپنے ذہن میں اس تصور کو حاضر رکھنا چاہئے کہ مسجد درحقیقت دربار خداوندی ہے جہاں حاضری کا ایک اہم ادب "وقار" بھی ہے اور ظاہر ہے کہ دوڑنے میں انسانی وقار برقرار نہیں رہتا اس لئے مساجد میں دوڑنے اور بھاگنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔

قصہ نمبر ۱۰۵: ﴿کتنا دین باقی بچا؟﴾

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضرت ابو درداء میرے پاس تشریف لائے، اس وقت آپ کچھ غصہ میں تھے، میں نے عرض کیا کہ غصہ کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا خدا کی قسم! میری دانست میں دین محمدی میں سے سواء باجماعت نماز کے اور کچھ باقی نہیں رہا لیکن اب لوگ اس میں بھی سستی کرنے لگے ہیں۔[بخاری شریف:۶۲۲]

فائدہ:

کاش! میرا مخاطب اس واقعے کو بار بار پڑھے، اپنے دل کے دروازے پر دستک دے اپنے ضمیر سے مخاطب ہو کر پوچھے کہ بتا! تو کتنی نماز پڑھتا ہے؟ کتنی نمازوں میں تیری توجہ اللہ کی طرف اور کتنی میں غیر اللہ کی طرف ہوتی ہے؟ کتنی نمازوں میں تجھے رونا آتا ہے اور کتنی نمازوں میں تو اپنے ساتھ اپنا پتھر دل واپس لاتا ہے؟ شاید اس طرح کرنے سے کچھ فرق پڑ سکے۔

قصہ نمبر ۱۰۶: ﴿کانٹے ہٹانے کا اجر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا، اتفاقاً سرراہ کانٹوں کی ایک شاخ پڑی پائی، اس نے راستہ سے اسے ہٹا

دیا، خدائے تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس کی عزت افزائی کی اور اس کو بخش دیا۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں، طاعون سے مرنے والا، ہیضہ کی بیماری سے مرنے والا، پانی میں ڈوب کر مرنے والا، دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا، راہ خدا میں شہید ہونے والا، پھر فرمایا کہ اگر لوگوں کو علم ہوتا کہ اذان دینے میں اور جماعت کی اول صف میں شریک ہو کر نماز پڑھنے میں کس قدر ثواب عظیم ہے تو ضرور باہم ایک دوسرے سے یہ فضیلت حاصل کرنے کیلئے جھگڑا کرتے اور جب جھگڑے کا فیصلہ قرعہ اندازی کے بغیر ناممکن سمجھتے تو قرعہ اندازی کرتے، اور اگر لوگوں کو ظہر کی نماز اول وقت پڑھنے کا ثواب معلوم ہوتا تو اس کی طرف سبقت کرتے اور اگر لوگوں کو عشاء اور فجر کی نماز میں شرکت کا ثواب معلوم ہوتا تو وہ ان نمازوں کی ادائیگی ضرور کرتے اگرچہ پاؤں گھسیٹتے ہوئے آنا پڑتا۔ [بخاری شریف: ۶۲۴، ۶۸۸، ۲۳۴۰، ۲۶۷۴، ۵۴۰۱]

فائدہ:

روایات کے مطابق لوگوں کی راہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا ایمان کا ایک شعبہ ہے، یہ کام جتنا آسان ہے اتنا ہی لوگوں کی نظروں میں معمولی اور حقیر ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کیلئے کسی چیز کی لوگوں کے درمیان حیثیت پر نظر نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات تو معمولی معمولی اعمال پر بخشش کے فیصلے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس چیز کی سمجھ دیدیں۔

قصہ نمبر ۱۰۷:

﴿مسجد سے دوری﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو سلمہ نے چاہا کہ نقل مکانی کر کے مسجد نبوی کے پاس آ کر بس جائیں لیکن رسول اکرم ﷺ نے مدینہ کے خالی کر دینے کو برا سمجھا اور فرمایا کیا تم اپنے قدموں کے ثواب کا حساب نہیں کرتے؟ یہ سن کر وہ لوگ اپنی جگہ پر قائم رہے۔ [بخاری شریف: ۶۲۵، ۱۷۸۸]

فائدہ:

''مسجد سے دوری'' ایک ذو معنی لفظ ہے، کبھی اس سے مراد ''مسجد سے وحشت''

ہوتی ہے اور کبھی اس سے مراد "بعد مکانی" ہوتا ہے، اول صورت کے مبغوض اور قابل نفرت ہونے میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں اور دوسری صورت میں ثواب کے اضافے کی نیت سے آنا یقیناً بہت بڑی نیکی ہے اور اسی وجہ سے حضور ﷺ نے بنوسلمہ کو مسجد نبوی کے قریب منتقل ہونے سے منع فرمادیا تاکہ دور سے آنے کا ثواب بھی ملے اور نماز باجماعت کا ثواب بھی کہیں نہ جائے۔

قصہ نمبر ۱۰۸:

چاشت کی نماز

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک انصاری نے خدمت عالی میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں حضور ﷺ کے ساتھ جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا، یہ انصاری بہت لحیم شحیم تھے۔ اس لئے حضور ﷺ میرے گھر تشریف لاکر کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اس جگہ کو اپنے لئے جاءِ نماز مقرر کرلوں چنانچہ ان انصاری نے حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اور حضور ﷺ کو گھر پر تشریف لانے کی دعوت دی، حضور ﷺ اس کے گھر تشریف لے گئے، انصاری نے آپ ﷺ کے واسطے ایک چٹائی لاکر بچھادی اور اس کو نرم کرنے کے لئے اس پر پانی چھڑک دیا، آپ ﷺ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔

یہ حدیث سن کر قبیلہ جارود کے کسی شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس روز کے علاوہ میں نے کبھی آپ ﷺ کو نماز چاشت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

[بخاری شریف: ۶۳۹، ۱۱۲۵، ۵۷۳۰]

فائدہ:

فرائض کی ادائیگی تو انسان کے ذمے بہر حال لازم ہے ہی لیکن جب انسان کو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہو تو پھر نوافل کی پابندی حق تعالیٰ کی محبت اور بلندی درجات میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے خواہ یہ نوافل اشراق کے ہوں یا چاشت کے، زوال کے ہوں یا

اوابین کے، صلوٰۃ التسبیح کی صورت میں ہوں یا صلوٰۃ الحاجہ کی، قبل از فرائض ہوں یا بعد از فرائض، دعویٰ محبت کیلئے اس دلیل محبت کی طرف بھی توجہ فرمائیے۔

قصہ نمبر ۱۰۹: ﴿اگر میں نہ ہوں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنا دینا﴾

حضرت سہل بن سعد ساعدی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی عمرو میں لڑائی ہوئی اور (اس کی) خبر حضور رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی، آپ ﷺ صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہہ گئے کہ اگر میں شام تک نہ لوٹ آؤں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دینا کہ نماز پڑھا دیں، چنانچہ جب نماز عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان اور اقامت کہی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (نماز) پڑھانے کے واسطے کہا، انہوں نے امام ہو کر نماز پڑھائی، وہ نماز میں ہی تھے کہ (اتنے میں) حضور اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے، لوگوں کو یہ معاملہ بہت سخت گزرا اور حضور ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف آخر ہی میں کھڑے ہو گئے (راوی کہتے ہیں) لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے معلوم کرانے کے واسطے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا (یہ) قاعدہ تھا کہ جب آپ نماز میں مشغول ہوتے تو بالکل مستغرق ہو جاتے لیکن ہاتھوں کی جو آواز سنی تو رہا نہ گیا اور کن آنکھوں سے حضور ﷺ کو دیکھا، حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کو اشارہ کیا کہ اپنے مقام پر ٹھہرے رہو لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھوڑی ہی دیر ٹھہرے تھے مگر پھر اشارہ کرتے ہوئے الٹے لوٹ آئے۔

حضور ﷺ نے جب یہ دیکھا تو آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے اور نماز کو پورا کرایا، پھر نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں نے تم کو ٹھہرنے کا اشارہ کر دیا تھا پھر تم کیوں نہ ٹھہرے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابو قحافہ کے بیٹے کیلئے (یعنی مجھے) یہ مناسب نہ تھا کہ رسول مقبول ﷺ کی امامت کرے (اس کے بعد) حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو جائے تو مرد تسبیح کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔ [بخاری شریف: ۶۵۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۶، ۱۱۶۰، ۱۱۶۷، ۲۵۸۸، ۲۵۴۷، ۶۷۶۷]

فائدہ:

رئیس المجاہدین اور امام القضاۃ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غور کر کے دیکھا تو پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے مصلی امامت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا تھا، جس شخص کو حضور ﷺ نے ہمارے دینی معاملات کی امامت کیلئے منتخب فرما لیا، ہم نے اسے اپنی دنیا کیلئے بھی منتخب کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اتنا واضح ہے کہ جس میں کس قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں اور اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی منقبت عظیمہ ظاہر ہوتی ہے اور اس سے بھی بڑے شرف کی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آپ کے پیچھے نماز ادا فرمائی، لیکن مجال ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ کی گردن میں سریا فٹ ہوا ہو کہ میری یہ فضیلت، میرا یہ مقام، حضور ﷺ نے میرے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ ذیل کا واقعہ بھی پڑھئے۔

شیخین رضی اللہ عنہما کا ایک مکالمہ

قصہ نمبر ۱۱۰:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کا مرض شدت پکڑ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا نہیں! حضور ﷺ کے انتظار میں ہیں، فرمایا میرے لئے ایک ٹب میں پانی رکھو، ہم نے حکم کی تعمیل کی، آپ ﷺ نے غسل کیا، لیکن اٹھتے وقت آپ ﷺ کو ضعف ہو گیا اور آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے، کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ ہم نے عرض کیا ابھی نہیں! حضور کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا ٹب میں میرے لئے پانی رکھو ہم نے حکم کی تعمیل کی، آپ ﷺ نے غسل کیا مگر اٹھنا چاہتے ہی تھے کہ غشی آ گئی، کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا ابھی نہیں! حضور کے انتظار میں ہیں اور واقعی اس وقت لوگ حضور ﷺ کے انتظار میں مسجد میں بھرے بیٹھے تھے اور نماز عشاء کے لئے منتظر تھے، بالآخر حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ آپ، لوگوں کو نماز پڑھا دو، پیغام لانے والے نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ حضور

ﷺ آپ کو امامت کا کرنے کا حکم دیتے ہیں، تو چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل کے آدمی تھے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ آپ، لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے آپ اس کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ آخر کار ان ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

ایک بار حضور ﷺ کو مرض میں کچھ تخفیف محسوس ہوئی، تو دو آدمیوں کے سہارے سے آپ ﷺ ظہر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے لیکن حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو اور ان دونوں آدمیوں سے فرمایا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر بٹھا دو، ان دونوں نے حضور ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر بٹھا دیا چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے لگے اور دیگر مقتدی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کے پیرو تھے اور حضور ﷺ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سنائی تو انہوں نے اس حدیث میں سے کسی بات کا انکار نہ کیا صرف اتنا فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس دوسرے آدمی کا بھی نام لیا تھا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔

[بخاری شریف: ۶۵۵، ۱۹۵ وغیرہ]

فائدہ:

دوسروں کے کمالات کا اقرار و اعتراف انسان کی عزت میں چار چاند لگا دیتا ہے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے علمی اور عملی کمالات کا احساس تھا اسی لئے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مصلی امامت کا حق ادا کرنے کی پیشکش کی لیکن مشیت خداوندی کا تقاضا یہ تھا کہ "خلیفہ رسول اللہ ﷺ" کا معزز لقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو نہ ملے اسی لئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے "امیر المومنین" کے لقب کی طرح ڈالی جو بعد میں ہر آنے والے خلیفہ کیلئے موجب افتخار تھا۔

آج کل "پیروں" کا دور دورہ ہے، جسے اور کوئی کام نہیں آتا وہ فقیروں اور

بہروپیوں کا روپ دھار کر سادھو اور فقیر بن جاتا ہے، نہ تو اسے دین کی خبر ہوتی ہے اور نہ دنیا سے واقفیت، نماز، روزہ اسے معاف ہوتے ہیں لیکن لوگوں کو ہتھیانے کے طریقوں سے وہ خوب واقف ہوتا ہے اور ہماری عوام بھی ماشاء اللہ کالانعام ہے، اسے اس قسم کے پیروں اور فقیروں کی خدمت میں حاضری دینا اور ان کی مٹھیاں گرم کرنا بہت پسند ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ پیروں کے پیر اور رئیس الصوفیاء سرور کائنات ﷺ نے شدت مرض کی اس حالت میں بھی نماز نہیں چھوڑی تو ما و شما کی کیا حیثیت ہے؟ پروردگار عالم کی بارگاہ میں دست دعا ہی دراز کیے جاسکتے ہیں کہ وہ ہمیں پابندی نماز کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین۔

قصہ نمبر ۱۱۱: ﴿ادائے محبوب، کیسے ہے محفوظ﴾

حضرت ابو معمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ ظہر و عصر میں قرات کرتے تھے؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! میں نے کہا آپ کو حضور ﷺ کی قرات کا کس طرح علم ہوا؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ کی داڑھی کی حرکت سے۔ [بخاری شریف، ۱۳۰، ۷۲۷]

فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے لازوال اور شاہکار کلام معجز کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا اس کا تعلق دو گتوں کے درمیان بند قرآن کریم سے ہی نہیں تھا بلکہ اس چلتے پھرتے قرآن سے بھی تھا جسے ہم ''محمد رسول اللہ ﷺ'' کے وقیع نام سے جانتے ہیں اور پروردگار عالم نے اپنے وعدے کو وفاء کرتے ہوئے بھرپور انداز میں دونوں کی حفاظت فرمائی، مذکورہ صدر واقعہ اس کی بہترین دلیل ہے۔ اس کی مزید وضاحت انشاء اللہ پھر کسی موقع پر آپ کے سامنے آئیگی۔

☆☆☆

قصہ نمبر۱۱۲:

﴿شہاب ثاقب﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر بازار عکاظ کے ارادے سے چلے، اس زمانے میں شیطانوں سے آسمانی خبروں کی روک تھام شروع ہو چکی تھی اور شیطانوں پر آسمان سے چنگاریاں ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی تھیں، آخر کار مجبوراً شیطان اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے تو قوم والوں نے پوچھا کیوں کیا بات ہے؟ شیطان بولے اب ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان پردہ حائل ہو گیا ہے اس لئے کہ ہم جب آسمان کی خبریں لینے جاتے ہیں تو ہم پر انگارے پھینک کر مارے جاتے ہیں، قوم والے بولے، معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے لہٰذا پورب و پچھم ہر طرف پھر کر دیکھو کہ کس وجہ سے تمہارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے چنانچہ جو شیطان ملک تہامہ کی طرف آئے تھے اور عکاظ کو جا رہے تھے، وہ اتفاقاً حضور ﷺ کی طرف بھی آنکلے آپ ﷺ اس وقت مقام نخلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ شیطانوں نے جب قرآن کی آواز سنی تو کان لگا کر سنتے رہے اور پھر سن کر کہنے لگے خدا کی قسم یہی وجہ ہے کہ ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان پردہ حائل ہو گیا ہے۔

اس کے فوراً بعد وہ اپنی قوم کے پاس واپس لوٹ گئے اور کہنے لگے اے قوم والو! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے اب اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے، اس کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر آیت "قل اوحی الی" نازل فرمائی درحقیقت رسول اللہ ﷺ کو جنات کی اس گفتگو کی بذریعہ وحی اطلاع دی گئی تھی۔ [بخاری شریف: ۷۳۹، ۴۶۳۷]

فائدہ:

حفاظت قرآن کے اس آسمانی انتظام سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ صرف بنی نوع انسان ہی کیلئے ہدایت اور رشد و فلاح کے علمبردار نہ تھے بلکہ جنات بھی آپ

ﷺ کی امت دعوت واجابت میں داخل ہیں اور وہ بھی آپ ﷺ کی مقدس تعلیمات اور روشن تفہیمات سے بالکل اسی طرح مستفید ہوتے تھے جیسے انسان، چنانچہ روایت سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ حضور ﷺ جنات کو تبلیغ کرنے کیلئے مخصوص مقامات پر بنفس نفیس چھ مرتبہ تشریف لے گئے تھے۔

قصہ نمبر ۱۱۳: جزو قرآن کی محبت کا یہ ثمرہ تو پھر......

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری مسجد قباء میں لوگوں کی امامت کیا کرتا تھا، اس انصاری کی عادت تھی کہ جب بھی نماز میں کوئی سورت شروع کرنا چاہتا تو اس سے پہلے قل ہو اللہ پڑھ لیتا پھر اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملاتا، مقتدیوں نے اس کے متعلق اس سے گفتگو کی اور کہا کہ تم پہلے تو سورہ اخلاص پڑھتے ہو، پھر اس کو ناکافی سمجھ کر کوئی اور سورت پڑھتے ہو تم یا تو صرف قل ھو اللہ ہی پڑھا کرو یا اس کو چھوڑ دو اور کوئی دوسری سورت پڑھا کرو انصاری بولا میں اس کو تو ترک نہیں کروں گا، اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری امامت کروں تو اسی طرح کروں گا اور اگر تم کو میری امامت ناپسند ہے تو میں امامت ترک کر دوں گا۔

لوگ چونکہ اس کو اپنے میں سب سے افضل خیال کرتے تھے اس لئے اس کے علاوہ کسی دوسرے کی امامت ان کو پسند نہ ہوئی، لیکن جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو لوگوں نے حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے انصاری سے فرمایا اے شخص تو اپنے ساتھیوں کا کہنا کیوں نہیں مان لیتا اور کیوں اس سورت کا ہر رکعت میں التزام رکھتا ہے؟ انصاری نے عرض کیا مجھے اس سے محبت ہے! حضور ﷺ نے فرمایا اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔ [بخاری شریف: ۷۴۱، ۶۹۴۰]

فائدہ:

دنیا میں عشق ومحبت کی بہت سی داستانیں مشہور ہوئیں لیکن ان تمام کا تعلق جنسیات سے تھا، ہم وہی داستانیں پڑھ اور سن کر جنسیات سے اتنے مغلوب ہو چکے ہیں کہ

ہماری ہر دوسری بات میں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ خدارا کبھی اس چیز کو ایک طرف رکھ کر بے لوث، پرخلوص اور بے غرض محبت قرآن کریم سے کر کے دیکھئے، یہ دنیا میں بھی آپ کی عزت کو چار چاند لگائے گی اور آخرت میں بھی جانثاری کا حق ادا کرے گی، شاید میرا یہ اعلان کسی کے دل میں اتر جائے۔ ''ہے کوئی قرآن اور صاحب قرآن سے محبت کرنے والا؟''

قصہ نمبر ۱۱۴: ﴿رکوع کا ایک ابتدائی طریقہ﴾

حضرت مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے اپنے والد صاحب کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور رکوع میں تطبیق کی (تطبیق کے یہ معنی ہیں کہ رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہ رکھے جائیں بلکہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں لے کر دونوں ہاتھوں کو رانوں کے بیچ میں رکھ لیا جائے، ابتدائے اسلام میں یہی طریقہ تھا لیکن بعد کو یہ طریقہ منسوخ ہو گیا) میرے والد نے مجھے اس بات سے منع کیا اور فرمایا ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن بعد میں ہمیں اس کی ممانعت کر دی گئی اور حکم ہو گیا کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھا کریں۔ [بخاری شریف: ۷۵۷]

فائدہ:

اللہ تعالیٰ خالق و مالک کائنات ہونے کے ساتھ ساتھ ایک حکیم ذات بھی ہے اور یہ جملہ آپ نے بارہا سنا ہوگا۔ "فعل الحکیم لایخلو عن الحکمة" کہ حکیم کا کوئی فعل اور کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اب وہ حکمت ہر ایک کو معلوم ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی کسی کو اس پر سیخ پا ہونے کی ضرورت ہے کہ ہمیں وہ حکمت کیوں معلوم نہیں؟ عاشق یا عشق کا دعویٰ کرنے والے ''کیوں'' نہیں کہتے وہ تو ''کیا'' کہتے ہیں اور کر گزرتے ہیں۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۱۵:

﴿پروردگار کی قدردانی﴾

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا پیچھے سے ایک شخص نے کہا "ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ" نماز سے فارغ ہوکر آپ ﷺ نے فرمایا یہ الفاظ کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے عرض کیا حضور ﷺ میں ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ کچھ اوپر تیس فرشتے ان الفاظ کے لکھنے میں پیش دستی کر رہے تھے کہ کون ان کو پہلے لکھ لے۔ [بخاری شریف: ۷۶۶]

فائدہ:

اس واقعہ کو بار بار پڑھیے، پروردگار عالم کی قدردانی کا اندازہ کیجئے اور اپنے آپ کو عمل کیلئے تیار کیجئے۔ دعاء کے یہ الفاظ کتنے مختصر اور کتنے جامع ہیں اور ثواب کے اعتبار سے کتنے نفع کا سودا ہے اس کا اندازہ اہل ایمان ہی کو ہو سکتا ہے۔

قصہ نمبر ۱۱۶:

﴿سب سے آخری جنتی﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ کیا قیامت کے دن ہم اپنے پروردگار کی زیارت سے فیض یاب ہو سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کچھ دقت ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں ہوتی، پھر فرمایا کہ جس دن ابر چھایا ہوا نہ ہو، تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں! فرمایا بس اسی طرح تمہیں اپنے رب کا بھی دیدار ہوگا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا (جس طرح کہ دنیا میں لوگ مجتمع ہوتے ہیں)

اور فرمائے گا کہ جو جس کی پرستش کرتا ہے، وہ اسی کے ہمراہ ہو جائے لہٰذا جو لوگ آفتاب کو پوجتے ہیں وہ اس کے ہمراہ ہو جائیں گے اور جو لوگ چاند کو پوجتے ہیں وہ چاند

کے ساتھ، اور جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں وہ بتوں کے ساتھ ہو جائیں گے اور یہ امت (مسلمہ) باقی رہ جائے گی اور اس میں منافقین بھی رہ جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے پاس غیر معروف صورت میں تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے کہ میں تمہارا رب ہوں، لوگ جواب دیں گے کہ ہم تو یہیں رہیں گے تا آنکہ ہمارے پاس ہمارا اصلی پروردگار آ جائے، اور جب وہ آئیگا تو ہم اسے پہچان لیں گے پھر اس امت کے پاس خدائے عزوجل ایسی صورت میں آئے گا جس میں وہ اس کو پہچانیں گے اور فرمائے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں، یہ کہیں گے کہ ہاں تو ہمارا پروردگار ہے پھر یہ لوگ اس کے پیچھے ہو جائیں گے اور (پل) صراط جہنم پر قائم کیا جائے گا لہٰذا میں اور میری امت اس پر سے گزریں گے اور اس دن سوائے رسولوں کے اور کوئی بات نہ کر سکے گا۔ اور رسولوں کا یہ کلام ہوگا اللھم سلم سلم اور جہنم میں ایسے آنکڑے لگے ہوں گے جیسے سعدان کے کانٹے ہوتے ہیں تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ سب نے عرض کیا کہ ہاں حضور! دیکھے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس وہ سعدان کے کانٹوں ہی کی طرح ہیں مگر ان کی مقدار کو خدا ہی جانتا ہے کہ کس قدر بڑے ہیں اور آنکڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق اچک کر پکڑ لیں گے پس ان میں سے بعض مومنوں کو ان کا عمل چھپا لے گا یا (فرمایا) بعض مومن اپنے اعمال کی طرف سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیئے جائیں گے یا (فرمایا کہ) ان کے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا (یہ سب راویوں کا شک ہے) پھر روشنی ہو جائے گی اور (پل صراط کا راستہ طے ہو جائے گا)۔

جب خدا بندوں میں فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور اپنی رحمت سے لوگوں کو دوزخ سے نکالنا چاہے گا تو فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ جو لوگ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے تھے اور جنہوں نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دی ہے ان کو دوزخ سے نکالیں، ان لوگوں کو فرشتے سجدہ کے نشانوں کے سبب سے پہچان لیں گے کیونکہ دوزخ سجدہ کی جگہ کو نہ جلائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آگ پر سجدہ کی جگہ کا جلانا حرام کر دیا ہے لہٰذا یہ لوگ دوزخ میں سے جلے ہوئے نکلیں گے اس وقت ان پر آب حیات ڈالا جائے گا اور وہ اس کی وجہ سے ترو تازہ

ہو جائیں گے جیسے دانہ پانی بہنے کی جگہ سے سرسبز اگتا ہے۔

اور اللہ بندوں کے مقدمات طے کرنے سے فارغ ہو گا تو ایک شخص دوزخ کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑا رہ جائے گا یہ شخص دوزخیوں میں سے سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا اور یہ اپنے پروردگار سے عرض کرے گا کہ اے پروردگار! میرے منہ کو دوزخ سے پھیر دے، اس کی ہوا نے مجھ کو پریشان کر دیا ہے اور اس کی لپیٹ نے میرا منہ جھلس دیا ہے پھر جب تک خدا کو منظور ہوگا وہ دعا کرتا رہے گا، آخر خداوند تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اگر تیرا سوال پورا کر دیا جائے تو پھر تو تو کچھ اور نہ طلب کرے گا؟ یہ عرض کرے گا نہیں! خداوند میں اور کچھ نہ طلب کروں گا تیری عزت کی قسم، اور جب تک خدا کو منظور ہوگا یہ عہد و پیان پر قائم رہے گا تب اللہ تعالیٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف پھیر دے گا۔ پھر جب یہ جنت کو دیکھے گا تو جب تک خدا کو منظور ہے خاموش رہے گا، آخر عرض کرے گا اے پروردگار! مجھ کو جنت کے دروازہ کے پاس پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو نے عہد و پیان نہیں دیئے ہیں کہ مجھ سے اور کچھ بھی نہ مانگے گا، تیرا برا ہو اے ابن آدم! تو بڑا عہد شکن ہے، یہ عرض کرے گا اے پروردگار میں تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ رہ جاؤں؟ اور خدا سے دعا کرتا رہے گا یہاں تک کہ خدا اس سے فرمائے گا اگر تیرا یہ سوال پورا کر دیا جائے تو پھر تو کچھ اور نہ مانگے گا؟ یہ عرض کرے گا اے پروردگار! تیری عزت کی قسم میں اور کچھ نہ مانگوں گا اور جس قدر خدا کو منظور ہے عہد و پیان دے گا تب خداوند تعالیٰ اس کو جنت کے دروازہ کے قریب کر دے گا، اب جو جنت کی وسعت، رونق اور (وہاں کے لوگوں کی) خوشی دیکھے گا تو جب تک خدا کو منظور ہے خاموش رہے گا پھر آخر عرض کرے گا اے پروردگار! مجھ کو جنت میں داخل کر دے۔ خداوند تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے عہد و پیان نہیں کیا ہے کہ تو مجھ سے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا اے پروردگار! میں تیری خلقت میں سب سے زیادہ بدبخت نہ بنوں اور پھر یہ خدا سے عرض کرتا رہے گا یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ ہنسے گا (یعنی اس سے راضی ہو جائے گا) اور فرمائے گا جنت میں چلا جا۔

جب یہ جنت میں چلا جائے گا تو خداوند تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تمنا کر (جو

کچھ تیری تمنا ہو) تب یہ اپنے رب سے تمنائیں کرنا شروع کرے گا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا کہ فلاں چیز ہے اور فلاں چیز ہے پھر جب اس کی تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو خداوند تعالیٰ فرمائے گا (جو کچھ تو نے مجھ سے تمنائیں کی ہیں اور مانگا ہے) یہ اور اس کے برابر اور (دگنا) تیرے واسطے ہے۔

عطاء بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی یہ حدیث سن رہے تھے اور کسی لفظ پر انہوں نے کچھ نہ کہا یہاں تک کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس جملہ پر پہنچے کہ تیرے واسطے یہ اور اس کے ساتھ اسی کی مثل اور ہے تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس سے دس حصے اور ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو یہی یاد کیا ہے کہ اسی کی مثل اور ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان سنا ہے کہ (اس شخص سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا) تیرے واسطے یہ (جو تو نے تمنا کی) اس سے دس حصے زائد اور بھی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ شخص جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا ہے۔

[بخاری شریف: ۷۷۳، ۶۲۰۴، ۷۰۰۰]

فائدہ:

جہنم سے سب سے آخر میں نکلنے والا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا یہ شخص آپ کی نظروں میں جو کچھ بھی ہو، میں تو اسے خوش نصیب اور سعادت مند ہی سمجھتا ہوں پروردگار عالم سے اتنا طویل مکالمہ، اس کی نظر عنایت اور کامل توجہ کا یہ عالم اور اس کی تمناؤں سے بڑھ کر اسے عطا فرمانا یقیناً اس کی خوش بختی کی دلیل ہے کیونکہ ''خدا کے یہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔''

قصہ نمبر ۱۱۷: زمانہ نبوی میں شب قدر

حضرت ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کیا آپ ہمارے ساتھ مقام نخل کو چلتے ہیں وہاں کچھ باتیں کریں گے؟ ابو سعید رضی اللہ عنہ

ہمارے ساتھ چل دیئے، میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ نے شب قدر کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہنے لگے ایک سال رمضان کے پہلے عشرہ میں رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا۔

اثناءِ اعتکاف میں حضور ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہنے لگے جس چیز کی آپ کو تلاش ہے وہ آئندہ عشرے میں ہے، اس کے بعد حضور ﷺ نے درمیانی عشرہ میں بھی اعتکاف کیا اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھ گئے اور دوبارہ حضرت جبرئیل حضور ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے جس چیز کی آپ کو تلاش ہے وہ آگے ہے، بیسویں تاریخ کی صبح کو حضور ﷺ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس شخص نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ اپنے مقام اعتکاف میں آجائے مجھے بلاشبہ شب قدر کا علم ہو گیا تھا لیکن میں بھول گیا۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ شب قدر پچھلے عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور میں اپنے آپ کو (خواب میں) دیکھ رہا ہوں کہ (اس رات میں) میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں (یعنی شب قدر وہ رات ہے جس میں پانی برسے گا مسجد میں کیچڑ ہو جائے گی اور اسی کیچڑ پر میں نماز پڑھوں گا) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس روز آسمان پر ہم کو کہیں بدلی کا ٹکڑا بھی نظر نہ آتا تھا لیکن یکا یک ابر آیا، پانی برسا (اور مسجد کی چھت ٹپکنے لگی کیونکہ) اس زمانہ میں مسجد نبوی کی چھت کھجور کی شاخوں کی بنی ہوئی تھی، حضور ﷺ نے ہم کو اس (کیچڑ) میں نماز پڑھائی اور میں نے پانی و مٹی کا نشان حضور ﷺ کی پیشانی اور ناک پر دیکھا۔ [بخاری شریف: ۷۸۰، ۶۳۸]

فائدہ:

اس حدیث کو پڑھنے کے ساتھ ہی آپ کے ذہن میں وہ واقعہ یقیناً تازہ ہو گیا ہو گا کہ حضور ﷺ کو شب قدر کی تعیین کر کے بتلا دیا گیا تھا کہ فلاں شب، شب قدر ہے اور آپ ﷺ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتانے کیلئے تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں دو آدمی باہم تکرار کرتے ہوئے دکھائی دیئے، ان کے اس جھگڑے کی وجہ سے شب قدر کا

متعین علم آپ ﷺ کے ذہن مبارک سے نکل گیا اور آپ ﷺ نے اس کا اظہار بھی فرمایا تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ شب قدر اکثر آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہونا زیادہ راجح ہے۔

قصہ نمبر ۱۱۸: ﴿نماز میں سنتوں کا اہتمام کیجئے﴾

ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ ابو قلابہ کہتے تھے ایک مرتبہ ہمارے یہاں حضرت مالک بن حویرث تشریف لائے اور ہماری اس مسجد میں ہم کو نماز پڑھائی اور فرمایا میں تم کو نماز پڑھانا نہیں چاہتا ہوں بلکہ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے؟ ایوب کہتے ہیں میں نے ابو قلابہ سے دریافت کیا کہ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے کس طرح نماز پڑھی تھی؟ ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بولے ہمارے اس شیخ یعنی عمرو بن سلمہ کی طرح، ایوب کہتے ہیں کہ عمرو بن سلمہ تمام تکبیریں کہا کرتے تھے اور جب دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے پھر زمین پر سہارا دے کر کھڑے ہوتے تھے۔

[بخاری شریف:۷۹۰،۶۴۵]

فائدہ:

اصل میں حضرت عمرو بن سلمہ کے متعلق جو یہ آیا ہے کہ وہ دوسرے سجدے سے اٹھ کر پہلے بیٹھتے پھر زمین پر سہارا لگا کر کھڑے ہوتے، یہ معذوری پر محمول ہے کہ وہ یکدم سجدے سے سیدھے اٹھ نہیں سکتے تھے، اگر کوئی شخص ایسا ہو تو اس کیلئے گنجائش ہے، ورنہ دوسرے سجدے کے بعد بیٹھے بغیر ہی دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جانا چاہئے۔

قصہ نمبر ۱۱۹: ﴿نماز میں چوکڑی مار کر نہ بیٹھے﴾

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے بیان کیا کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں التحیات کے لئے چار زانوں بیٹھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ میں بھی چار زانو ہو کر بیٹھا لیکن چونکہ میں جوان تھا اس لئے میرے والد نے مجھے اس

طرح بیٹھنے سے منع کیا اور فرمایا نماز کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پاؤں کو بچھائے، میں نے کہا آپ تو چار زانو بیٹھتے ہیں فرمایا ہاں میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں سنبھال سکتے اور میں پاؤں پر اپنا وزن نہیں ڈال سکتا۔ [بخاری شریف: ۷۹۳]

فائدہ:

گزشتہ واقعہ کا فائدہ ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجئے اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ملا لیجئے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم شرعی رخصتوں کو قبول کیا کرتے تھے، بلا عذر کبھی رخصت پر عمل نہیں کرتے تھے اور عذر ہونے کی صورت میں عزیمت کو ترک بھی کر دیا کرتے تھے کیونکہ رخصت ''تحفہ خداوندی'' ہے اسے قبول کرنا ہی اس کی قدر دانی ہے۔

قصہ نمبر ۱۲۰

التحیات کے ابتدائی کلمات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو کہتے تھے، **السلام علی اللہ قبل عبادہ، السلام علی جبرئیل، السلام علی میکائیل، السلام علی فلان** یعنی خدا پر سلام اس کے سب بندوں سے پہلے، سلام جبرئیل پر سلام میکائیل پر، سلام فلاں پر (سلام فلاں پر) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اللہ خود سلام ہے لہٰذا جو شخص تم میں سے نماز میں بیٹھے تو یہ کہے **التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد اعبدہ و رسولہ۔** کیونکہ اگر اس طرح کہے گا تو آسمان و زمین میں ہر نیک بندہ کو یہ دعا پہنچ جائے گی، اس دعاء کے پڑھنے کے بعد اختیار ہے جو چاہے دعا مانگے۔ [بخاری شریف: ۶۲۳۰ وغیرہ]

فائدہ:

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو خالق و مالک کی تعریف و توصیف میں یوں رطب اللسان ہوئے ''التحیات للہ

والصلوات والطیبات" پروردگار عالم نے شفقتوں کی انتہا کرتے ہوئے فرمایا "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" ہر موقع پر اپنی امت کو یاد رکھنے والا نبی یہاں کیسے اپنی امت کو فراموش کرسکتا تھا، فوراً عرض کیا "السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین" مخلوقِ معصوم فرشتوں کے کانوں میں آواز پڑی تو وہ توحید ورسالت کے ترانے بلند کرنے لگے۔ اے کاش! ہم نے بھی اپنے پیغمبر کو کسی موقع پر ہی یاد رکھا ہوتا۔

قصہ نمبر ۱۲۱: ﴿صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی درخواست﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمادیجئے جس کو میں نماز میں پڑھا کروں ارشاد فرمایا یہ پڑھا کرو۔ (الٰہی میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی قصور معاف نہیں کرسکتا ہے لہٰذا تو اپنی طرف سے مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما کیونکہ تو بڑا غفور رحیم ہے)۔

فائدہ:

دعاء کا ترجمہ آپ نے پڑھ لیا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے الفاظ بھی درج کردیئے جائیں، تو پڑھئے۔

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾

قصہ نمبر ۱۲۲: ﴿سونے کا ٹکڑا﴾

حضرت عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں عصر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوں ہی نماز کا سلام پھیرا، فوراً اٹھ کر لوگوں کی گردنیں پھاند کر کسی بیوی کے گھر میں تشریف لے گئے، لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی اس عجلت سے حیرت میں مبتلا ہو گئے اور حضور ﷺ بھی سمجھ گئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو میری اس عجلت سے استعجاب ہوا ہے۔ لہٰذا (واپس آکر) آپ ﷺ نے فرمایا مجھے یاد آیا تھا کہ سونے کا ایک ٹکڑا میرے پاس ہے اور مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ سونے کا ٹکڑا مجھے یادالٰہی سے روک دینے کا سبب ہو اس لئے میں نے اس کو تقسیم کر دینے کا حکم دے دیا۔

[بخاری شریف: ۸۱۳، ۱۱۶۳، ۱۳۶۳، ۵۹۱۹]

فائدہ:

دنیا اور اس کی بے ثباتی و ناپائیداری کا یقین جس دل میں بیٹھ جائے، وہ دل کبھی یادالٰہی سے غافل اور سرکش نہیں ہو سکتا، اس کیلئے دنیا کی ہر چیز عارضی بن کر رہ جاتی ہے اور وہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر چیز سے اپنا تعلق منقطع کر کے ایک اللہ سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پروردگار عالم دنیا کو اس کا خادم اور نوکر بنا دیتا ہے۔ کچھ "پانے" کیلئے کچھ "کھو" کر دیکھئے۔

قصہ نمبر ۱۲۳: ﴿لہسن اور پیاز کی بدبو﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا یوں فرمایا کہ ہماری مسجدوں سے علیحدہ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھ جائے (اور کہتے ہیں کہ) حضور ﷺ کی خدمت میں ایک برتن آیا اور اس میں کچھ ساگ (پکا ہوا) تھا آپ ﷺ کو اس میں بو معلوم ہوئی، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کس چیز کی بو ہے؟ جو کچھ ساگ وغیرہ اس میں تھا وہ بیان کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے کسی صحابی کی طرف جو آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے پاس اسے لے جاؤ، ان صحابی نے بھی اس کو دیکھ کر اس کا کھانا مکروہ خیال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ، میں تو (اس سبب سے) اس کو نہیں کھاتا کہ میں اس سے ہم کلام ہوتا ہوں جس سے تم ہم کلام نہیں ہوتے۔ [بخاری شریف: ۸۱۷، ۵۱۳۷، ۶۹۲۶]

فائدہ:

عربی زبان کا ایک محاورہ ہے "الجنس یمیل الی الجنس"، یعنی جنس، جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام معصوم، فرشتے بھی معصوم، جب دونوں کی جنس ایک ہوئی تو حکم بھی ایک ہوا، "گو کہ درجات عصمت میں زمین آسمان کا تفاوت بھی یقینی ہے" اس لئے جس چیز سے کسی ایک کو اذیت ہوگی یقیناً دوسرا بھی اس سے اذیت میں مبتلا ہوگا، اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدبو سے بہت نفرت فرماتے تھے۔

قصہ نمبر ۱۲۴: ﴿دعوت سے پہلے عبادت﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میری دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے) اور کھانا کھا کر فرمایا اٹھو میں تم کو نماز پڑھاؤں، میں ایک چٹائی لے آیا جو کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہوگئی تھی لہٰذا میں نے اس پر پانی چھڑکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے میں اور ایک یتیم لڑکا کھڑے ہوئے اور ہمارے پیچھے ہماری کمزور دادی تھیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ [بخاری شریف: ۸۲۲،۸۲۳]

فائدہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے بہت کم لوگوں کو دیکھا گیا ہے جو یقیناً اس کے ساتھ بیوفائی ہے، امید ہے کہ حضرات علماء کرام خصوصاً اور عوام الناس عموماً اس سنت کے احیاء کی طرف بھرپور توجہ دیں گے۔

قصہ نمبر ۱۲۵: ﴿غسل جمعہ﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے، اتنے میں مہاجرین اولین میں سے ایک صحابی آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پکار کر کہا (معلوم ہے) یہ کون سا وقت ہے؟ وہ صحابی

بولے میں ایک کام میں مشغول ہو گیا تھا، جب میں نے اذان کی آواز سنی تو لوٹ کر گھر بھی نہیں گیا صرف وضو کیا اور چلا آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ دوسری خرابی ہے کہ تم نے غسل چھوڑ کر صرف وضو پر ہی اکتفاء کیا حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہانے کا حکم دیا کرتے تھے۔ [بخاری شریف: ۸۳۸، ۸۴۲]

فائدہ:

جمعہ کے دن غسل کی اہمیت اور حیثیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور یہ ایک فطری بات ہے کہ اگر انسان جمعہ کے دن غسل نہ کرے تو لگتا ہی نہیں کہ آج جمعہ ہے، تاہم غسل جمعہ کو ''فرض'' کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، بلکہ اس کا انتہائی درجہ ''سنت'' ہے جسے ادا کرنا ایمان، روح اور جسم سب کی طہارت کا موجب ہوگا۔ انشاء اللہ۔

عمدہ ریشم کا جوڑا

قصہ نمبر ۱۲۶:

یحییٰ بن ابو اسحاق کہتے ہیں مجھ سے سالم نے پوچھا استبرق کون سا کپڑا ہوتا ہے؟ میں نے کہا جو دریائی سے موٹا اور عمدہ ہوتا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک شخص کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک استبرق کا جوڑا دیکھا، اس کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کو خرید لیجئے اور جس روز اقوام کے نمائندے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اس روز اس کو پہن لیا کیجئے، فرمایا ریشم وہی شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ واقعہ یونہی گزر گیا۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک ریشمی جوڑا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ جوڑا لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور ﷺ نے تو اس روز اس کے متعلق وہ قول فرمایا تھا، اب خود ہی مجھے یہ بھیجا ہے، فرمایا میں نے تمہارے پاس یہ اسلئے بھیجا ہے کہ تم اسے بیچ کر قیمت وصول کر لو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی حدیث کی بنا پر کپڑوں کا منقش ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ [بخاری شریف: ۸۴۶، ۹۰۶، ۱۹۹۸، ۲۴۷۰، ۵۵۰۳، ۵۶۳۶، ۵۷۳۱]

فائدہ:

ایک شخص نے کارخانہ بنایا، ملازمین رکھے، قوانین اور ضوابط مقرر کئے اور ملازمین کو ان کی پابندی کی سختی سے تاکید کی، ایک ملازم نے اس کے بنائے ہوئے اصولوں اور قوانین میں سے ایک پر اعتراض کیا، مالک یہ جواب دینے میں حق بجانب ہے کہ اگر تم نے ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے یہاں ملازمت کرنی ہے تو ٹھیک، ورنہ کہیں اور نوکری تلاش کرلو، دنیا کا کوئی شخص مالکِ کارخانہ پر انگلی نہیں اٹھا سکتا، نہ معلوم خداوندی قوانین اور ضوابط کا پاس لحاظ ہم سے کیوں رخصت ہوگیا؟ ہم نے ہر حرام کو حلال کرنے کی ذمہ داری کب سے سنبھال لی ہے کہ جب تک ہم اس ذمہ داری کو پورا نہ کریں ہمیں کسی پل چین نہیں آتا۔ میرا اشارہ آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے۔

قصہ نمبر ۱۲۷: ﴿حضور ﷺ کی آخری غذا﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا یہ مجھ پر بڑا احسان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں، میری باری کے دن، اور میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان وفات پائی اور وفات کے وقت خدا تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور حضور ﷺ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا تھا کیونکہ میں حضور ﷺ کو سہارا لگائے بیٹھی تھی کہ عبدالرحمٰن ہاتھ میں مسواک لئے آئے، حضور ﷺ ان کو دیکھنے لگے، میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کے لئے مسواک لے لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے فرمایا ہاں! میں نے مسواک لے لی، اتنے میں حضور ﷺ پر مرض کا دورہ ہوا، میں نے عرض کیا کہ اس کو میں نرم کر دوں؟ سر کے اشارہ سے فرمایا ہاں! میں نے مسواک کو لے کر نرم کیا، حضور ﷺ نے اس کو دانتوں پر پھیرا اس وقت آپ ﷺ کے سامنے پانی کی چھاگل رکھی تھی، آپ ﷺ اس میں دونوں ہاتھ ڈبو کر چہرہ پر ملتے تھے اور فرماتے تھے لا الہ الا اللہ موت کی بڑی تکلیف ہے اس کے بعد ہاتھ پھیلا کر فرمانے لگے فی الرفیق الاعلیٰ اور اسی میں آپ ﷺ کی وفات ہوگئی اور دست مبارک ڈھلک کر نیچے گر پڑا۔ [بخاری شریف: ۸۵۰،۲۱۸۴ وغیرہ]

فائدہ:

قدرت نے صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب یونہی نہیں دیدیا تھا، بلکہ ان میں ایسی خوبیاں اور خصوصیات بھی ودیعت فرمائی تھیں جو انہیں اس خطاب کا واقعی مستحق قرار دیتی تھیں اور ان کا ہونا صدیقہ کائنات کیلئے باعث اعزاز وافتخار تھا اور اس پر وہ جتنا فخر کرتیں کم تھا، لیکن تعلیم نبوت کے خلاف ہوتا اس لئے وہ شکر خداوندی میں مصروف رہتی تھیں۔

موت کی سختی اور شدت کا اندازہ مذکورۂ صدر واقعے سے ہوسکتا ہے کہ حبیب کائنات اور وجہ تخلیق کائنات پر بھی اس کے اثرات رونما ہوئے اس لئے موت کی شدت سے تو نہیں گھبرانا چاہئے البتہ حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔

قصہ نمبر ۱۲۸: ﴿غیرت کا صحیح استعمال﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی مسجد میں صبح و شام نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے حاضر ہوتی تھیں، کسی نے ان سے کہا کہ تم مسجد میں نماز پڑھنے کیوں جاتی ہو، حالانکہ تم جانتی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تمہارا باہر جانا ناگوار گزرتا ہے کیونکہ وہ ایک غیرت مند آدمی ہیں، وہ بولیں پھر وہ میری بندش کیوں نہیں کر دیتے؟ وہ شخص بولا اس لئے نہیں روکتے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ [بخاری شریف: ۸۵۸]

فائدہ:

''غیرت'' کا ہونا انسانی فطرت کا تقاضا ہے لیکن اس غیرت کا بے جا استعمال نہ تو فطرت کا تقاضا ہے اور نہ ہی کسی عقلمند کی نظروں میں اسے پسندیدگی کا مقام حاصل ہوسکتا ہے اور چونکہ شریعت نے ہر چیز میں حد بندی کی ہے اس لئے غیرت کو بھی آزاد نہیں چھوڑا بلکہ اسے احکام خداوندی اور سنت نبوی کا پابند بنایا ہے۔ مذکورہ واقعہ اس کی ایک واضح دلیل ہے۔

قصہ نمبر ۱۲۹: ﴿جمعہ کے دن خصوصی طہارت﴾

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے اپنے مکانات سے (جو عوالی مدینہ میں واقع تھے) چل کر جمعہ کی نماز کو باری باری سے آتے تھے اور چونکہ غبار میں چل کر آتے تھے اس لئے ان پر گرد پڑ جاتی تھی اور پھر پسینہ آتا تھا تو ان کے کپڑوں سے بو پھیلتی تھی، ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے پاس تشریف فرما تھے (جب اس کے کپڑوں سے بو پھیلی تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس دن کے لئے خصوصی طہارت کر لیا کرو تو کتنا اچھا ہو۔

فائدہ:

گرمی کا موسم ہو، کسان اپنی کاشتکاری میں مصروف ہو، اون کے کپڑے پہن رکھے ہوں، اس موقع پر اسے جو پسینہ آئیگا، اس کی بدبو کا اندازہ آپ یقیناً کر سکتے ہیں اور مسجد تو ''مسکن ملائکہ'' ہے، اسے معطر اور معنبر رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، اس لئے فرمان رسالت یقیناً برموقع اور برمحل ہے اور جمعہ کے دن کی عظمت کا تقاضا بھی ہے کہ اس دن خصوصی طہارت و نظافت کا اہتمام کیا جائے۔

قصہ نمبر ۱۳۰: ﴿قبر میں سوال و جواب﴾

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک دن) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، لوگ اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے (اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز پڑھ رہی تھیں) میں نے کہا آج یہ لوگ نماز کیسے وقت میں اور کیوں پڑھ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، میں نے کہا کیا کوئی جدید نشانی پیدا ہوگئی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں بھی نماز میں شریک ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ مجھے (کھڑے کھڑے) غشی آگئی، میرے برابر ایک

مشکیزہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی موجود تھا، میں نے مشک کا منہ کھول کر سر پر پانی ڈالنا شروع کیا (اور اس طرح سے طبیعت درست ہوئی) جب سورج، گرہن سے نکل گیا اور حضور ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور حمد وثناء کرنے کے بعد فرمایا اما بعد! حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انصاری عورتیں کچھ شور وشغب کرنے لگیں، میں ان کو خاموش کرنے کے لئے ادھر متوجہ ہوئی، لوٹ کر میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو جو چیزیں مجھے اب سے پہلے نہ دکھائی گئی تھیں، وہ اس وقت اس جگہ پر مجھے دکھا دی گئیں یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی میں نے دیکھ لی، اور میرے پاس وحی آئی ہے کہ قریب قریب مسیح دجال کے فتنہ کی طرح قبروں میں تم لوگوں کی آزمائش کی جائے گی نیز قبر میں ہر شخص سے دریافت کیا جائے گا کہ اُس شخص کے متعلق تو کیا جانتا ہے، جو ایماندار ہوگا وہ کہے گا کہ یہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں، ہمارے پاس کھلی کھلی نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے تھے اور ہم ان پر ایمان لائے تھے اور ان کے قول کو تسلیم کیا تھا اور ان کی پیروی کی تھی اور ان کے فرمان کی تصدیق کی تھی، یہ جواب سن کر اس شخص سے کہا جائے گا کہ آرام سے سو جا ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تو مومن ہے، باقی منافق آدمی سے جب دریافت کیا جائے گا کہ تو اس شخص کے متعلق کیا علم رکھتا ہے؟ تو وہ کہے گا مجھے تو کچھ معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا اس لئے میں بھی وہی کہنے لگا۔

فائدہ:

ارشاد ربانی ہے "وسعت رحمتی کل شئی" یعنی میری رحمت ہر چیز سے زیادہ وسیع ہے اس "وسعت" کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ دنیا میں انسان جس امتحان کی تیاری کر رہا ہے اس کا امتحانی سنٹر ہر انسان کی قبر ہے، ابھی انسان امتحان گاہ میں داخل نہیں ہوا عمر کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہا ہے، ادھر پروردگار عالم نے اس امتحان گاہ میں ہونے والا پرچہ آؤٹ کر دیا۔

مقام غور ہے کہ اگر کسی کلاس کا پرچہ آؤٹ ہو جائے اور کوئی طالب علم اسے بھی

حل نہ کر سکے تو شاید اس سے بڑا بدنصیب کوئی نہیں ہوگا، یہ میرے لئے بھی اور میرے ہر مخاطب کیلئے بھی ایک لمحہ فکریہ ہے جس پر اپنی فکر کے سائے گہرے کرنے کی ضرورت ہر عاقل کو ہے۔

قصہ نمبر ۱۳۱: ﴿دینے اور نہ دینے کی وجہ﴾

حضرت عمرو بن تغلب عبدی تمیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ مال وغیرہ پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں اسے تقسیم کر دیا لیکن کسی کو دیا کسی کو نہ دیا (لوگوں نے حصہ نہ ملنے کی باہم شکایت کی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی شکایت کی خبر پہنچ گئی جن کو حصہ نہ ملا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (وعظ فرمانے کھڑے ہوئے، اول) خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا امابعد! میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا، جس کو نہیں دیتا ہوں وہ خدا کی قسم! میرے نزدیک اس شخص سے اچھا ہوتا ہے جس کو دیتا ہوں کیونکہ جن لوگوں کو میں دیتا ہوں ان کے دلوں میں مجھ کو چونکہ بے صبری اور طمع نظر آتی ہے اس لئے میں ان کو دیتا ہوں اور جن لوگوں کو میں نظر انداز کرتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بے نیازی اور بھلائی رکھ دی ہے (ان کو طمع نہیں ہے) اور ان میں سے ایک شخص عمرو بن تغلب بھی ہے عمرو بن تغلب کہتے ہیں خدا کی قسم! میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ حصہ میں ملتے۔ [بخاری شریف: ۸۸۱، ۲۹۷۶، ۷۰۹۷]

فائدہ:

اسلام جب اپنی ارتقاء کے ابتدائی مراحل تدریجی طور پر طے کر رہا تھا، اس وقت بہت سارے اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کا روپ دھار کر اس میں داخل ہو گئے جنہیں ''منافق'' کا خطاب دے کر وحی الٰہی نے چوک چوراہے میں لا کر ذلت و رسوائی کا طوق پہنایا تھا۔

نومسلم اور قدیم الاسلام میں وہی فرق ہے جو ماہر اور اناڑی میں ہوتا ہے، اناڑی

کو نئے سرے سے تمام اصول وضوابط ذہن نشین کروائے جاتے ہیں جبکہ ماہر اس سے مستغنی ہوتا ہے، اس دوران اگر اناڑی آدمی کی دلجوئی کیلئے اس کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک کیا جائے تو اس سے پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والے کو غمگین نہیں ہونا چاہئے۔

تصوراتی دنیا میں نومسلم ایک اناڑی آدمی ہے جس کی حوصلہ افزائی، دل جوئی اور امتیازی سلوک اس کے دل میں اسلام کے وہ گہرے اور ان مٹ نقوش ثبت کرے گا کہ وہ مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کر سکے، سوچ کا یہ رخ آفاقی ہونے کے ساتھ ساتھ عقلی بھی ہے اور اس کے تناظر میں واقعہ مذکورہ وضاحت کے ساتھ نکھر کر سامنے آتا ہے۔

قصہ نمبر ۱۳۲:

قبولیت دعا کی ایک جھلک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) جمعہ کے دن ایک شخص مسجد میں منبر کے سامنے والے دروازے سے داخل ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے، نو وارد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانور تباہ ہو گئے اور (اونٹوں کے مر جانے کی وجہ سے) راستے بند ہو گئے، آپ دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ بارش کر دے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا الٰہی! ہم پر بارش کر، الٰہی! ہم پر بارش کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت آسمان پر نہ تو کوئی ابر کا ٹکڑا ہم کو نظر آتا تھا نہ کچھ غبار اور دھند وغیرہ اور نہ ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان کوئی مکان و درخت حائل تھا، لیکن خدا کی قسم جوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، فوراً کوہ سلع کے پیچھے سے ڈال کی طرح گول ابر کا ٹکڑا اٹھا اور بیچ آسمان پر پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور بارش ہونے لگی اور برابر ایک ہفتہ تک سورج نظر نہ آیا۔

آئندہ جمعہ کو جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے، پھر ایک شخص اسی دروازہ سے مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مویشی تباہ ہو گئے اور (کثرت بارش سے) راستے بند ہو گئے، آپ خدا تعالیٰ سے بارش بند ہونے کی دعا کیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا الٰہی!

ہمارے آس پاس بارش ہو ہم پر نہ ہو، الٰہی ٹیلوں پر پہاڑوں پر اور فقط درختوں کی پیداوار کے مقامات پر پانی برسا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ ابر پھٹ گیا اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ شریک (راوی) کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ شخص کیا وہی پہلا آدمی تھا؟ آپ نے جواب دیا مجھے اس کا علم نہیں۔ [بخاری شریف: ۸۹۰، ۸۹۱، ۹۶۷، ۹۷۳، ۹۷۵ وغیرہ]

فائدہ:

معجزاتی دنیا میں یہ واقعہ جس اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں اس کا تذکرہ کم از کم دس جگہوں پر تو ضرور کیا ہے اس سے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے مقبول بارگاہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ کسی سے دعاء کی درخواست کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مسنون ہے۔

قصہ نمبر ۱۳۳: ﴿بچپن کا شوخی پن﴾

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت تھی جو اپنے کھیت کی نالیوں میں چقندر بویا کرتی تھی اور جمعہ کے روز چقندروں کی کچھ گانٹھیں کھود کر ایک ہانڈی میں بھر کر اس میں ایک مٹھی جو ملا کر گوندھا کرتی تھی، یہ چقندر پک کر گوشت کی طرح ہو جاتے تھے، ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر اس عورت کے پاس جا کر اسے سلام کرتے تھے، وہ عورت چقندر ہمارے سامنے لا کر رکھ دیتی اور ہم اس کھانے کو (لذیذ ہونے کی وجہ سے) انگلیوں سے چاٹا کرتے تھے اور (پہلے سے) اس کھانے کے لئے جمعہ کے دن کے آرزو مند رہتے تھے۔ [بخاری شریف: ۸۹۶]

فائدہ:

بچپن اور ماضی کو ایک دوسرے کا مترادف قرار دیا جاسکتا ہے البتہ فرق یہ ضرور ہوگا کہ بچپن معصوم ہوتا ہے، اس کی شرارتوں اور شوخیوں میں بھول پن ہوتا ہے جبکہ ماضی

ہمیشہ معصوم نہیں ہوتا۔

آپ نے بھی شاید اپنا بچپن اسی طرح گزارا ہو کہ جوں ہی خبر ملی "فلاں جگہ کوئی چیز بٹ رہی ہے" تو وہاں پہنچ گئے، جہاں سے یہ توقع ہوئی کہ نماز پڑھیں گے تو یہ انعام ملے گا، اس انعام کے شوق میں نماز بھی پڑھ لی اور سبق بھی یاد کرلیا یقیناً اس پر کسی کو طعنہ نہیں دیا جاسکتا، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بچپن ہی سے متعلق ہے۔

قصہ نمبر ۱۳۴: ﴿میدان جہاد اور مصلّیٰ نماز﴾

شعیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن شہاب زہری سے دریافت کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف پڑھی تھی؟ زہری نے جواب دیا کہ ہم کو بسلسلہ روایت سالم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وہ روایت پہنچی ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ ایک بار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب نجد کی طرف جہاد کرنے کے لئے چلے، جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہم نے ان کے مقابلہ میں صف بندی کی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے (لہٰذا ہم لوگوں کے دو گروہ ہوگئے) ایک گروہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوا اور دوسرا گروہ دشمن کی طرف متوجہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (پہلے) گروہ کو ایک رکعت پڑھائی اور دو سجدے کئے پھر یہ گروہ اس دوسرے گروہ کی جگہ جا کر کھڑا ہوگیا جس نے نماز نہیں پڑھی تھی اور وہ لوگ (نماز پڑھنے) آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک رکعت پڑھائی اور دو سجدے کئے۔ [بخاری شریف: ۹۰۰، ۹۰۱، ۳۹۰۳، ۴۲۶۱]

فائدہ:

میدان جہاد میں اس طرح نماز پڑھنا قرآن وسنت سے ثابت ہے اور اسے اصطلاح میں "صلوۃ الخوف" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کے مفصل احکامات کیلئے تو فقہی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیے تاہم یہ بات ضرور کہوں گا کہ دنیا میں کوئی اہم سے اہم کام ہو، مصروفیت سے لبریز اور فرصت سے خالی کوئی عمل ہو، نماز کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہئے، وقت مقررہ پر ادائیگی نماز کا اہتمام کیجئے۔

قصہ نمبر ۱۳۵:

﴿خطبہ عید﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کو جایا کرتے تھے اور سب سے پہلے یہ کام کرتے کہ نماز پڑھ کر لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے، لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو وعظ ونصیحت فرماتے تھے اور جس کام کی نصیحت مناسب ہوتی، اس کی نصیحت کرتے تھے اور احکام صادر فرماتے تھے، اگر کہیں لشکر بھیجنا ہوتا تو ضرورت کے موافق لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کرتے اور جن جن باتوں کا امر کرنا ہوتا، امر کرتے تھے، اس کے بعد عید گاہ سے واپس آتے تھے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ دستور مروان کے زمانہ تک برابر قائم رہا لیکن جب مروان مدینہ کا حاکم ہوا اور میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے اس کے ساتھ گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کثیر بن صلت کے بنائے ہوئے منبر پر نماز سے قبل مروان چڑھنا چاہتا ہے میں نے اس کا دامن پکڑ کر کھینچا لیکن وہ دامن چھڑا کر منبر پر پہنچ گیا اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا، میں نے کہا تم نے (سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو) تبدیل کر دیا مروان بولا ابو سعید! جس وقت کا علم تم کو ہے، اب وہ زمانہ گزر گیا، میں نے کہا خدا کی قسم! جس چیز کو میں جانتا ہوں (سنت نبوی) وہ اس چیز (بدعت) سے بہتر ہے جس سے میں واقف نہیں، مروان بولا چونکہ نماز کے بعد آدمی نہیں بیٹھتے اس لئے میں نے نماز سے قبل خطبہ مقرر کر دیا ہے۔

[بخاری شریف: ۹۱۳]

فائدہ:

مروان بھی دنیا سے چلا گیا اور اس کی جاری کردہ رسم بھی فناء کے گھاٹ اتر گئی، سنت کا نور ہی اس میں ہے کہ نماز عید پہلے ادا کی جائے اور اس کا عربی خطبہ نماز کے بعد دیا جائے جیسا کہ ہمارے یہاں آج کل رواج ہے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۳۶:

﴿حرم میں ہتھیار﴾

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے تلوے میں نیزہ کی نوک کا زخم لگا اور (خون جم جانے سے) پاؤں رکاب سے چمٹ گیا، اس دن میں ان کے ساتھ تھا اور میں نے اتر کر آپ کا پاؤں رکاب سے نکالا یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا۔ (منیٰ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور حرم کی حدود میں داخل ہے) حجاج بن یوسف کو جب یہ خبر ملی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گیا اور کہنے لگا کہ اگر ہم کو مارنے والے کا پتہ چل جائے تو ہم اس کو ضرور سزا دیں گے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے ہی مجھے مارا ہے، حجاج بولا میں نے کس طرح مارا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے ہتھیار اٹھا کر حرم میں داخل ہونے کی لوگوں کو اجازت دی حالانکہ اس سے قبل حرم کے اندر ہتھیار نہیں لائے جاتے تھے۔ [بخاری شریف: ۹۲۳]

فائدہ:

حرم مکی اور مدنی دونوں میں اسلحہ کے استعمال سے بچا جائے کیونکہ یہ تو امن وامان کے شہر ہیں، یہاں کی تو گھاس کاٹنا بھی منع ہے، چرند و پرند کو تکلیف دینا بھی حرام ہے پھر اسلحہ لئے پھرنا کیونکر جائز ہوگا بالخصوص جبکہ عام حالات میں بھی اسے لئے پھرنا جائز نہیں۔

قصہ نمبر ۱۳۷:

﴿باغی کے پیچھے نماز﴾

حضرت عبیداللہ بن عدی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں میں محصور تھے، عبیداللہ بولے عوام کے امام تو آپ ہیں لیکن اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ پر کیسی مصیبت نازل ہو رہی ہے؟ اور فتنہ انگیزوں (باغیوں) کا امام ہم کو نماز پڑھاتا ہے اور ہم گناہگار ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا نماز سب اعمال میں بہتر عمل ہے جس وقت لوگ نیک کام (نماز باجماعت) میں مشغول ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ اس کام میں شریک ہو جاؤ، ہاں اگر وہ برا کام (بغاوت فتنہ وفساد) کرنے

لگیں تو تم ان سے الگ رہو، تمہاری نماز درست ہو جائے گی۔ [بخاری شریف: ۶۶۳]

فائدہ:

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت جس قدر دردناک اور المناک سانحہ ہے شاید کسی صحابی رسول اور مسلمانوں کے متفق علیہ خلیفہ کو ایسی شہادت نصیب نہیں ہوئی اور یہ عثمان رضی اللہ عنہ تو صرف صحابی رسول یا امیر المؤمنین نہیں تھے بلکہ یہ تو داماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے لیکن ظالموں نے انہیں بھی نہیں چھوڑا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ واقعے میں جو جملہ ارشاد فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ پوری دنیا میں اس کی قیمت بننے کی صلاحیت نہیں، فقط انصاف شرط ہے کہ نماز میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ اور برے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو، آج اختلافات کو ہوا دینے والے عناصر کو یہ واقعہ بار بار سنانے اور پڑھانے کی ضرورت ہے۔

قصہ نمبر ۱۳۸:

مقتدیوں کا خیال کیجئے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص پانی کھینچنے والے دو اونٹ (کھیت سے گھر واپس) لا رہا تھا، اس وقت اندھیرا خوب ہو گیا تھا، اثناء راہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اس لئے اونٹوں کو تو (ایک طرف) بٹھا دیا اور خود حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف نماز میں شریک ہونے کے ارادے سے آیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ یا سورہ نساء پڑھنی شروع کر دی وہ آدمی ویسے ہی چلا گیا، بعد میں اس کو اطلاع ملی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس کی یہ حرکت ناگوار ہوئی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا معاذ رضی اللہ عنہ کیا تم فتنہ انگیزی کرتے ہو؟ یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا تم نے سورہ **سبح اسم ربک الاعلی** اور **والشمس وضحها** اور **واللیل اذا یغشی** کیوں نہ پڑھی؟ تمہارے پیچھے نماز میں بوڑھے کمزور اور ضرورت مند (سب ہی) ہوتے ہیں (سب کا ہی لحاظ ضروری ہے) ایک روایت میں آیا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز

میں بھی سورہ بقرہ شروع کی تھی۔

فائدہ:

''قرأت'' نماز کا ایک رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی، لیکن چونکہ ہر کام میں میانہ روی اور لوگوں کا احساس کرنا بھی دین ہی کا ایک شعبہ ہے اس لئے نماز میں قرأت اتنی لمبی نہ کرے جس سے نمازی اکتا جائیں اور ان کے معاملات میں حرج واقع ہو۔

قصہ نمبر ۱۳۹:

﴿نماز تراویح کا نقطہ آغاز﴾

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینہ میں ایک چھت کھڑی کی میرا خیال ہے کہ وہ چھت چٹائی کی تھی اور اس کے اندر چند رات نماز پڑھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شرکت کی، لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا (کہ صحابہ کو اس نماز سے محبت ہوگئی ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بیٹھ رہے، باہر تشریف نہ لائے (صبح کو) جب باہر تشریف لائے تو فرمایا مجھے تمہارے جمع ہو جانے کا (رات کو) علم ہو گیا تھا، مگر تم کو چاہئے کہ گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ فرض نماز کے علاوہ دیگر نمازیں گھر میں پڑھنا ہی آدمی کے لئے افضل ہیں۔

فائدہ:

تراویح سنت مؤکدہ ہے جو رمضان المبارک میں ۲۰ رکعت اور ۴۰ سجدوں کے ساتھ پوری دنیا میں بشمول حرمین شریفین کے ادا کی جاتی ہے، اس کی ابتداء کیسے ہوئی اور اس کا نقطہ آغاز کیا تھا؟ ایک اور روایت پڑھئے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وسط رات میں مکان سے باہر تشریف لے گئے اور مسجد میں جا کر تراویح کی نماز پڑھی، کچھ اور لوگوں نے بھی اس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی، صبح ہوئی تو لوگوں میں اس نماز کا چرچا ہوا اور دوسری شب کو بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور سبھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی (تیسرے روز) صبح ہوئی اور لوگوں نے اس کا باہم تذکرہ کیا تو تیسری شب کو اور

زیادہ آدمی مسجد میں جمع ہوگئے، رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ لی، چوتھی شب کو آدمیوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ مسجد میں نہ آسکے (مگر حضور ﷺ برآمد نہ ہوئے) بلکہ صبح کو آپ ﷺ تشریف لائے اور نماز فجر پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ آج شب کو تمہارے جمع ہونے اور نماز کا انتظار کرنے کی مجھے کیفیت معلوم ہے لیکن (تمہارا شوق دیکھتے ہوئے) مجھے خوف ہوا کہ شاید تم پر نماز تراویح فرض ہو جائے، اور پھر تم سے بن نہ پڑے (اس لئے میں باہر نہ آیا)۔[بخاری:۸۸۲]

قصہ نمبر۱۴۰: ## بلی بھوک سے مرگئی

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن کی نماز پڑھی، جس کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور بہت طویل قیام کیا، پھر رکوع کیا اور بہت طویل رکوع کیا، اس کے بعد دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے، بعد ازاں سر اٹھا کر سجدہ میں گئے اور بڑا لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھا کر دوبارہ سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے، اس کے بعد کھڑے ہو کر بہت دیر تک قیام کیا، پھر بڑا لمبا رکوع کیا، اس کے بعد سر اٹھا کر دیر تک کھڑے رہے پھر (دوبارہ) رکوع کیا اور بڑا طویل رکوع کیا، پھر سر اٹھا کر سجدہ میں گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر سر اٹھا کر دوسرا سجدہ کیا، آخر کار نماز سے فارغ ہو کر فرمایا اس وقت مجھ سے جنت اتنی قریب ہوگئی تھی کہ اگر میں ارادہ کرتا تو اس کے پھل توڑ کر تمہارے پاس لے آتا، اور دوزخ بھی اتنی نزدیک ہوگئی تھی کہ میں کہنے لگا الٰہی! کیا میں بھی ان ہی میں سے ہوں، اتنے میں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ ایک بلی اس کو نوچ رہی ہے، میں نے دریافت کیا اس کے نوچنے کا کیا سبب ہے؟ جواب ملا اس عورت نے اس بلی کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ یہ بلی بھوک سے مرگئی نہ تو اس عورت نے اس کو خود کچھ کھلایا اور نہ ہی اسے رہا کیا کہ یہ خود کچھ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا سکتی۔[بخاری شریف:۱۲،۷۱،۲۲۳۵]

☆☆☆

فائدہ:

حضرت لاہوریؒ کا یہ جملہ بڑا قیمتی ہے کہ ''اللہ کو راضی کرلو عبادت کے ذریعے، پیغمبر کو راضی کرلو اطاعت کے ذریعے اور مخلوق کو راضی کرلو خدمت کے ذریعے'' جنت تمہارے لئے ہی بنائی اور سجائی گئی ہے، دنیا میں موجود کوئی چیز بھی بے فائدہ اور نفع سے خالی نہیں اور کسی کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے پہلے انسان کو یہ سوچ لینا چاہئے کہ اگر اس کی جگہ میں ہوتا اور میرے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا تو میرا کیا بنتا۔

قصہ نمبر ۱۴۱:

جنت و جہنم کی رونمائی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی، نماز کے بعد منبر پر چڑھ کر دونوں ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا میں نے ابھی ابھی جب کہ تم کو نماز پڑھانا شروع کی تھی بہشت و دوزخ کو دیکھا جن کی صورتیں اس دیوار کے سامنے رخ میں لائی گئی تھیں (حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا میں نے برائی اور بھلائی میں آج کی طرح کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی (یعنی بہشت سے بہتر اور دوزخ سے بری کوئی چیز نہیں دیکھی۔) [بخاری شریف:۱۶،۷۱۶،۹۰۹]

فائدہ:

شاید آپ نے یہ بات سن رکھی ہو کہ سرکار دو عالم ﷺ ساری ساری رات مصلی کی پشت پر سوار ہوکر اپنے آنسو سے وضو کر کے، خون جگر کو جلا کر، جبین نیاز کو جھکا کر اور سر سجدے میں رکھ کر اتنے بلبلاتے اور روتے تھے کہ ہچکیاں بندھ جاتی، ریش مبارک تر ہو جاتی اور قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا، اس کی بنیادی وجہ آج آپ کی سمجھ میں آگئی کہ حضور ﷺ جنت اور جہنم کو دیکھ کر آئے تھے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ ہر وقت جمال خداوندی کے دیدار سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے اور امت کا غم آپ ﷺ کے سینہ میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا پھر کیوں نہ ایسا ہوتا۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۴۲: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اہل کوفہ نے اپنے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ حاکم مقرر کیا، اہل کوفہ نے سعد رضی اللہ عنہ کی جہاں اور شکایتیں کی تھیں ان میں سے ایک شکایت یہ بھی تھی کہ سعد ٹھیک نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو طلب کیا (جب سعد آ گئے) تو فرمایا ابواسحٰق! ان کوفیوں کا یہ خیال ہے کہ تم نماز ٹھیک نہیں پڑھتے ہو؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے خدا کی قسم میں تو ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھایا کرتا تھا، کوئی فروگزاشت نہ کرتا تھا، عشاء کے وقت پہلی دو رکعتوں میں قرأت طویل کرتا تھا اور اخیر دوگانہ میں ہلکی قرأت کرتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے سعد رضی اللہ عنہ! تمہارے متعلق میرا یہی خیال تھا کہ تم سنت پر عمل کرتے ہو گے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حالات کی تفتیش کے لئے کوفہ کی طرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آدمی بھیجے، تحقیقات کرنے والوں نے کوفہ کی تمام مسجدوں میں جا کر دریافت کیا، سبھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعریف کی۔

جب تفتیش کنندہ بنی عبس کی ایک مسجد میں پہنچا تو ایک شخص نے جس کا نام اسامہ اور کنیت ابوسعدہ تھی، کھڑے ہو کر کہا چونکہ تم ہم کو قسم دے کر دریافت کرتے ہو اس لئے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ سعد نہ تو (جہاد میں) لشکر کے ساتھ جاتے تھے اور نہ مال (غنیمت) برابر تقسیم کرتے تھے اور نہ احکام میں انصاف کرتے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے خدا کی قسم میں تیرے لئے تین بددعائیں کرتا ہوں چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ الٰہی! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر اور اس کے افلاس میں زیادتی کر اور مصیبتوں میں اس کو مبتلا کر (چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا کی وجہ سے ایسا ہی ہوا) جب اس شخص سے اس کی حالت دریافت کی جاتی تھی تو کہتا تھا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور سخت

مصائب میں مبتلا ہوں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا میرے حق میں قبول ہوگئی۔ عبدالملک کا بیان ہے کہ آخر میں میں نے اس کو دیکھا کہ بڑھاپے میں اس کی دونوں بھنویں آنکھوں پہ جھک آئی تھیں، راستہ میں وہ باندیوں کو چھیڑتا تھا اور انہیں نازیبا اشارے کیا کرتا تھا۔

[بخاری شریف: ۷۲۲، ۷۳۶، ۳۵۲۲]

قصہ نمبر ۱۴۳: ﴿حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کی خصوصیت﴾

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بقرعید کے دن حضور اکرم ﷺ مقام بقیع کو (عید کی نماز پڑھانے) تشریف لے گئے اور عید کی دو رکعتیں پڑھا کر ہماری طرف رخ کر کے فرمایا کہ آج ہماری سب سے پہلے عبادت یہ ہونی چاہئے کہ اول نماز شروع کریں، پھر واپس جا کر قربانی کریں، جو شخص ایسا کرے گا وہ ہماری سنت کی موافقت کرے گا، اور جو شخص نماز سے قبل قربانی کرلے گا، اس کو قربانی کا کچھ ثواب نہ ملے گا بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے وہ صرف (گوشت) تیار کر لے گا یہ سن کر ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے نماز سے قبل قربانی کرلی ہے لیکن میرے پاس ایک چھ مہینے کا بکرا ہے جو یک سالہ سے بہتر ہے (اگر حکم ہو تو اس کو ذبح کردوں) آپ ﷺ نے فرمایا اسی کو ذبح کرلو لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کے لئے (ششماہہ بکری) کافی نہیں ہوسکتی۔

[بخاری شریف: ۹۳۳ وغیرہ]

فائدہ:

قارئین محترم اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے کہ ''خصوصیت'' ہمیشہ وہ ہوتی ہے جو اسی شخص میں پائی جائے، کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہ ہوسکے اس لئے واقعہ مذکورہ میں چھ مہینے کا بکرا قربانی کیلئے کافی ہوجانا حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی، اب کسی کیلئے چھ مہینے کا بکرا قربانی میں پیش کرنا جائز ہے اور نہ ہوگا۔

اسی نوع کی بعض دوسری روایات میں اس کھڑے ہونے والا شخص کا نام ''حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ'' صراحت کے ساتھ وارد ہوا ہے جو کہ حضرت براء بن

عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے اس لئے اس روایت کو ان روایات پر محمول کیا جائیگا۔

قصہ نمبر۱۴۴: ﴿عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود رہا ہوں، یہ سب عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے اور بعد میں خطبہ پڑھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ واقعہ اب تک میرے پیش نظر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے لوگوں کو بٹھاتے ہوئے صفوں کو چیرتے ہوئے نکلے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں تک پہنچ گئے تھے اور پہنچ کر سب سے پہلے یہ آیت تلاوت فرمائی تھی ''اے نبی! اگر تمہارے پاس مسلمان عورتیں اس شرط پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ نہ تو خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی افترا بندی کریں گی اور نہ کار خیر میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو تم ان کی بیعت لے لو اور ان کے لئے خدائے تعالیٰ سے مغفرت کی خواستگاری کرو کیونکہ خدا غفور رحیم ہے'' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو اسی شرط پر قائم رہنا چاہئے، یہ سن کر اور عورتیں تو (شرم کے مارے) چپ رہیں صرف ایک عورت بولی جی ہاں ہم اس اقرار پر قائم ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو خیرات کرو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کپڑا پھیلا لیا اور بولے تم پر میرے ماں باپ قربان، لاؤ اس میں ڈالو، حسب الحکم عورتیں بڑی اور چھوٹی انگوٹھیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈالنے لگیں۔ [بخاری شریف:۹۳۶ وغیرہ]

فائدہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاں مردوں کیلئے ہادی و رہنما تھے، وہاں عورتیں بھی اس چشمہ صافی سے فیض یاب ہوتی تھیں لیکن مجال ہے کہ کبھی کسی اجنبی عورت کا ہاتھ بھی چھوا ہو حتیٰ کہ عورتوں کو بیعت کرتے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کا ہاتھ اپنے دست اقدس

میں لیکر بیعت نہیں فرماتے تھے حالانکہ آپ ﷺ کا معصوم ہونا اظہر من الشمس اور مسلم عندالکل ہے، آپ ﷺ کی یہ احتیاط آج کل کے نام نہاد پیروں اور صوفیوں سے ایسے رخصت ہو چکی ہے گویا کہ ''گدھے کے سر سے سینگ'' اور عوام بھی ایسے لوگوں کی اندھی تقلید میں کھرے اور کھوٹے کا امتیاز فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ خدارا ایسے مداریوں سے اپنا پیچھا چھڑائیے، کسی متبع سنت اور خداترس اللہ والے سے اپنا تعلق جوڑیئے اور ان کی ہدایات پر عمل کر کے اپنے آپ کو نجات کے راستے پر چلائیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

قصہ نمبر ۱۴۵: **ظالموں پر رحم کرنے والا**

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوفہ کے محلہ کندہ میں ایک شخص یہ حدیث بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے دن ایک دھواں آئے گا اور منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں گھس جائے گا اور ایمان دار پر صرف اتنا اثر کرے گا جیسے زکام، یہ سن کر ہم گھبرا گئے اور میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، غصہ میں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا جو شخص واقف ہو وہ وعظ کہے اور ناواقف ہو تو واللہ اعلم کہے، کیونکہ جس چیز کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق لاعلمی ظاہر کرنا بھی علم ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے ''اے نبی ﷺ کہہ دو کہ میں تم سے اس کا کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ کرنے والا نہیں ہوں'' اصل بات یہ ہے کہ قریش، اسلام سے پیچھے ہٹے تھے تو حضور والا ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی تھی اور فرمایا تھا الٰہی! ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کی ایسی قحط سالی کے سات سالوں میں مبتلا کر کے مجھے ان کے مقابلہ میں کامیاب فرما۔ حضور ﷺ کی بددعا سے وہ لوگ ایسے قحط میں مبتلا ہوئے کہ ان میں بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے، اور بقیہ مردار و ہڈیاں کھانے لگے، اس زمانہ میں آدمی کو آسمان و زمین کے درمیان (بھوک اور ضعف کی وجہ سے) ایک دھواں سا نظر آتا تھا۔ مجبوراً ابوسفیان نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے محمد ﷺ! آپ لوگوں کو کنبہ پروری کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہوئی جاتی ہے آپ خدا سے اس کے لئے دعا کیجئے۔ یہ فرمانے کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ''فارتقب یوم تاتی السماء بدخان

مبین الی قولہ عائدون." [بخاری شریف:۹۶۲،۹۷۴،۴۴۹۶وغیرہ]

فائدہ:

اپنی لاعلمی کا اقرار کر لینا انسان کیلئے شاید وقتی شرمندگی کا سبب ہو لیکن مستقبل کے اعتبار سے یہ چیز انسان کیلئے انتہائی مفید اور کار آمد ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ انسان کو ہر وقت ہر چیز کا علم بھی ہو، یا علم ہو اور مستحضر بھی ہو۔

مذکورہ صدر واقعے کو پڑھیے اور پھر آیتِ ذیل بھی دھرائیے۔

"وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ"

آپ کو دعوی اور دلیل دونوں مل جائیں گے۔

قصہ نمبر ۱۴۶:

مؤمن اور کافر

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو بارش ہوئی، صبح کو مقام حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا خدا اور اس کا رسول خوب واقف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) میرے بندوں میں سے بعض نے ایمان کی حالت میں صبح کی اور بعض نے کفر کی حالت میں، جس شخص نے یہ کہا کہ ہم پر خدا کے فضل و کرم سے بارش ہوئی ہے اس نے ستاروں کی تاثیر کا انکار کیا اور میری (ربوبیت و تاثیر پر) ایمان لایا، اور جس شخص نے یہ کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستاروں کی وجہ سے بارش ہوئی اس نے میرا انکار اور ستاروں (کی تاثیر) کا اقرار کیا۔ [بخاری شریف:۹۹۱وغیرہ]

فائدہ:

اس مقام پر نہ تو مجھے شرک کی مذمت پر روشنی ڈالنا مقصود ہے اور نہ ہی توحید کا اثبات پیشِ نظر ہے، صرف اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات، اس کے کمالات اور اس کے اختیارات صرف اسی کے پاس ہیں، اس نے ان

میں سے کوئی چیز اپنے بندوں پر تقسیم نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس نکتے کو ہمارے دل ودماغ پر نقش فرمادے۔ آمین۔

قصہ نمبر ۱۴۷:

سورج گرہن

عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک یہودن ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ مانگنے آئی اور عرض کیا کہ خدا آپ کو عذاب قبر سے بچائے، ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عذاب قبر سے خدا کی پناہ، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صبح سویرے سوار ہو کر تشریف لے گئے اور جب سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت واپس تشریف لے آئے اور ازواج مطہرات کے حجروں کے سامنے سے گزر کر (کسوف کی) نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے، لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام کے بعد بڑا لمبا رکوع کیا پھر رکوع کے بعد طویل قیام کیا، لیکن یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا، قیام کے بعد پھر دوبارہ رکوع کیا لیکن یہ رکوع بھی پہلے رکوع سے کم تھا رکوع دوم کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر سجدہ میں گئے پھر سجدہ کے بعد کھڑے ہوگئے اور دیر تک کھڑے رہے، لیکن یہ قیام پہلی رکعت کے دوسرے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا لیکن پہلی رکعت کے دوسرے رکوع سے کم پھر اٹھ کر دیر تک کھڑے رہے لیکن (دوسری رکعت کے) پہلے قیام سے کم پھر رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع میں رہے لیکن (دوسری رکعت کے) پہلے رکوع سے کم، اس کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر سجدے میں گئے نماز سے فارغ ہو کر جو کچھ خدا کا حکم تھا وہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ [بخاری شریف: ۹۹۷، ۱۰۰۲]

فائدہ:

سورج گرہن کے مادی اسباب کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ اس دھرتی پر بہت سے لوگ خالق آفتاب کے دربار سے منہ موڑ کر آفتاب کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکاتے ہیں، اسے اپنا معبود، دیوتا اور پالنہار گردانتے ہیں، اسی سے

مانگتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں۔

ان کی اس خام خیالی اور ذہنیت کے کچے پن کو واضح کرنے کیلئے پروردگار عالم نے ''سورج گرہن'' کا سلسلہ جاری فرمایا تا کہ عقلمند اس بات کو سمجھ لیں کہ جس جثہ کو گہن لگ جائے وہ فانی تو ہوسکتا ہے باقی کبھی نہیں ہوسکتا پھر بھلا وہ جثہ اور پھر فانی ہوتے ہوئے ''خدا'' کیونکر ہوسکتا ہے؟

قصہ نمبر ۱۴۸:

قدرت کی ایک نشانی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے کسوف کی نماز پڑھائی کہ اول اس قدر دیر تک قیام کیا جتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے، پھر ایک رکوع کر کے سر اٹھا کر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے لیکن یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا پھر رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع میں رہے لیکن یہ رکوع بھی پہلے رکوع سے کم تھا، اس کے بعد سجدہ کیا، سجدہ سے اٹھ کر پھر دیر تک قیام کیا لیکن یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا، قیام کے بعد رکوع کیا، دیر تک رکوع میں رہے لیکن یہ رکوع بھی پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سر اٹھا کر دیر تک کھڑے رہے لیکن اول قیام سے کم، اس کے بعد پھر رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع میں رہے مگر پہلے رکوع سے کم، اخیر میں سجدہ کیا۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ درحقیقت چاند اور سورج کا گرہن ہونا قدرت الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کسی کی موت یا زندگی سے یہ گرہن نہیں ہوا کرتے، اس لئے گرہن کے وقت تم لوگ خدا کو یاد کیا کرو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم نے آپ کو اس جگہ پر ہاتھ بڑھا کر کچھ لیتے ہوئے دیکھا اس کے بعد دیکھا کہ آپ کچھ پیچھے ہٹے؟ فرمایا میں نے ابھی بہشت دیکھی تھی تو اس سے ایک خوشہ انگور کا لینا چاہا تھا اگر میں اس کو لے لیتا تو قیامت تک تم اس کو کھاتے رہتے (اور وہ ختم نہ ہوتا) اس کے بعد میں نے دوزخ دیکھی تو بہت ہی ہولناک

منظر دیکھا اس میں زیادہ حصہ عورتوں کا تھا (میں یہ دیکھ کر پیچھے ہٹا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عورتیں وہاں زائد کیوں تھیں؟ فرمایا کہ ناشکری کرنے کی وجہ سے! عرض کیا گیا کیا وہ خدا کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں، اگر کسی عورت سے تم ساری عمر احسان کرو لیکن ایک بات کبھی اس کو اپنی خلاف مرضی معلوم ہو جائے تو کہنے لگتی ہے کہ میں نے تم سے کبھی چین نہ پایا۔[۱۰۰۴]

فائدہ:

سورج گرہن نشانات قدرت میں سے ایک انتہائی اہم نشانی ہے لیکن اس واقعے میں قدرت کی اس سے بڑی نشانی بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس دنیا کی مادیت سے متاثر ہوئے بغیر اپنے سر کی آنکھوں سے جنت اور جہنم کا نظارہ فرمایا اور وہ بھی اس قدر قریب ہو کر کہ جنت کے پھل آپ ﷺ کی پہنچ سے دور نہ تھے، خواتین سے میری درخواست ہوگی کہ اس واقعے کا آخری جزو بار بار پڑھیں اور اپنے طرز عمل اور رویئے کا جائزہ لیں۔

قصہ نمبر ۱۴۹: سورج گرہن کا سبب

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عہد رسالت میں جب سورج گرہن ہوا تو حضور ﷺ (گھبرا کر اٹھے اور) چادر کھینچتے ہوئے مسجد میں پہنچ گئے، پیچھے سے اور آدمی بھی جا پہنچے آپ ﷺ نے لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں جب سورج گرہن سے نکل گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا چاند و سورج خدائے تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، یہ کسی کی موت یا زندگی سے گرہن نہیں ہوتے، جب تم ان کو گرہن لگتے ہوئے دیکھو تو نمازیں پڑھو اور دعائیں مانگو یہاں تک کہ گرہن جاتا رہے۔ حضور ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا اسی روز انتقال ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات سورج کے گرہن کا سبب ہے۔[بخاری شریف: ۱۰۱۴]

فائدہ:

سورج یا چاند کو جب گہن لگتا ہے تو وہ بے نور ہو جاتے ہیں اور یہ قیامت کا ابتدائیہ ہے اس لئے جب کبھی گہن کا واقعہ پیش آتا تو حضور ﷺ گھبرا جاتے کہ کہیں یہ واقعہ ہی ابتداء قیامت نہ ہو اور پھر آپ ﷺ گہن ختم ہو جانے تک طویل نماز ادا فرماتے۔ امت مسلمہ اس بات کو فراموش کر چکی ہے کہ کسی پریشانی کے موقع پر سنت نبوی ﷺ سے ہمیں کیا ہدایت ملتی ہے۔

اہل عرب کا یہ تصور تھا کہ کسی بڑے آدمی کے انتقال کا غم ''سورج'' بھی مناتا ہے اور اس کا اظہار وہ اس انداز میں کرتا ہے کہ اس دن اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا، نکلتا تو ہے لیکن روشنی کی کرنیں نہیں بکھیرتا، اس عامیانہ خیال کی اصلاح کیلئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورج یا چاند گرہن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ قدرت کی نشانیاں اس میں کارفرما ہوتی ہیں۔

قصہ نمبر ۱۵۰: ﴿بدبختی کا پیکر﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس سورت کی تلاوت کے وقت سجدہ کا حکم نازل ہوا وہ سورہ نجم ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس وقت خود بھی سجدہ کیا تھا اور آپ ﷺ کے پیچھے جو لوگ تھے (خواہ وہ مسلمان ہوں یا مشرک) سب نے کیا تھا، صرف ایک آدمی نے نہیں کیا تھا بلکہ میں نے دیکھا کہ اس نے ایک مٹھی لے کر اس پر سجدہ کیا تھا لیکن بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت ہی میں مارا گیا اس کا نام امیہ بن خلف تھا۔ [بخاری شریف: ۱۰۱۷، ۳۶۴، ۳۷۵۴، ۴۵۸۲]

فائدہ:

تصویر کا اگر یہ رخ دیکھا جائے کہ مسلمانوں کا سجدہ ریز ہونا تو سمجھ میں آتا ہے، مشرکین کا سجدہ کرنا چہ معنی دارد؟ تو یہ طویل ہونے کے ساتھ ساتھ غیر متعلق بھی ہے، اس لئے اس کا سب سے زیادہ قابل غور اور اہم پہلو ''بے ادبی'' ہے جس کا نتیجہ سزائے موت کی

صورت میں ظاہر ہوا۔ سچ ہے "با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔"

قصہ نمبر ۱۵۱: **حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خواب**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور گرامی ﷺ کی زندگی میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کو بیان کرتا تھا، مجھے بھی اس کی تمنا ہوئی کہ کوئی خواب دیکھوں تو حضور ﷺ سے جا کر عرض کروں، اس زمانہ میں میں نوجوان لڑکا تھا اور مسجد میں سویا کرتا تھا چنانچہ (ایک شب) میں نے خواب دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے، دیکھتا کیا ہوں کہ کنوئیں کی طرح دوزخ کے آس پاس من بنی ہوئی ہے اور ادھر ادھر اس کے دو دیواریں ہیں اور میری جان پہچان کے لوگوں میں سے بہت سے آدمی اس کے اندر ہیں، میں نے کہا دوزخ سے خدا کی پناہ، اتنے میں ایک اور فرشتے نے مجھ سے آکر کہا کہ تجھے خوف نہ کرنا چاہئے (جب میں بیدار ہوا تو) یہ خواب میں نے اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا اور ام المومنین نے حضور ﷺ سے عرض کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا عبداللہ رضی اللہ عنہ آدمی تو اچھا ہے اگر رات کو تہجد کی نماز بھی پڑھتا ہو، اس دن سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رات کو بہت کم سونے لگے تھے۔ [بخاری شریف: ۱۰۷۰]

فائدہ:

واقعہ مذکورہ سے متعلق کچھ کہنے سے زیادہ ضروری قابل ذکر بات یہ ہے کہ خواب ہر انسان ہی دیکھتا ہے خواہ یاد رہے یا نہ رہے، خواب میں دکھائی دینے والے مناظر بعض اچھے ہوتے ہیں اور بعض برے اور انسانوں میں بھی بعض اچھے ہوتے ہیں اور بعض برے، جس کی شناخت کرنا انسان کیلئے آسان نہیں، اسلئے شریعت نے انسان کی بہتری دیکھتے ہوئے اسے یہ تعلیم دی ہے کہ اپنا خواب کسی مخلص دوست یا ماہر فن کے علاوہ کسی اور کے سامنے بیان نہ کرے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۵۲: ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آہٹ﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (کہ ایک دن فجر کی نماز کے وقت) حضور گرامی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا بلال! مجھے وہ کام بتاؤ جو تم نے اسلام میں سب سے زیادہ نفع کی امید کرتے ہوئے کیا ہو؟ کیونکہ میں نے تمہارے دونوں جوتوں کی آہٹ بہشت میں اپنے آگے سنی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے اسلام میں اپنے نزدیک اس سے زیادہ فائدہ بخش کوئی عمل نہیں کیا کہ جب بھی میں دن رات کے کسی وقت میں وضو کرتا ہوں تو اس کے بعد جتنی نماز میرے مقدر میں ہوتی ہے ضرور پڑھ لیتا ہوں۔ [بخاری شریف: ۱۰۹۸]

فائدہ:

اصطلاح میں اس نماز کا مخصوص نام "تحیۃ الوضوء" ہے، آج کل تو فرض نمازوں کے علاوہ جو سنتیں اور نوافل ہیں ان کے ادا کرنے کا اہتمام ختم ہوتا جارہا ہے تو اس نام سے کون واقف ہوگا؟ میری اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ خود بھی اس سنت کا اہتمام کریں اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی ترغیب دیں، کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اسی بہانے ہماری مغفرت اور جنت میں داخلے کا فیصلہ بھی فرمادے۔

قصہ نمبر ۱۵۳: ﴿حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور آکر دیکھا کہ دونوں ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی ہے، فرمایا یہ رسی کیسی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ زینب کی رسی ہے کیونکہ وہ تہجد کی نماز میں کچھ سست پڑ جاتی ہیں تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں، فرمایا ایسا نہیں ہونا چاہئے، اس کو کھول ڈالو جب تک آدمی چست اور خوش دل رہے، نماز پڑھے اور جب بدن میں سستی آجائے تو بیٹھ جائے۔

[بخاری شریف: ۱۰۹۹]

فائدہ:

دور نبوی کی خیر و برکت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نیکیوں میں مسابقت کا جذبہ اور دین کی خاطر محنت و مشقت برداشت کرنے کا داعیہ آپ پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں، میں مجبور ہوں کہ اس واقعے کو بھی اسی جذبے کا ''صحابیات'' میں ایک شاہکار قرار دوں، گو کہ حضور ﷺ نے ''تعمق فی الدین'' یا تکلیف مالا یطاق کو کبھی پسند نہیں فرمایا اور ہمیشہ اس کی اصلاح فرمائی لیکن یہ بات ضرور قابل غور ہے کہ اس دور کے مرد تو رہے ایک طرف۔ عورتیں بھی کسی معاملے میں مردوں سے کم نہ تھیں۔ میری مائیں بہنیں اس واقعے کو بار بار پڑھیں، اپنی زندگی اور نظام حیات کا جائزہ لیں۔

قصہ نمبر ۱۵۴: ﴿تیری مسکراہٹ پر میں قربان﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) دوشنبہ کے دن مسلمان نماز میں تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ اچانک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا پردہ اٹھا کر نمازیوں کو ملاحظہ فرمانے لگے، لوگ صفیں بنائے کھڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ یہ دیکھ کر مسکرائے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا اور خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں تشریف لانا چاہتے ہیں، مسلمانوں نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو انتہاء مسرت سے حواس باختہ ہو جانے کے قریب ہو گئے، لیکن حضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کر لو اور خود پردہ چھوڑ کر حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور اسی روز حضور ﷺ کی وفات ہو گئی۔ [بخاری شریف: ۱۱۴۷]

فائدہ:

سرکار مدینہ، ہر مسلم کے دل کا زینہ ﷺ اپنی ہر ادا کے اعتبار سے منفرد اور جداگانہ تھے، آپ ﷺ کی ایک ایک مسکراہٹ پر دنیا کی ساری نعمتیں قربان کی جا سکتی ہیں، آپ ﷺ کے رخ زیبا کی ایک جھلک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں فرحت بخشا کرتی تھی، جس سے ان کیلئے ''زندگی'' کا لفظ بامعنی ہوتا تھا بلکہ پوری کائنات آپ ﷺ

کے دیدار کی مشتاق رہا کرتی تھی، مجھے اس سے بڑھ کر یہ کہنے کا موقع ملنا چاہئے کہ انسان، جن، فرشتے اور دیگر مخلوقات تو رہیں ایک طرف، خود پروردگار عالم آپ ﷺ کی زیارت کا مشتاق رہتا تھا۔ میں ایک دعا کرتا ہوں جس پر آمین آپ کہیں ''اے اللہ! مجھے، ہر قاری کتاب اور ہر مؤمن کو حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف اور فیض یاب فرما۔''

قصہ نمبر ۱۵۵:

﴿۳ بچے﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین لڑکوں کے علاوہ گہوارے کے اندر اور کسی نے کلام نہیں کیا۔ (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲) وہ لڑکا جو جریج سے بولا تھا، جریج بنی اسرائیل میں ایک شخص کا نام تھا، یہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا کہ ماں نے آکر آواز دی یہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ والدہ کو جواب دوں یا نماز پڑھوں، آخر کار ماں کو جواب نہیں دیا ماں نے (بددعا دی اور) کہا الٰہی! جب تک اس کا بدکار عورتوں سے واسطہ نہ پڑ جائے اس پر موت نہ بھیجنا۔

چنانچہ ایک روز جریج اپنے عبادت خانہ میں تھا کہ ایک عورت اس کے پاس آئی اور جریج سے کار برآری کی خواستگار ہوئی، جریج نے انکار کیا یہاں ایک عورت نے جا کر ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قابو دیا اور چرواہے کے نطفہ سے اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، لیکن اس نے یہ اظہار کیا کہ لڑکا جریج کا ہے، لوگ جریج کے پاس آئے (اور غصہ میں) اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا اور کھینچ کر اس کو عبادت خانہ سے نیچے لے گئے اور گالیاں دیں، جریج نے وضو کر کے نماز پڑھی اور پھر اس بچہ کے پاس آکر دریافت کیا اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ لڑکا بولا فلاں چرواہا، لوگ (یہ صداقت دیکھ کر) کہنے لگے ہم تیرا عبادت خانہ سونے کا بنائے دیتے ہیں، جریج نے جواب دیا نہیں صرف مٹی کا بنا دو۔

(۳) بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو اپنے لڑکے کو دودھ پلا رہی تھی، اتفاقاً ادھر سے ایک سوار زردوزی کے کپڑے پہنے نکلا، عورت نے کہا الٰہی! میرے بچے کو اس کی طرح کر دے، بچہ نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر سوار کی طرف رخ کر کے کہا الٰہی! مجھے ایسا نہ کرنا، یہ کہہ کر پھر دودھ پینے لگا، کچھ دیر کے بعد ادھر سے لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے

(جس کو راستے میں مارتے جا رہے تھے) عورت نے کہا الٰہی! میرے بچہ کو ایسا نہ کرنا، بچہ نے فوراً دودھ پینا چھوڑ کر کہا الٰہی مجھے ایسا ہی کرنا، ماں نے بچہ سے کہا تو نے یہ کیوں خواہش کی؟ بچہ نے جواب دیا وہ سوار ظالم تھا (اس لئے میں نے ویسا نہ ہونے کی دعا کی) اور اس باندی کو لوگ کہتے ہیں کہ تو نے زنا اور چوری کی ہے حالانکہ اس نے یہ فعل نہیں کئے۔

[بخاری شریف: ۱۱۴۸، ۲۳۵۰، ۳۲۵۳، ۳۲۷۹]

فائدہ:

بخاری شریف کی اس روایت میں تو تین بچوں کا ذکر ہے جبکہ دیگر تاریخی روایات سے ایسے بچوں کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے اور اس کا بنیادی مقصد ''قدرت خداوندی کا اظہار'' ہوتا ہے، احقاق حق اور ابطال باطل اس کا اساسی نظریہ ہوتا ہے۔

قصہ نمبر ۱۵۶:

نمازی اور سواری

حضرت ازرق بن قیس کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں ہم خارجیوں سے شہر اہواز میں معرکہ آراء تھے، ان ایام میں ایک دن میں ایک نہر پر کھڑا تھا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص سواری کی لگام اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا، اثناء نماز میں سواری نے اسے اپنے طرف کھینچا اور وہ شخص کھنچتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا (یہ نمازی بقول شعبہ حضرت ابو برزہ سلمی رضی اللہ عنہ تھے) ایک خارجی کہنے لگا کہ الٰہی! اس بوڑھے شخص کو اس کے فعل کی سزا دے (کہ سواری کے واسطے اس نے نماز ترک کر دی ہے) وہ شخص جب نماز پڑھ چکا تو کہنے لگا میں نے تمہارا کلام سنا، حضور اکرم ﷺ کے ہمرکاب میں نے آٹھ سات جہاد کئے ہیں اور آپ ﷺ کی طرف سے جو آسانیاں (احکام شرع میں) کی جاتی تھیں وہ بھی میں نے دیکھی ہیں، اگر میں سواری کو چھوڑ دیتا تو وہ چراگاہ میں چلی جاتی اور مجھے دشواری پیش آتی اس لئے اس کی بہ نسبت یہ امر میرے لئے سہل تھا کہ میں اس کے ساتھ ساتھ لوٹ جاؤں۔ [بخاری شریف: ۱۱۵۳]

فائدہ:

اس واقعے کا صحیح اور مکمل پس منظر معلوم کرنے کیلئے ذیل کے الفاظ بھی ملا لیجئے۔

ازرق بن قیس کہتے ہیں کہ اہواز میں ایک نہر کا پانی خشک ہوگیا تھا، ہم اس کے کنارہ پر تھے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوکر آئے، گھوڑا چھوڑ دیا اور خود نماز پڑھنے لگے گھوڑا چھوٹ کر چلا گیا، حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نماز چھوڑ کر اس کے پیچھے چل دیئے اور اس کو پکڑ کر لاکر پھر نماز پڑھی، ہم میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس کی رائے (خوارج کی طرف مائل) تھی، وہ کہنے لگا اس بڈھے کو تو دیکھو، گھوڑے کی وجہ سے نماز چھوڑ دی، حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر کہا جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں کسی نے مجھ سے سختی اور درشت مزاجی نہیں کی، میرا مکان دور ہے، اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑے کو چھوڑ دیتا تو شام تک گھر نہ پہنچ سکتا تھا، اس کے بعد حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سہولت شعاری دیکھی ہے۔ [بخاری شریف: ۵۷۷۶]

فائدہ:

آج کل تو گھوڑے اور اونٹ کا زمانہ نہیں تاہم مسئلہ وہی ہے جو حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے بتایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا، عنقریب اونٹ اور گھوڑے کا زمانہ پھر لوٹ کر آنے والا ہے، پھر تیر وتفنگ اور شمشیر و نیزہ زنی کا دور آنے والا ہے۔

یہ ایک عام اور آسان سا اصول ہے کہ "ہر کمالے را زوال ست" یعنی ہر ترقی کا زوال اور ہر عروج کا نزول ضرور ہوتا ہے، دنیاوی اور مادی زندگی اپنے جس نقطہ عروج کو پہنچ چکی ہے اس کے بعد "زوال" کے علاوہ رہ ہی کیا جاتا ہے کہ جس میں اچنبھے والی کوئی بات ہو، آئے دن تیل اور اشیاء ضرورت کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ یقیناً ایک ایسا دن لاکر رہے گا جب عوام ان چیزوں کا استعمال ترک کر کے سابقہ طرز زندگی اختیار کرلیں گے۔

قصہ نمبر ۱۵۷: ﴿حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک عمل﴾

حضرت کریب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت ابن عباس، مسور اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم سب کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سلام کہنا اور یہ پوچھنا کہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ ہمیں معلوم

ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کی ممانعت فرمائی ہے اور آپ پڑھتی ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کو یہ دوگانہ پڑھنے سے منع کرتا تھا اور پڑھنے پر لوگوں کو مارتا تھا۔

کریب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر تینوں صاحبوں کا پیام پہنچا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس کا حکم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر دریافت کرو، میں وہاں سے نکل کر تینوں صاحبوں کے پاس پہنچا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بیان کر دیا۔

ہر سہ اصحاب نے مجھ کو دوبارہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سابقہ پیغام دیکر بھیجا، میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر پیغام عرض کر دیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دوگانہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے، لیکن عصر کی نماز کے بعد میں نے ایک روز آپ ﷺ کو دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا، جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو اس وقت میرے پاس چند انصاری عورتیں بیٹھی تھیں اس لئے میں نے ایک باندی کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ حضور ﷺ کے برابر جا کر کھڑی ہو جانا اور عرض کرنا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کو عصر کے بعد دوگانہ پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، لیکن پھر آپ کو وہی دو رکعتیں پڑھتے ہوئے بھی دیکھا ہے (اس کی کیا وجہ ہے؟) اگر حضور ﷺ ہاتھ سے اشارہ کر دیں تو پیچھے ہٹ کر چلی آنا، باندی نے میرے حکم کی تعمیل کی اور حضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرما دیا، باندھی پیچھے ہٹ آئی جب آپ ﷺ فارغ ہو گئے تو فرمایا اے ابوامیہ کی بیٹی تم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے متعلق استفسار کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ قبیلہ عبدالقیس کے کچھ آدمی میرے پاس آ گئے تھے، ان کی وجہ سے میں ظہر کے بعد والی دو سنتیں نہیں پڑھ سکا تھا، یہ دونوں رکعتیں وہ تھیں۔ [بخاری شریف: ٦٧، ١١٤٢، ٣١١٢]

فائدہ:

معلوم ہوا کہ عصر کے بعد سنتیں پڑھنا آپ ﷺ کا مستقل معمول مبارک نہیں

تھا لیکن چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا اس لئے ان کا عشق اس عمل کو ترک کرنا گوارا نہیں کرتا تھا، عشق ومحبت کی داستان اصولوں کی جکڑ بندی سے آزاد ہوتی ہے لیکن کسی دوسرے کو اس کی دیکھا دیکھی وہ کام کرنے کی اجازت کبھی نہیں دی جا سکتی۔

قصہ نمبر ۱۵۸: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلا خطبہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں مقام سخ (بالائی مدینہ) میں تھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے کہہ رہے تھے خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں خوش رہے اور رہیں گے، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے خدا تعالیٰ آپ کو دوبارہ موت کا مزہ کبھی نہیں چکھائے گا، اس کے بعد باہر نکل آئے اور فرمایا او قسم کھانے والے ٹھہر جا جلدی نہ کر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا خبردار ہو جاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاشبہ انتقال ہو گیا، جو اُن کی عبادت کرتا تھا وہ نہ کرے اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا وہ بہر حال کرے، کیونکہ خدا تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے ''بلاشبہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں'' دوسری آیت میں ارشاد ہوا ''محمد صرف رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر گئے ہیں، اب اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو کیا تم ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پھر جاؤ گے؟ جو شخص ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر جائے گا وہ خدا کا کچھ نقصان نہیں کرے گا اور شکر گزاروں کو خدا تعالیٰ عنقریب جزاء عطا فرمائے گا۔'' یہ سن کر روتے روتے لوگوں کی ہچکی بندھ گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے خدا کی قسم میرے دل میں یہی آتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا ہے اور خدا تعالیٰ ان کو پھر اٹھائے گا اور اٹھ کر وہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے (جو

یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس بنی ساعدہ کی بیٹھک میں جمع ہوئے اور مہاجرین سے کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہونا چاہئے اور ایک تم میں سے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ انصار کے پاس گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بولنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خاموش کردیا اور خود کلام کیا اور نہایت بلاغت کے ساتھ کیا۔

اثناء گفتگو میں فرمایا ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہوگے۔ خباب بن منذر بولے خدا کی قسم! ہم ایسا نہیں کریں گے، بلکہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر کیونکہ قریش بااختیار گھرانے کے تمام عرب سے بہتر ہیں اور حسب نسب میں بھی سب سے شریف ہیں، اس لئے تم عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، ہم آپ کی بیعت کریں گے، آپ ہمارے سردار ہیں، ہم سے افضل ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھے، یہ کہہ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان سے بیعت کرلی اور دوسرے آدمیوں نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، یہ دیکھ کر ایک کہنے والے نے کہا تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو خدا کی مار (کیسی طعنہ کی بات کہہ رہا ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جو انصار سے گفتگو کرنا چاہتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک نہایت عمدہ بات مجھے سوجھی تھی اور مجھے خیال ہوا تھا کہ شاید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ بات نہ سوجھی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (وفات کے وقت) رسول اللہ ﷺ کی نگاہ اوپر کو اٹھ گئی اور فرمایا میں عالی رتبہ رفیق کی صحبت چاہتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں خطبوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے فائدہ پہنچایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خوف بھی

دلایا کیونکہ لوگوں میں نفاق پیدا ہوگیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوف دلانے سے خدا تعالیٰ نے پھر ان کو اسلام کی طرف پھیر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی اور حقانیت کی طرف رہنمائی کی، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے **"وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل"** الخ

فائدہ:

"خلیفہ رسول اللہ" کا لقب جتنا دلکش ہے اس کی ذمہ داریاں اتنی ہی سخت ہیں، جنہیں نبھانے کی تب وتاب صداقت کے پیکر "صدیق" کے علاوہ کسی میں نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے اپنے لئے "امیر المؤمنین" کا سادہ لقب رکھ لیا اور "خلیفہ رسول اللہ" کا اعزازی لقب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص کر دیا۔

جرأت ایمانی اور قرآن فہمی وقرآن دانی سے بھرپور یہ خطبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلا خطبہ ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا اور دین محمدی کو اس کے اصل مفہوم میں پیش فرمایا۔

یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا سے پردہ فرمانا جس طرح ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اسی طرح یہ بات بھی قطعیت اور یقین کی اعلیٰ ترین معراج پر فائز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں حیات ہیں اور یہ حیات دنیوی زندگی سے بھی اعلیٰ واکمل ہے جس کا تصور میں اور آپ، اس دنیا میں بیٹھ کر نہیں کر سکتے اور اس کیلئے مادیت زدہ یہ آنکھیں متحمل نہیں ہوسکتیں، پردہ کے پیچھے اور دیوار کے پار دیکھنے کیلئے اس کے پیچھے جانا ضروری ہے، ورنہ کچھ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کیا ہے؟ اس لئے انکار برائے انکار کی روش اختیار کئے بغیر اکابر واسلاف کی رائے کو وزن دینا ہی ایمانی سلامتی کا ذریعہ ہے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۵۹:

﴿ہار ٹوٹ کر گر گیا﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور ﷺ کے ہمرکاب تھے، جب مقام بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا، مجبوراً حضور اقدس ﷺ اس کی تلاش کے لئے وہاں ٹھہر گئے، پانی وہاں موجود نہ تھا اس لئے لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا دیکھئے! عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کو یہاں ٹھہرا دیا، حالانکہ نہ یہاں پانی موجود ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے، اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آتے ہی مجھ کو جھڑکا اور فرمایا تو نے آنحضرت ﷺ کو یہاں روک لیا ہے حالانکہ نہ یہاں پانی ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے اور جو کچھ خدا کا حکم تھا انہوں نے مجھے (برا بھلا) کہا اور میری کوک میں مکے مارے لیکن میں حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے حرکت نہیں کر سکتی تھی۔

جب حضور ﷺ صبح کو اٹھے اور پانی موجود نہ تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمم کیا، اس پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بولے آل ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس اونٹ پر میں سوار تھی، جب اس کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سے ہار بھی مل گیا۔

فائدہ:

آپ مانیں یا نہ مانیں، میرا تو یہ احساس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بعد سب سے زیادہ خیال صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمایا ہے، ورنہ میں یہ پوچھنے میں بالکل حق بجانب ہوں کہ صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں قرآن کریم کا جو خراج تحسین ہے کیا وہ کسی اور کے حصے میں آیا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مندرجہ بالا دعویٰ کی صحت میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے لیکن کچھ لوگوں کو پھر بھی ان دونوں سے خدا واسطے کا بیر ہے، ان کی ہدایت کیلئے دست دعا دراز کیجئے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۶۰:

﴿بہتا ہوا چشمہ﴾

حضرت ام علاء انصاریہ فرماتی ہیں کہ جب مہاجرین کی رہائش گاہ مقرر کرنے کے لئے انصار نے باہم قرعہ ڈالا تو قرعہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی سکونت ہمارے نام نکلی، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے پاس رہنے لگے، اتفاق سے وہ بیمار ہوگئے، ہم نے ان کا علاج معالجہ کیا لیکن ان کا انتقال ہوگیا اور ہم نے ان ہی کے کپڑوں میں ان کو دفن کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا کہ اے ابوسائب! تجھ پر خدا کی رحمت ہو میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے تیری عزت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تجھ کو کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ اس کو معزز فرمایا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان مجھے کچھ علم نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان کو موت آگئی اور مجھے اس کے لئے بہتری کی امید ہے، لیکن خدا کی قسم! اگرچہ میں خدا کا رسول ہوں پھر بھی مجھے معلوم نہیں کہ میرا کیا حال ہوگا، عثمان تو بجائے خود رہا، میں نے عرض کیا خدا کی قسم آج کے بعد میں کسی کی بے گناہی بیان نہ کروں گی۔ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے گناہوں کو بیان کرنا شروع کردوں گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان سے میں غمگین ہوگئی، اتفاقاً ایک روز خواب میں مجھے دکھائی دیا کہ عثمان کے لئے ایک چشمہ جاری ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کر دیا فرمایا وہ اس کے اعمال ہیں۔

فائدہ:

اس واقعے کو پڑھنے کے بعد خیال کیا جاسکتا ہے کہ لوگ جنت اور جہنم کی ٹھیکیداری سے دستبردار ہو جائیں گے کیونکہ آجکل تو خدائی اختیارات ہمارے ہاتھوں کا کھلونا بن چکے ہیں، جسے چاہا جنتی بنا دیا اور جسے چاہا جہنم کی آگ میں جھونک دیا۔ جس نے زندگی بھر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کر کے اپنا ڈیرہ کسی درخت یا کسی ویرانے کی کھوہ میں بنا رکھا ہو وہ ہماری نگاہوں میں اعلیٰ درجے کا ''بزرگ'' ہے اور دین پر عمل پیرا

ہونے والے ہماری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔کیا مندرجہ بالا واقعہ ان لوگوں کے ضمیر پر دستک دینے کیلئے کافی نہیں؟

قصہ نمبر ۱۶۱: ﴿اللہ کی تلوار﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر، زید اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی خبر پہلے سے لوگوں کو دے دی تھی اور فرمایا تھا کہ زید نے جھنڈا لیا لیکن وہ شہید ہو گیا پھر جعفر نے لیا وہ بھی شہید ہو گیا پھر عبداللہ بن رواحہ نے لیا لیکن وہ بھی شہید ہو گیا، اخیر میں خدا کی ایک تلوار (خالد بن ولید) نے جھنڈا لیا اور خدا نے فتح نصیب کی، یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

فائدہ:

یہ واقعہ مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے لیکن ''اختصار'' اس کیلئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے تاہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کیلئے لسان نبوت کا یہ لقب ''سیف اللہ'' خوب واضح ہے اور اس کی تاریخی حیثیت و اہمیت ہر تاریخ دان کے علم میں ہے اور اسلام کی ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ میں ''سیف اللہ'' کا عظیم الشان لقب لسان نبوت سے کسی اور کو نہ مل سکا۔اے کاش! ہمارا جذبہ جہاد پھر سے بیدار ہو۔

قصہ نمبر ۱۶۲: ﴿غسل جنازہ﴾

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا اس کو تین یا پانچ مرتبہ یا اس سے زائد پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا اور آخری مرتبہ میں کافور بھی ڈالنا اور غسل سے فارغ ہو کر مجھے اطلاع کرنا، ہم نے غسل سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اپنی تہ بند پھینک دی اور فرمایا کفن کے اندر میت کو یہ تہبند پہنا دو۔

ایوب کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جویریہ کی حدیث بیان کی تھی تو

اس میں مذکورہ ذیل باتیں زائد تھیں کہ اس کو طاق عدد غسل دینا یعنی تین مرتبہ یا پانچ سات مرتبہ غسل دینا، دائیں طرف سے اور مقامات وضو سے غسل شروع کرنا ایوب کی حدیث میں اتنی بات اور بھی ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے بالوں میں کنگھی کر کے ان کی تین چوٹیاں بنادیں۔ [بخاری شریف: ۱۹۶ او غیرہ]

فائدہ:

بنت رسول ﷺ کیلئے یہ کم اعزاز نہ تھا کہ وہ بنت رسول تھیں، پھر اس پر مستزاد آپ ﷺ کا مبارک کرتا تھا جو ان کا آخری لباس بنا، ایسی سعادت کی تمنا کرنا ہم ایسوں کیلئے کیا ہر ایک کیلئے امر محال ہے البتہ یہ تمنا اور آرزو اپنے رب کے حضور پیش کرنا ہمارا ایمانی تقاضا ہے کہ اے اللہ! اپنے حبیب ﷺ کے مبارک شہر میں موت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پڑوس میں دفن نصیب فرما۔

قصہ نمبر ۱۶۳: ﴿میں پھر بھی استغفار کروں گا﴾

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی کا انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ سے نماز پڑھنے کی درخواست کی گئی، آپ ﷺ نماز پڑھنے کے ارادہ سے کھڑے ہو گئے، میں یہ دیکھ کر فوراً جھپٹ کر پہنچا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا حضور ﷺ ابن ابی کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں حالانکہ فلاں دن اس نے یہ یہ باتیں کہی تھیں؟ میں ابن ابی کے اقوال تفصیل وار بیان کرنے لگا۔ رسول پاک ﷺ سن کر مسکرائے اور فرمایا عمر! مجھ کو چھوڑ دو، جب میں نے روکنے میں بہت اصرار کیا تو فرمایا مجھے (دعاء مغفرت کرنے اور نہ کرنے کا) اختیار دیا گیا ہے اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ ستر بار سے زیادہ دعاء مغفرت کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی تو میں اس سے زائد دعائے مغفرت کروں گا۔

آخر کار حضور ﷺ نے اس کی نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے اور تھوڑی ہی دیر توقف کیا تھا تو سورۂ براءت کی یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں "ولا تصل علی احد منھم مات ابدا" الخ بعد میں مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا تھا کہ میں حضور ﷺ

کے سامنے کس طرح جرأت سے بول رہا تھا حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کو مجھ سے زیادہ علم تھا۔[بخاری شریف: ۱۲۱۰،۴۳۹۴،۵۴۶۰]

فائدہ:

اسلام، اہل اسلام اور صاحب اسلام کو ان مارِ آستین منافقین اور ان کے سرکردہ و سرغنہ عبداللہ بن ابی نے جو نقصان پہنچایا، شاید غیر مسلم یہودیوں اور مشرکین کا ریکارڈ اتنا داغ دار نہ ہو، اس پر سرکار دو عالم ﷺ کا یہ احسان کہ نماز جنازہ بھی پڑھائی اور کفن کیلئے اپنا کرتہ بھی مرحمت فرمایا۔ ذرا ذیل کی روایت ملاحظہ کیجئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضور گرامی ﷺ عبداللہ بن ابی کے جنازہ میں تشریف لے گئے، اس وقت اس کے جنازہ کو قبر میں اتارا جا چکا تھا، آپ ﷺ کے حکم سے اس کو دوبارہ نکالا گیا، حضور ﷺ نے اس کو زانوئے مبارک پر رکھا کسی قدر لعاب دہن اس پر تھوکا اور اپنا کرتہ اسے پہنا دیا، خدا معلوم حضور ﷺ نے یہ احسان اس پر کیوں کیا؟ ہاں جنگ بدر کے دن اس نے حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک کرتہ پہننے کو دیا تھا۔

سفیان بروایت ابوہارون کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دو کرتے پہنے ہوئے تھے، عبداللہ کے بیٹے نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نیچے والا جس سے حضور ﷺ کا بدن لگا ہوا ہے میرے باپ کو پہنا دیجئے، سفیان کا خیال ہے لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ کرتہ عبداللہ کو اس کے گزشتہ احسان کے بدلے میں دیا تھا۔[بخاری شریف: ۱۲۸۵]

فائدہ:

آپ کو شاید یاد ہو کہ مرض الوفات میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے ہر ایک کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے (سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے) اور آپ ﷺ کی تعلیم بھی یہی تھی کہ اگر کوئی احسان کرے تو اس کا بدلہ ضرور چکانا چاہئے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۶۴:

مجھے ڈر ہے

ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مرتبہ کھانا لایا گیا، آپ اس دن روزے سے تھے (کھانے کو دیکھ کر آپ نے فرمایا) کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے تو صرف ایک چادر کا کفن دیا گیا، سر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے جو مجھ سے بہتر تھے، اس کے بعد ہمارے لئے جس قدر دنیوی کشائش ہونی تھی ہو گئی اب (یہ کھانا دیکھ کر) مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ ہم کو فوراً نہ دیا جا رہا ہو، یہ فرما کر رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ [بخاری شریف: ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۳۸۱۹]

فائدہ:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل جس شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے اپنی زندگی گزارا کرتے تھے، اس کا تصور بھی ہمارے لئے مشکل ہے اور شاید کوئی بڑے سے بڑا نواب بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے لیکن قبول اسلام کے بعد انہوں نے اپنی تمام تر نزاکتوں کو بالائے طاق رکھ کر ترویج اسلام و تبلیغ دین کیلئے جس قدر تکالیف برداشت کیں اس کی ایک چھوٹی سی جھلک مذکورہ بالا واقعے میں دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

غروب آفتاب کا انتظار ہر روزہ دار کو ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اب دن بھر کی پابندیوں کو پورا کرنے کے بعد اپنے جسم کا کچھ حق ادا کرے لیکن خوف خدا اور دوسروں کا خیال اگر اس کی راہ میں حائل ہو جائے تو یہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔

قصہ نمبر ۱۶۵:

میرا کفن

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر ''جسے بردہ کہا جاتا ہے'' لے کر خدمت مبارک صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اور تم جانتے ہو کہ بردہ کیسی ہوتی ہے؟

لوگوں نے کہا ہاں بردہ وہ چادر ہوتی ہے جس کی کناری بنی ہوئی ہوتی ہے۔ عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے پہننے کے لئے میں نے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے، رسول پاک ﷺ کو چادر کی ضرورت تھی اس لئے آپ ﷺ نے چادر لے لی اور اس کا تہ بند باندھ کر باہر تشریف لائے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس چادر کو ہاتھ لگا کر عرض کیا یہ مجھے پہننے کے لئے دے دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھا پھر تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھے، اور واپس جا کر چادر لپیٹ کر اس شخص کو بھیج دی۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا تجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ سائل کو رد نہیں کرتے ہیں اس کے باوجود تو نے حضور ﷺ سے چادر کا سوال کیا، یہ اچھا نہیں کیا، اس شخص نے جواب دیا خدا کی قسم! میں نے اس لئے یہ چادر مانگی ہے کہ مرنے کے دن میرا کفن اس کا ہو، حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ چادر اس کے کفن میں کام آئی۔ [بخاری شریف: ۱۲۱۸، ۱۹۸۷، ۵۴۷۳، ۵۶۸۹]

فائدہ:

آفرین ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کہ خوف آخرت اور فکر آخرت ان پر کس قدر غالب آ چکی تھی کہ گویا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی اور ہزاروں لاکھوں بلکہ ان گنت درود و سلام ان ہاتھوں کو پہنچے جن سے سخاوت تیز آندھی کی طرح جاری ہوا کرتی تھی، اس کیلئے کبھی انہوں نے اپنی ضرورت کا احساس کیا اور نہ ہی کل کے بارے سوچا کہ کیا ہوگا۔ پڑھ لیجئے! **اللھم صل علی محمد عدد ماتحب وتشاء**

قصہ نمبر ۱۶۶:

مجھے اس کی ضرورت نہ تھی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ملک شام سے میرے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے مرنے کی خبر آئی تو اس کے تیسرے روز حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (جو حضرت ابو سفیان کی بیٹی اور رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں) نے زرد رنگ کی خوشبو منگا کر دونوں رخساروں اور ہاتھوں پر ملی اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، اگر میں نے حضور ﷺ سے یہ فرمان نہ سنا ہوتا کہ جس عورت کا خدا اور روز قیامت پر ایمان ہو اس کے لئے

جائز نہیں کہ کسی میت پر تین روز سے زائد سوگ کرے ہاں شوہر کے لئے چار ماہ دس روز سوگ کرنا چاہئے تو میں کبھی یہ خوشبو استعمال نہ کرتی۔ [بخاری شریف:۱۲۲۱]

فائدہ:

''طبیعت مطابق شریعت ہو جائے'' کا جملہ آپ نے بارہا سنا ہوگا، آج اس کی مثال بھی آپ کے سامنے آگئی۔ مقصد ''عمل کیلئے متوجہ کرنا'' ہے۔

قصہ نمبر ۱۶۷:

﴿تین حدیثیں﴾

زینب بنت ابوسلمہ نے ذیل کی تین حدیثیں بیان کی ہیں۔ زینب کہتی ہیں کہ جب ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان بن حرب کا انتقال ہوا تو میں ان کے پاس گئی انہوں نے ایک مرکب خوشبو منگائی اور اس میں سے کچھ خوشبو تو لڑکی کے ملی پھر اپنے دونوں رخساروں پر ملی، اس کے بعد فرمایا خدا کی قسم! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں ہے، مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو عورت خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی میت پر تین شب سے زائد سوگ کرے ہاں شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا چاہئے۔

زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کے بعد جب ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوا تو میں ان کے پاس گئی انہوں نے بھی خوشبو منگا کر ملی اور فرمایا خدا کی قسم! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں ہے مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس عورت کا خدا اور روز قیامت پر ایمان ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی مردہ پر تین شب سے زائد سوگ کرے ہاں شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا چاہئے۔

زینب بنت ابوسلمہ کہتی ہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیٹی کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں کیا ہم اس کو سرمہ لگا سکتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین مرتبہ فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا یہ عدت تو صرف چار ماہ دس دن کی ہے اور

جاہلیت کے زمانہ میں تمہارا دستور تھا کہ سال پورا ہونے پر مینگنی پھینکا کرتی تھی۔

حمید کہتے ہیں کہ میں نے زینب سے پوچھا یہ مینگنی پھینکنے کے کیا معنی ہیں؟ زینب نے جواب دیا جاہلیت کے زمانے میں دستور تھا کہ جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تو وہ کسی تنگ اور شکستہ مکان میں عدت کرنے بیٹھتی تھی اور انتہائی گندے کپڑے پہنتی اور خوشبو نہ لگاتی تھی، جب اسی طرح ایک سال گزر جاتا تو کوئی جانور مثلاً گدھا، بکری یا کوئی پرندہ لایا جاتا تھا اور عورت اپنی شرمگاہ یا بدن کو اس سے ملتی تھی وہ جانور فوراً مرجاتا تھا پھر یہ عورت گھر سے باہر نکلتی تھی اور اس کے ہاتھ میں کچھ مینگنیاں دی جاتی تھیں وہ اپنے سر کے اوپر سے پیچھے کو وہ مینگنیاں پھینکتی تھی، اس کے بعد جو خوشبو چاہتی ملتی تھی۔

[بخاری شریف: ۱۲۲۲، ۵۰۲۴، ۵۰۳۰]

فائدہ:

''حقوق نسواں'' کا دل فریب اور خوش کن نعرہ صنفِ نازک کیلئے اپنے اندر بڑی کشش اور جاذبیت لئے ہوئے ہے، ذرا آج کی فیشن ایبل عورت تصور کر کے دیکھے کہ ایک سال کیلئے اسے تمام رشتہ داروں سے الگ کر کے ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے، سال گزرنے کے بعد اسے کسی جانور سے اپنی شرمگاہ ملنے کیلئے کہا جائے اور پھر اپنے سر سے مینگنیاں اچھالنے کا حکم دیا جائے تو اس پر کیا گزرے گی بالخصوص جبکہ ہر عدت گزارنے والی عورت کیلئے یہ ضروری ہو، خدا کیلئے کبھی تو ٹھنڈے دل کے ساتھ سوچیں کہ اسلام نے آپ کو کیا حقوق عطا کئے ہیں لیکن آپ کو ''عزت راس ہی نہیں'' بڑی معذرت کے ساتھ! آج حقوق نسواں کا متبادل ترجمہ عورت کو ننگا کرنا سمجھا جاتا ہے کاش! کسی دل پر یہ بات اثر کر جائے۔

قصہ نمبر ۱۶۸: آنسو جاری ہوگئے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں حضور ﷺ کی ایک صاحب زادی نے پیغام بھیجا کہ میرا لڑکا مر رہا ہے

آپ ذرا تشریف لے آئیں، حضور ﷺ نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو کچھ اس نے دیا وہ بھی اسی کا ہے اور ہر چیز کی خدا کے ہاں ایک مدت مقرر ہے، تم کو صبر کرنا چاہئے اور ثواب کی امید رکھنی چاہئے، صاحبزادی نے پھر پیام بھیجا اور قسم دے کر کہلا بھیجا کہ ضرور تشریف لائیے، یہ سن کر حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، حضرت سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کچھ لوگ اور ساتھ ہوئے، جب حضور ﷺ صاحبزادی کے مکان پر پہنچے تو لڑکے کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، اس کی جان بے قرار تھی اور وہ بچہ پرانی مشک کی طرح (لاغری کی وجہ سے) معلوم ہوتا تھا، حضور ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا یہ نرم دلی کی نشانی ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے خدا بھی اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ [بخاری شریف: ۱۲۲۴، ۵۳۳۱، ۶۲۲۸ وغیرہ]

فائدہ:

دنیا میں آنے والی ہر جان کو اپنے اصل مستقر کی طرف جانا ہے، ہر موجود کو معدوم ہونا ہے، ہر کمال کو زوال آنا ہے اور ہر صبح کی شام ہوتی ہے اور ہمارے لئے تو یہی بس ہے کہ وجہ تخلیق کائنات، محبوب خدا، سرور دو جہاں، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی اس دنیا سے پردہ فرمایا ہے۔

اظہار مصیبت کے مختلف طریقے دنیا میں رائج ہیں لیکن اس سے زیادہ معصوم اور انسانی فطرت کے قریب ترین طریقہ شاید دنیا کا کوئی اور مذہب پیش نہ کر سکے۔ اے کاش! اسلام کے نام نہاد پیروکار جزع فزع اور اظہار مصیبت کے غلط طریقوں سے اپنا پیچھا چھڑا سکیں اور اسلام کی شاہراہ مستقیم پر گامزن ہو سکیں۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۶۹: ﴿مجھ پر روتے ہو؟﴾

حضرت عبید اللہ بن ابی ملکیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لڑکی کا انتقال ہوا تو ہم جنازہ میں شریک ہوئے، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے میں ہر دو صاحبان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عثمان سے کہا تم عورتوں کو رونے سے منع نہیں کرتے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد ہے کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ بولے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں بعض کا لفظ زیادہ کرتے تھے (یعنی بعض قسم کے رونے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے)

اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے واپس ہو کر میدان بیداء میں پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ببول کے درخت کے نیچے چند سوار موجود ہیں مجھ سے فرمایا جاؤ دیکھو کہ یہ کون سوار ہیں؟ میں نے جا کر دیکھا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تھے، میں نے واپس آ کر کہہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلا لاؤ، میں نے لوٹ کر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ امیر المومنین کے پاس چلو، بلا رہے ہیں۔

کچھ زمانہ کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے ہائے بھائی ہائے دوست حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے تم مجھ پر روتے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گھر والوں کے بعض طرح کے گریہ کرنے سے میت پر عذاب ہوتا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو میں نے اس حدیث کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ کیا، ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا خدا عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو نہیں بیان فرمایا کہ خدا تعالیٰ گھر والوں کے رونے سے مسلمانوں کو عذاب دیتا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ گھر والوں کے رونے سے اللہ تعالیٰ کافر کے عذاب میں اضافہ کر دیتا ہے اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تمہارے لئے قرآن کافی ہے، جس کی شہادت ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ''کوئی نفس دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا'' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس

وقت کہا کہ خدا ہی ہنساتا اور رلاتا ہے (ہنسنے اور رونے کو عذاب میں کچھ دخل نہیں ہے) ابن ابو ملیکہ کہتے ہیں خدا کی قسم ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ [بخاری شریف: ۱۲۲۶، ۱۲۲۸، ۱۲۳۰]

فائدہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وجود اسلام اور اہل اسلام کیلئے ایک بہت بڑی نعمت تھی جو پروردگار عالم نے خود اپنے انتخاب کے ذریعے نبی مکرم سرور دو عالم ﷺ کو منجملہ اور نعمتوں کے عطا فرمائی تھی۔

شعائرِ اسلام کے ساتھ قلبی وابستگی اور احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونے کی یہ ایک نادر مثال ہے جس نے تاریخ کو ایسا بے مثال واقعہ فراہم کر دیا ہے کہ رہتی دنیا تک کیلئے ''اسوہ حسنہ'' کے طور پر پیش کیا جاتا رہے گا۔ اے کاش! مصائب پر واویلا کرنے کی بجائے ہم اس واقعے سے کچھ عبرت حاصل کر سکیں۔

قصہ نمبر ۱۷: ﴿پس ماندگان کا خیال﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں سخت بیمار ہو گیا حضور ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے، میں نے عرض کیا کہ میں بہت بیمار ہوں زندگی کی کچھ توقع نہیں اور مال میرے پاس بہت ہے، اولاد میں صرف ایک بیٹی ہے اگر آپ فرما دیں تو ایک حصہ مال کا بیٹی کو دے دوں اور دو حصہ خیرات کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا کہ تو کیا آدھا مال خیرات کر سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کیا تہائی مال خیرات کر سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں اور خیرات کے لئے تہائی مال بھی بہت ہے کیونکہ اگر تمہارے وارث مال دار باقی رہیں تو اس سے بہتر ہے کہ محتاج ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگتے پھریں، تم جو کچھ خدا کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرو گے تو اس کا ثواب تم کو ضرور ملے گا یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں دو گے (اس کا ثواب بھی ملے گا)

پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے ساتھی واپس چلے جائیں گے اور میں کیا یہیں رہ جاؤں گا؟ فرمایا اگر تم بیماری کی وجہ سے مکہ میں رہ جاؤ گے اور کوئی کام خدا کی رضاجوئی کے لئے کرتے رہو گے تو ضرور تمہارا درجہ بلند ہوگا اور شاید تم سب کے پیچھے رہ جاؤ (یعنی تمہاری عمر سب سے زائد ہو) اور تم سے بہت سے لوگ نفع اٹھائیں اور کچھ لوگ نقصان (مسلمان نفع اٹھائیں اور کفار نقصان) الٰہی! میرے اصحاب کو ہجرت پر قائم رکھ اور ایڑیوں کے بل ان کو واپس نہ فرما۔ لیکن بے چارہ سعد بن خولہ بہت محتاج ہے کہ باوجود ہجرت کے پھر اس کا مکہ مکرمہ میں آکر انتقال ہوا۔ [بخاری شریف: ۱۲۳۳]

فائدہ:

واقعات کی روشنی میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ باپ نے اپنے مرنے کے وقت اپنی تمام تر جائیداد کا بٹوارہ کر دیا اور اولاد کیلئے کچھ بھی نہ چھوڑا بلکہ یوں کہا جائے کہ اپنی اولاد کے حق پر ڈاکہ مارا تو بے جا نہ ہوگا، نتیجہ یہ ہوا کہ اولاد نے دربدر کی ٹھوکریں الگ کھائیں اور باپ کو بجائے دعائیں دینے کے صلواتیں سنائیں اس لئے مؤلف اپنے قارئین سے درخواست گزار ہے کہ خدا کیلئے ایسا ظلم نہ کیجئے، جس کا جو حق ہے اسے ضرور فراہم کریں، اس سے آپ کو جو راحت حاصل ہوگی یقیناً آپ کے وہم وگمان سے زیادہ ہوگی۔ انشاء اللہ

قصہ نمبر ۱۷۱: **﴿میں بیزار ہوں﴾**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے اور ان پر غشی طاری ہوگئی اس وقت ان کا سر کسی گھر والی عورت کے گود میں تھا (عورت چلا کر رونے لگی) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ضعف کی وجہ سے اس کو منع نہ کر سکے، جب کچھ ہوش آیا تو فرمایا میں اس شخص سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ بیزار تھے، حضور اقدس ﷺ اس عورت سے بیزار تھے کہ جو چلا کر روئے، سر کے بال نوچے اور گریبان چاک کر ڈالے۔ [بخاری شریف: ۱۲۳۴]

فائدہ:

زمانہ قدیم ہی سے عورت کا یہ وطیرہ اور خیال رہا ہے کہ جب تک وہ اپنے مرنے والے پر چلا چلا کر نہ روئے گی شاید مرنے والے کی بخشش ہی نہیں ہوگی، یہ طریقہ جتنا عقل کے نزدیک غلط اور ناصواب ہے اس سے کہیں زیادہ خلاف فطرت بھی ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہم نہ سمجھنے کا پکا ارادہ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے ہم نے کسی کی بات پر کان ہرگز نہیں دھرنے۔

قصہ نمبر ۱۷۲: ﴿بابرکت اولاد﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا، اتفاق ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے اور اس لڑکے کا انتقال ہوگیا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جب واپس آئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا لڑکے کا کیا ہوا؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا آرام میں ہے، یہ کہہ کر شام کا کھانا سامنے لا کے رکھا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا پھر بیوی سے قربت کی۔ فراغت کے بعد حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا لڑکے کو دفناؤ، (کیونکہ اس کا انتقال ہو چکا ہے) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر (گھبرائے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے آج رات قربت کی ہے؟ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا الٰہی ان دونوں کو برکت عطا فرما۔

آخر کار حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس لڑکے کو سنبھال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ، میں لڑکے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بچہ کے ساتھ چند کھجوریں بھی بھیج دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو لے کر فرمایا کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں چند کھجوریں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں لے کر چبائیں اور کچھ حصہ اپنے منہ سے لے کر بچہ کے منہ میں دیا اور اس کے تالو سے لگایا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ [بخاری شریف: ۱۲۳۹، ۵۱۵۳]

فائدہ:

صبر وتحمل سے بھرپور اس واقعے کو "خواتین" بغور اور بکثرت پڑھیں اور سوچیں کہ ایک عورت جس کا کم سن بچہ انتقال کر گیا ہو، شوہر بھی موجود نہ ہو اور وہی اس کی کل کائنات ہو، اس پر کیا گزرے گی؟ لیکن آفرین ہے اس عورت پر! جو عورت کے لبادلے میں مردانہ ہمت کا پیکر اور چلتا پھرتا نمونہ تھی، اس نے جزع فزع کر کے آسان کو سر پر اٹھایا اور نہ ہی اپنے خاوند کو ایک دم یہ دل دہلا دینے والی خبر سنائی۔

پروردگار عالم کو اس باوفا عورت کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اس نے ایک لڑکا لیا اور دوسرا لڑکا دیدیا، اس کے لینے کے انداز بھی عجیب ہیں اور دینے کے ڈھنگ بھی جدا، جنہیں سمجھنا اس محدود عقل کیلئے ناممکن ہی نہیں ناانصافی بھی ہے۔

قصہ نمبر ۱۷۳: ﴿ہم تیرے فراق سے غمگین ہیں﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے گھر گئے، ابوسیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دائی (خولہ) کے شوہر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لے کر بوسہ دیا اور سونگھا (پھر واپس چلے آئے) چند روز کے بعد ہم پھر دوبارہ گئے، اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جان کنی کی حالت میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی روتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن عوف! یہ رحمت کی نشانی ہے اس کے بعد فرمایا کہ آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے لیکن پھر بھی ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے اے ابراہیم! ہم تیرے فراق سے غمگین ہیں۔ [بخاری شریف: ۱۲۴۱]

فائدہ:

کسی شخص کے انتقال پر قلبی رنج کا ہونا، افسردگی اور غمگینی کا طاری ہونا، آنسوؤں کا بہنا اور اس پر اپنے تاثرات کا اظہار کرنا اسی حدیث سے سند جواز حاصل کرتا ہے لیکن اس

آخری شق میں بالخصوص اور دیگر میں بالعموم احتیاط کا دامن ہاتھ سے ہرگز نہ چھوٹنا چاہئے اور زبان جسد یا زبانِ قلم سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلنا چاہئے جو پروردگار عالم کی ناراضگی کا موجب بننے کا کسی درجے میں ''احتمال'' بھی رکھتا ہو۔

قصہ نمبر ۱۷۴: ﴿حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک مرض میں مبتلا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر ان کی عیادت کو تشریف لے گئے، جب پاس پہنچے تو دیکھا کہ گھر والوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے (جس طرح میت کو گھیر لیتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا فوت ہو چکے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتا دیکھ کر اور لوگ بھی رونے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا سنتے نہیں ہو خدا تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا ہے بلکہ (زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اس کے سبب سے عذاب دیتا ہے یا اپنی رحمت سے معاف فرما دیتا ہے اور میت پر گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر رونے والے کو لاٹھی سے مارتے تھے، پتھر سے مارتے تھے اور اس پر خاک ڈالتے تھے۔ [بخاری شریف: ۱۲۴۲]

فائدہ:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے، بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی تعریف و توصیف سے بھرپور یہ جملہ منقول ہے۔

''وکان قبل ذلک رجلا صالحا''

گو کہ اس جملے کا تعلق واقعات کی روشنی میں کہیں اور جا کر جڑتا ہے لیکن اقتضاء مؤلف اور اس کا مقصد بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

اس واقعے سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ کئی افراد مل کر بھی مریض کی عیادت کیلئے جاسکتے ہیں، شرعی طور پر اس میں ممانعت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

قصہ نمبر ۱۷۵: ﴿تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت﴾

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہ، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ غمگین ہو کر بیٹھے دروازہ کی درازوں سے جھانک کر دیکھ رہے تھے، اتنے میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعفر رضی اللہ عنہ کی عورتیں (نوحہ کر کے) رو رہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو منع کر دو، وہ شخص چلا گیا اور دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا میں نے ان کو منع کیا لیکن وہ نہیں مانتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حکم دیا کہ منع کر دو وہ شخص چلا گیا اور سہ بارہ آ کر عرض کیا وہ کہنا نہیں مانتیں اور مجھ پر غالب آگئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان کے منہ میں خاک ڈال میں نے اس شخص سے کہا خدا تجھے ذلیل کرے تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا نہیں چھوڑتا ہے۔

[بخاری شریف: ۱۲۳۷، ۱۲۴۳]

فائدہ:

بہت سارے لوگ اپنی ''دانست'' میں کوئی کام ''نیکی'' سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ وہ دوسرے شخص کیلئے ایذا رسانی کا سبب بن رہا ہوتا ہے اور متعلقہ شخص اپنی مروت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ''بزعم خویش نیک آدمی'' کو کچھ نہیں کہتا جیسا کہ پیش نظر واقعے میں آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

اصلاح کی نیت سے کسی غلطی کی ''نشاندہی'' کچھ اور چیز ہوتی ہے جبکہ اس کے پیچھے ''ہاتھ دھو کر پڑ جانا'' کچھ اور چیز، جسے آپ آسانی کیلئے ''نمبر ٹانگنا'' بھی کہہ سکتے ہیں۔ آداب معاشرت کا یہ ایک اہم ترین جزو ہے جسے آج ہم فراموش کر چکے ہیں اور اس کے بدترین نتائج و عواقب اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے ہیں۔

قصہ نمبر ۱۷۶: **تدفین جنازہ کا ایک ادب**

حضرت ابو سعید مقبری کہتے ہیں کہ ایک بار ہم ایک جنازہ میں شریک تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مروان کا ہاتھ پکڑ کر جنازہ رکھے جانے سے قبل بیٹھ گئے، اتنے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور آپ نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ کیونکہ خدا کی قسم یہ شخص (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) واقف ہے کہ حضور ﷺ نے ہم کو اس سے ممانعت فرمائی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی۔ [بخاری شریف: ۱۳۴۷، ۱۳۴۸]

فائدہ:

سلسلہ واقعات کو جوڑنے سے محسوس ہوتا ہے کہ غالباً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھکے ہوئے ہوں گے اس لئے تدفین میت سے قبل ہی زمین پر فروکش ہو گئے یا یہ بھی ممکن ہے کہ بشریت کے تقاضے کے مطابق وقتی طور پر اس ہدایت سے ذہول ہو گیا ہو اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یاد دہانی سے فوراً اس مضمون کی حدیث ذہن میں آگئی ہو۔

وسعت ظرفی، فراخ دلی اور کشادہ ذہنی کی ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہوتی ہے کہ انسان اپنی خطاء اور نسیان کو تسلیم کر لے، اس سے اس کے مرتبے میں کمی کی بجائے یقیناً اضافہ ہی ہوتا ہے جیسا کہ اس کا مشاہدہ عام ہے اور یہی اس واقعے کا سبق آموز پہلو بھی ہے۔

قصہ نمبر ۱۷۷: **احترام انسانیت**

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد شہر قادسیہ (جو کوفہ سے پندرہ میل کے فاصلے پر ہے) میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگ ادھر سے ایک جنازہ لے کر گزرے دونوں صاحبان اٹھ کھڑے ہوئے، لوگوں نے عرض کیا یہ تو ذمی کا جنازہ ہے کہنے لگے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی ایک جنازہ گزرا تھا اور آپ ﷺ کھڑے ہو گئے تھے اور عرض کیا گیا تھا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا، اس پر آپ

ﷺ نے فرمایا تھا کہ کیا یہودی کی جان نہیں ہوتی؟ ابن ابی لیلیٰ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابو مسعود اور قیس جنازے کے احترام کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ [بخاری شریف: ۱۲۵۰]

فائدہ:

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس نے اپنے پیروکاروں کو ہر خلاف فطرت کام سے روکا ہے اور جن کاموں کا اسے حکم دیا ہے وہ تمام کے تمام فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہیں، اسی طرح ''احترام انسانیت'' کا مساواتی درس اسلام نے دیا ہے، تاریخ عالم کے مذاہب اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں لیکن افسوس صد افسوس! کہ ہم اپنے دین و مذہب سے اتنے بیگانے ہو چکے کہ ''شعور'' نام کی ہر چیز سے اپنا دامن پیچھے لیجا چکے اور اسلام کے واجب العمل اور کائناتی احکامات کو فراموش کر بیٹھے۔ اے کاش! ہم ''احترام انسانیت'' کا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد کرلیں۔

قصہ نمبر ۱۷۸: ﴿جنازہ میں شرکت کا ثواب﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے گا اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بولے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت سی ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں (جن سے ہم ناواقف ہوتے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذکورہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہی ارشاد فرماتے سنا ہے اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بولے تو ہم نے (ثواب کے) بہت سے قیراط کھو دیئے (کہ جنازوں کے ساتھ نہ گئے) [بخاری شریف: ۱۲۶۰]

فائدہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوئی قدیم الاسلام صحابی نہیں بلکہ غزوہ خیبر کے موقع پر ۷ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور ﷺ کے سن وفات کو ملا لینے سے ان کی کل مدت صحابیت صرف چار سال بنتی ہے لیکن حصول علم اور حفظ حدیث کا شوق ان کے رگ و ریشہ

میں سرایت کر چکا تھا اس لئے انہیں بہت سی وہ احادیث بھی معلوم تھیں جو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم نہ ہوتی تھیں۔

جنازے میں شرکت کے بہت سے فوائد میں سے صرف ایک فائدہ اس حدیث میں مذکور ہے یعنی ایک قیراط کا ثواب ملنا، اس کے علاوہ دیگر فوائد بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مرنا تو ہر انسان نے ہے، اس سے انسان کو اپنی موت یاد آجاتی ہے اور وہ اس کی تیاری کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

قصہ نمبر ۱۷۹: رجم کا ثبوت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر حاضر ہوئے، ان دونوں نے زنا کیا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا تم زانی کو کیا سزا دیتے ہو؟ یہودیوں نے کہا ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور مارتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تورات میں سنگسار کرنے کا حکم تم کو نہیں ملتا؟ یہودیوں نے کہا توریت میں اس کا کوئی حکم نہیں ہے۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا تم غلط کہتے ہو، تورات لاکر پڑھو اگر تم سچے ہو (تورات لائی گئی اور) ایک پڑھنے والے نے اپنی ہتھیلی آیت رجم پر رکھ کر آگے پیچھے کی آیتیں پڑھنی شروع کر دیں، رجم والی آیت نہ پڑھی، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ ہٹا کر کہا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو رجم کے حکم کی آیت تھی، حضور ﷺ نے دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا اور مسجد کے پاس جنازہ رکھنے کی جگہ کے قریب دونوں کو سنگسار کر دیا گیا، ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ مرد عورت پر جھکا پڑتا تھا اور اس کو پتھروں سے بچانا چاہتا تھا۔ [بخاری شریف: ۱۲۶۴، ۴۲۸۰ وغیرہ]

فائدہ:

گو کہ شرعی احکامات سے بحث کرنا اور ان پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دینا اس کتاب کا مقصد نہیں تاہم یہاں اس وضاحت کے بغیر آگے بڑھنا ناممکن دکھائی دے

رہا ہے کہ اگر بدکاری میں ملوث ہونے والے مرد و عورت کنوارے ہوں تو انہیں سو سو کوڑے مارنا نص قرآنی سے ثابت ہے اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں انہیں رجم کرنا بھی قرآن کریم ہی کا حکم ہے اور اس مضمون کی ایک آیت قرآن کریم میں نازل بھی ہوئی تھی، گو کہ بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی لیکن اس کا حکم تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ انشاء اللہ۔

تجدید دین کے بعض ٹھیکیدار "حدود آرڈیننس میں ترمیم" کیلئے مختلف اوقات میں تجاویز پیش کرتے رہتے ہیں اور یہ جملہ بھی اپنی زبان سے نکالنے میں کسی قسم کی شرم محسوس نہیں کرتے کہ "یہ سزائیں ظالمانہ ہیں" ان ظالمانہ سزاؤں میں ترمیم کیلئے علماء کرام کو نزاکت وقت کا خیال رکھتے ہوئے "کوئی گنجائش" نکالنی چاہئے۔

ان لوگوں سے کچھ کہنے کی بجائے مؤلف کی اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ اس دعاء پر آمین کہہ دیں۔

اے اللہ! ان لوگوں کے دلوں کو اپنے دین کیطرف پھیر دے، نور ہدایت سے ان کے قلوب کو منور فرمادے اور انہیں اسلام پر شرح صدر نصیب فرمادے۔ آمین!

قصہ نمبر ۱۸۰: ﴿بت پرستی کی ابتداء﴾

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا تھے تو اسی دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی نے ماریہ نامی گرجے کی تعریف کی جس کو انہوں نے حبش کی سرزمین میں دیکھا تھا، حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما بھی حبش میں جا چکی تھیں اس لئے انہوں نے بھی اس کی خوبصورتی اور تصاویر کی تعریف کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا کہ ان لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں کسی نیک آدمی کا انتقال ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیا کرتے تھے اور پھر اس میں وہی تصویریں لگایا کرتے تھے (جن کی رفتہ رفتہ پرستش شروع ہو جاتی تھی) یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے بدترین ہیں۔ [بخاری شریف: ۴۱۷، ۱۲۷۶]

فائدہ:

اسلام نے ذی روح اور جاندار اشیاء کی فوٹو گرافی اور تصویر سازی کو کسی صورت بھی جائز قرار نہیں دیا، ملکی اور حکومتی پالیسیاں ہمارے زیر بحث نہیں کہ اسے لیکر اعتراض کیا جائے، البتہ اسلام نے ''شوق مصوری'' پورا کرنے کیلئے ہمیں ایک متبادل راستہ بھی عطا کیا ہے اور غیر ذی روح اشیاء کی تصویر کشی کی کھلی اجازت دی ہے۔

بت پرستی کا نقطہ آغاز حضور ﷺ کے اس مبارک ارشاد کی روشنی میں ''تصویر سازی'' ہی قرار پاتا ہے اور تاریخ کو کھنگالنے سے اس ارشاد مبارک کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ملتی ہے چنانچہ سورۂ نوح میں حضرت ادریس علیہ السلام کے پانچ صاحبزادوں کا نام بنام ذکر اسی نقطہ آغاز کی طرف اشارہ ہے۔

قصہ نمبر ۱۸۱: ﴿سب سے زیادہ قرآن خواں﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جنگ احد کے شہداء میں سے دو دو شخصوں کو ایک کپڑے میں جمع کر کے فرماتے تھے کہ ان میں سے زیادہ قرآن خوان کون تھا؟ جب آپ ﷺ کو کسی شخص کی طرف اشارہ کر کے بتا دیا جاتا تو آپ ﷺ اس ہی کو قبر میں پہلے بڑھاتے تھے، اخیر میں آپ ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں گا پھر خون سمیت سب کو دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان پر نماز پڑھی نہ غسل دلوایا کیونکہ اس وقت تک یہ حکم نازل نہیں ہوا تھا، زہری نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ اس حدیث کو اس طرح بیان کیا کہ حضور ﷺ شہداء احد کے متعلق فرماتے تھے ان میں سے زیادہ قرآن خوان کون تھا؟ جب آپ ﷺ کو بتا دیا جاتا تو آپ ﷺ اس کو دوسرے سے پہلے قبر میں اترواتے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد اور چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔ [بخاری شریف: ۱۲۸۲]

فائدہ:

دنیا میں ہر انسان کو ایک ''مخلص دوست'' کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بغیر لوگ اسے ''ناقص'' اور اس کی زندگی کو ''نامکمل'' قرار دیتے ہیں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ ''مخلص دوست'' کا ملنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا فطرت سلیمہ، آیئے! آج آپ کو ایک ''مخلص دوست'' کا پتہ بتاتا ہوں، اس کی دوستی میں قرن اول سے لیکر عصر حاضر تک کسی کو شک کرنے کی جرأت نہ ہوسکی پتہ نوٹ کرلیجئے۔ ''تیس پارے، ایک سو چودہ سورتیں، سات منزلیں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات'' یہ قبر میں بھی دوستی کا حق ادا کرے گا۔

قصہ نمبر ۱۸۲:

سب سے پہلا شہید

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب جنگ احد کا موقعہ آیا تو رات کے وقت میرے والد صاحب نے مجھے بلا کر کہا کہ میرا خیال ہے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہلے میں ہی شہید ہوں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تجھ سے زیادہ عزیز میں کسی کو نہیں چھوڑتا ہوں لہٰذا جو قرض میرے ذمہ ہے تو اس کو ادا کرنا اور اپنی بہنوں سے اچھا سلوک کرنا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں صبح ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد صاحب شہید ہوئے اور میں نے ان کے ساتھ ایک اور آدمی کو ان کی قبر میں دفن کیا لیکن میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ ان کو دوسرے شخص کے ساتھ ایک قبر میں رہنے دوں، اس لئے میں نے ان کو چھ ماہ کے بعد قبر سے نکالا دیکھتا کیا ہوں کہ وہ بالکل ویسے ہی تھے جیسے میں نے دفن کیا تھا، صرف کان کا کچھ حصہ نہ تھا۔

[بخاری شریف: ۱۲۸۶]

فائدہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ''عبداللہ'' تھا جو کہ اسم بامسمی تھے اور حقیقۃ ''عبداللہ'' تھے، جن کی عزت وعظمت میں اضافہ ان کی شہادت کے بعد دو چند ہوگیا اور پروردگار عالم نے اس سلسلے میں ان پر اپنی خاص نظر کرم فرمائی تھی۔

چنانچہ ان کی شہادت کے بعد عالم برزخ میں ان کا یہ اعزاز کیا گیا کہ کائنات

رنگ وبو کو خوش رنگ اور خوش بو بنانے والے اللہ نے انہیں اپنے سامنے کھڑا کر کے ان سے ان کی ''تمنا'' کے متعلق پوچھا، دنیا میں ان کا تمام قرضہ ادا کروایا اور زمین کو ان کا جسم گلانے، سڑانے اور نقصان پہنچانے سے روک دیا، یہی وجہ ہے کہ مرحلہ تدفین کے چھ ماہ بعد قبر سے نکالے جانے پر بھی ان کا جسم اسی طرح تروتازہ پایا گیا جیسے دفن کے وقت تھا۔

مخلصانہ طور پر اسلام کے ساتھ وابستہ ہو کر دیکھئے، ایک ایسی زندگی ملے گی جس پر کبھی موت نہ آئے گی، ایسی بقاء ملے گی جس پر کبھی فنا نہ آئے گی، ایسی عزت ملے گی جس پر کبھی ذلت نہ آئے گی اور ایسی حکومت ملے گی جس پر کبھی زوال نہ آئیگا لیکن شرط ''اخلاص'' ہے۔

قصہ نمبر ۱۸۳:

﴿ابن صیاد﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے، دیکھا کہ ابن صیاد لڑکوں کے ساتھ بنی مغالہ کے ٹیلہ پر کھیل رہا ہے، اس زمانہ میں ابن صیاد جوان ہونے کے قریب تھا، اچانک رسول اللہ ﷺ نے جا کر اس کی پشت پر ہاتھ مارا اور فرمایا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم بلا پڑھے لکھے لوگوں کے لئے رسول ہو، پھر بولا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں؟ حضور ﷺ نے اس کو دھکا دیا اور فرمایا میں خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لا چکا ہوں۔

اس کے بعد ابن صیاد سے فرمایا تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟ ابن صیاد نے کہا میرے پاس جھوٹی اور سچی دونوں قسم کی خبریں آتی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا (اصل) حقیقت تجھ پر مخلوط ہو گی، اچھا میں نے اپنے دل میں کچھ چھپایا ہے بتا وہ کیا ہے؟ ابن صیاد نے کہا دخ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا دور مردود تو اپنے درجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن ماردوں، فرمایا اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تمہارا اس پر قابو نہیں چلے گا، ورنہ اس کے قتل کرنے میں کوئی بہتری نہیں ہے۔

اس کے بعد ایک مرتبہ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ اس نخلستان کے ارادہ سے چل دیئے جس میں ابن صیاد موجود تھا، حضور ﷺ جب اندر داخل ہوئے تو کھجور کے درختوں کے تنوں سے آڑ پکڑتے ہوئے چلے تاکہ ابن صیاد کی نظر پڑنے سے قبل آپ چپکے سے اس کی کچھ باتیں سن سکیں، اس وقت ابن صیاد اپنے بستر پر کمبل اوڑھے لیٹا ہوا کچھ گنگنا رہا تھا، حضور ﷺ کو درختوں کی آڑ میں ابن صیاد کی ماں نے دیکھ لیا اور آواز دے کر کہا صاف! یہ محمد ﷺ آگئے، ابن صیاد خاموش ہوگیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ماں چھوڑ دیتی تو یہ کچھ بیان کر دیتا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ کی مناسب حمد و ثناء کرنے کے بعد دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی امت کو اس سے نہ ڈرایا ہو، حتیٰ کہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو اس سے ڈرایا تھا لیکن میں تم سے ایسی بات کہے دیتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی امت سے نہیں کہی۔ تم جانتے ہو کہ وہ کانا ہوگا اور خدا ایک چشم نہیں ہے۔

[بخاری شریف: ۱۲۸۹، ۵۸۲۱]

فائدہ:

اس واقعے کو پڑھ کر قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوالات ضرور ابھرے ہوں گے کہ ابن صیاد کون تھا؟ اس کا سلسلہ نسب کیا ہے؟ اس پر بیتے جانے والے واقعات کیا کیا ہیں؟ دجال کون تھا؟ کیا اب وہ موجود ہے؟ قرآن کریم اس کے تذکرے سے کیوں خالی ہے؟ اس کا فتنہ کیا ہوگا؟ اس سے بچاؤ کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس فتنے کا خاتمہ کیسے ہوگا؟ اس وقت کے حالات کیا ہوں گے؟

ان تمام سوالات کا جواب معلوم کرنے کیلئے راقم الحروف کی مفصل کتاب ”فتنہ دجال قرآن وحدیث کی روشنی میں“ کا مطالعہ فرمائیے۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۱۸۴:

خدا کا شکر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دفعہ وہ بیمار ہو گیا، آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور سرہانے بیٹھ کر فرمایا مسلمان ہو جا، اس نے باپ کی طرف دیکھا جو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، باپ نے کہا ابو القاسم کا کہنا مان لے، وہ مسلمان ہو گیا، اس کے بعد حضور ﷺ یہ کہتے ہوئے تشریف لے آئے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دی۔

[بخاری شریف: ۱۲۹۰، ۵۲۳۳]

فائدہ:

خدا شاہد ہے کہ اس دھرتی پر ہی نہیں، پردہ عدم سے وجود میں آنے والی کسی جگہ پر بھی ''ایمان'' سے بڑھ کر کوئی دولت ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے لیکن افسوس! کہ دنیاوی دولت کی حفاظت کے مختلف طریقے اختیار کرنے والے کبھی یہ نہیں سوچتے کہ اس روحانی دولت کی حفاظت کے کیا طریقے ہیں؟ اس پر ڈاکہ ڈالنے والا کیا کیا ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے؟ سچ ہے کہ بے محنت حاصل ہونے والی دولت کی قدر دانی کوئی نہیں کرتا، اس کی قدر تو کوئی ان لوگوں سے پوچھے جنہوں نے زمانے کے گرم سرد چکھ کر اور طرح طرح کے صبر آزما حالات سے دوچار ہو کر اس دولت کو حاصل کیا ہو۔

قصہ نمبر ۱۸۵:

صرف ایک مرتبہ کلمہ توحید کہہ دو

حضرت مسیب بن حزن کہتے ہیں کہ جب خواجہ ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، خواجہ ابو طالب کے پاس اس وقت ابو جہل موجود تھا، حضور ﷺ نے فرمایا چچا! صرف ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دو تا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے میں آپ کی شہادت دے سکوں۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن ابو امیہ کہنے لگے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے طریقہ سے پھر جاؤ گے؟ چنانچہ یہ دونوں شخص برابر ابو

طالب سے یہی کہتے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ آخری لفظ جو ابو طالب نے کہا وہ یہی تھا کہ میں عبدالمطلب کے طریقہ پر ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب تک مجھے ممانعت نہ کر دی جائے گی، اس وقت تک میں تمہارے لئے دعاء مغفرت کروں گا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ''جب نبی کو اور مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ مشرکین دوزخی ہیں تو پھر جائز نہیں کہ ان کے لئے دعاء مغفرت کریں'' اور یہ آیت بھی اسی وقت نازل ہوئی تھی ''تم دل سے بھی چاہو تو کسی کو ہدایت کرنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے بلکہ خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔''

[بخاری شریف: ۱/۳۶۷، ۱۲۹۴، ۶۳۰۳ وغیرہ]

فائدہ:

خواجہ ابو طالب کی عزت و احترام میں کسی قسم کی کمی کوتاہی کرنا اہل سنت والجماعت کے عقائد سے انحراف ہے اور اتنی بات بھی یقینی ہے کہ اسلام کو ان کے ذریعے اپنے ابتدائی دور میں بہت تقویت حاصل ہوئی۔

رہی یہ بات کہ خواجہ ابو طالب دولت اسلام سے مشرف ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے یا تہی دامن رہے؟ سو اس سلسلے میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ قیامت کے دن یا قبر میں پہنچ کر خواجہ ابو طالب کے اسلام کا سوال انہیں سے ہوگا، مجھے یا کسی اور کو اس کا جواب دینے کی زحمت نہیں دی جائیگی۔ البتہ مذکورہ روایت کی روشنی میں دوسری شق کو ہی ترجیح حاصل ہوتی ہے، خاص طور پر آیت مبارکہ کا شان نزول بھی اسی کی دلیل بنتا ہے۔

قصہ نمبر ۱۸۶: تقدیر کا بہانہ

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ہمراہ قبرستان بقیع غرقد میں موجود تھے، اتنے میں حضور ﷺ بھی تشریف لا کر بیٹھ گئے اور ہم آپ ﷺ کے آس پاس بیٹھ گئے آپ کے پاس سہارا لگانے کی ایک لاٹھی تھی، اس سے آپ ﷺ نے زمین کریدنا شروع کی اور سر نیچے جھکا لیا، کچھ دیر کے بعد فرمایا تم میں سے جو کوئی نفس بھی پیدا

کیا گیا ہے اس کا جنت یا دوزخ میں مقام پہلے سے لکھ دیا گیا ہے، ایک شخص نے عرض کیا پھر ہم عمل ترک کر کے اپنے مقدر پر بھروسہ کیوں نہ کرلیں؟ کیونکہ ہم میں سے جو شخص نیک بخت ہوگا، آخر کار وہ نیک بختوں کے اعمال کی طرف مائل ہوگا اور جو بد بخت ہوگا وہ بد بختوں کے اعمال کی طرف آخر میں ضرور راغب ہو جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا عمل کئے جاؤ کیونکہ جو لوگ اہل سعادت ہوں گے ان کو اہل سعادت کے کام آسان معلوم ہوں گے اور جو اہل شقاوت ہوں گے ان کو اہل شقاوت کے کام آسان معلوم ہوں گے، اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "فاما من اعطی واتقی الخ"

[بخاری شریف: ۱۲۹۶،۴۶۶۱،۶۲۳۱،۷۱۱۳]

فائدہ:

"تقدیر" علم الٰہی کا دوسرا نام ہے اور علم الٰہی میں کیا ہے؟ اس کا پتہ کسی عام انسان کو ہونا تو درکنار، کسی نبی مرسل اور ملک مقرب کو بھی نہیں اس لئے "گناہ" سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنے کے بعد تقدیر کا بہانہ بنانے والے سے یہ سوال کرنا صحیح ہے کہ اسے علم الٰہی میں موجود تحریر و واقعات کا علم کیسے ہوا؟ یہ پیمانہ اسے کیسے حاصل ہوا کہ دنیا کی اس مادی دوڑ دھوپ سے وابستہ ہوتے ہوئے، ان مادی آنکھوں سے نوشتہ تقدیر کو دیکھ کر پڑھ سکے؟

قصہ نمبر ۱۸۷: ﴿میرے بندے نے جلدی کی﴾

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا گزشتہ اقوام میں ایک آدمی تھا جسے ایک زخم لگ گیا (وہ زخم کی تکلیف برداشت نہ کرسکا) اس لئے چھری لے کر اپنے ہاتھ کو خود چیر ڈالا، اس سے اس کا خون اتنا بہا کہ وہ مر گیا، خدا تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے جان دینے میں جلدی کی، اس لئے میں نے اس پر بہشت حرام کردی۔ [بخاری شریف: ۱۲۹۸،۳۲۷۶]

فائدہ:

جان، جاں آفریں کی ملکیت ہے اور مالک کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو اس میں

تصرف کرنے کی اجازت نہ ہونا عقلی طور پر بھی مسلم ہے اور شرعی و اخلاقی طور پر بھی یہی ضابطہ صحیح تصور کیا جاتا ہے، خودکشی کرنے والا درحقیقت مالک حقیقی کی ملکیت میں تصرف کرتا ہے جس پر اسے سزا دینا اور مستحق عقوبت قرار دینا مالک کا حق ہے اور اس پر اعتراض کرنے والے کو بنظر انصاف اس تحریر پر ہی غور کر لینا کافی ہوگا گوکہ یہ کوئی حکیمانہ تحریر یا کسی ردگی کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ نہ ہوں۔

قصہ نمبر ۱۸۸: ﴿زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی طرف ایک جنازہ کا گزر ہوا اور لوگوں نے اس کی خوبیاں بیان کیں، حضور ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی یعنی جنت، کچھ دیر کے بعد ایک اور جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کی برائیاں بیان کیں، حضور ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی یعنی دوزخ، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کے لئے بھی فرمایا واجب ہوگئی اور اس کے لئے بھی فرمایا واجب ہوگئی (کیا حضور ﷺ نے یہ حکم وحی کے ذریعے سے بیان فرمایا؟) ارشاد فرمایا مومن لوگوں کی شہادت مقبول ہے، مسلمان خدا کی طرف سے زمین پر گواہ ہیں۔ [بخاری شریف: ۱۳۰۱، ۲۴۹۹]

فائدہ:

بخاری شریف ہی کی ایک دوسری روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضور ﷺ سے یہ سوال کرنے والے صحابی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس شخص کی تم نے تعریف کی تھی اس کیلئے جنت واجب ہوگئی اور جس شخص کو تم نے برائیوں کا ذکر کیا اس کیلئے جہنم واجب ہوگئی۔ یہیں سے بعض اہل زبان نے یہ محاورہ بنایا کہ "زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو"۔ اسی روایت کی مزید وضاحت کیلئے ذیل کی روایت کا بھی مطالعہ فرمائیے۔

حضرت ابوالاسود کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو وہاں ایک وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی کہ لوگ اس سے مر رہے تھے (ایک دن) میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا

تھا کہ ادھر سے ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی تعریف کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہوگئی، پھر تیسری مرتبہ ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی مذمت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین کیا چیز واجب ہوگئی؟ کہنے لگے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے لئے چار آدمی نیکی اور بھلائی کی شہادت دیں خدا تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اگر تین آدمی شہادت دیں فرمایا اگر تین دیں (تب بھی یہی حکم ہے) میں نے عرض کیا کہ اگر دو آدمی شہادت دیں فرمایا دو آدمی شہادت دیں تب بھی (یہی حکم ہے) ایک کے متعلق ہم نے آپ ﷺ سے دریافت نہیں کیا۔ [بخاری شریف: ۱۳۰۲، ۲۵۰۰]

قصہ نمبر ۱۸۹:

عجب محبت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں اپنے والد صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم لوگوں نے حضور ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا تھا؟ عرض کیا کہ تین سفید سوتی کپڑوں میں، جن میں قمیص تھی اور نہ ہی عمامہ، پھر انہوں نے پوچھا کہ حضور ﷺ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ عرض کیا کہ پیر کے دن! پھر انہوں نے پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ عرض کیا کہ آج بھی پیر کا ہی دن ہے! والد صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر مجھے امید ہے کہ آج رات تک میں بھی اس جہان فانی سے کوچ کر جاؤں گا۔

اس کے بعد اپنے کپڑوں کو دیکھا تو اس پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا دکھائی دیا، فرمایا کہ میرے انہی کپڑوں کو دھو دو اور اس کے ساتھ دو کپڑے مزید شامل کر کے ان میں مجھے کفن دینا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ کپڑے تو پرانے ہو چکے ہیں (ہم آپ کیلئے مکمل کفن نیا خرید لیتے ہیں؟) فرمایا کہ نئے کپڑوں کے مستحق مردوں کی نسبت زندہ زیادہ ہیں، یہ تو اس شخص کیلئے ہیں جس کے پاس مہلت بھی ہو۔

اور پیر کا دن ختم ہونے کے بعد جب منگل کی رات شروع ہوئی (اور اگلا دن ''منگل'' تھا) تو آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا اور صبح ہونے سے پہلے پہلے آپ کو دفن بھی کردیا گیا۔ [بخاری شریف:۱۳۲۱]

فائدہ:

محسن اسلام، محبوب پیغمبر اسلام، رفیق غار اور مصاحب خاص و وزیر نامدار کے الفاظ پڑھتے اور سنتے ہی دل میں سب سے پہلے جس شخصیت کا تصور ابھرتا ہے، پیغمبر اسلام کے ساتھ اس کی محبت بھی عجب ہے اور خود پروردگار عالم نے ان کی اس مماثلت کو اس حد تک نبھایا کہ مدت عمر سے لیکر یوم وفات اور مدفن تک میں اسے قائم رکھا اور قیامت کی صبح تک دونوں کو ایک دوسرے کے ہم آغوش کردیا۔

محبت کی ''میم'' سے بھی صحیح طرح واقف نہ ہونے والے لوگ جب لیلیٰ مجنوں، سسی پنوں اور ہیر رانجھا کے قصے پڑھ اور سن کر نفسانی محبت کا تذکرہ چھیڑتے ہیں تو جی چاہتا ہے کہ انہیں اس حقیقی محبت سے بھی کوئی آشنا کرانے والا ہونا چاہئے جو ان کے قلب میں حقیقی محبت کا ایسا جلتا ہوا شعلہ بھڑکا دے کہ پھر محبوب تک پہنچے بغیر کسی پل بھی سکون نہ آئے۔

قصہ نمبر:۱۹۰ ﴿ایثار کا ایک عجیب وغریب واقعہ﴾

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی دیوار گر پڑی، لوگوں نے اس کو بنانا شروع کیا لیکن ایک قدم نمودار ہوا ،لوگ اسے دیکھ کر گھبرا گئے اور خیال کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے اور قدم پہچاننے والا آدمی کوئی ملا نہیں، آخر کار میں نے کہا کہ خدا کی قسم یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک نہیں ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس دفن نہ کرنا بلکہ

جنت البقیع میں میری ساتھیوں (ازواج مطہرات) کے ساتھ دفن کرنا تا کہ کوئی میری ثناء (صفت امتیازی) نہ بیان کرے۔[بخاری شریف:۱۳۲۶،۱۳۲۷]

فائدہ:

ایک وفاشعار اور خاوند کی نیک تمناؤں کا محور، پاکدامن اور عفت مآب عورت کیلئے اس سے بڑی سعادت کیا ہوگی کہ اسے اپنے خاوند کے قریب مدفن مل جائے، پھر اگر شوہر وہ ہو جو لفظ شوہر کیلئے باعث صد افتخار ہو اور بیوی وہ ہو جو لفظ بیوی کیلئے سرمایہ عزت ہو، ان کا باہمی تعلق الفاظ کے محدود پیمانے میں کہاں آسکتا ہے؟

اس کے ساتھ ساتھ تصویر کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ انسان کو ''ایثار'' کی بدولت جو عظمت اور عزت کی بلندیاں ملتی ہیں وہ غیر مختتم اور لامحدود ہوتی ہیں، اس واقعے کی مزید توضیح کیلئے ذیل کا واقعہ پڑھئے!

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند دن پہلے میں نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے حضرت حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما سے فرما رہے ہیں یہ تم نے کیا کیا تم کو خدا کا کچھ خوف بھی ہے کہ تم نے زمین پر اتنا بوجھ لاد دیا جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتی؟ (ٹیکس زیادہ مقرر کیا) ہر دو صاحبان بولے اس میں کچھ غیر معمولی زیادتی نہیں ہے، ہم نے برداشت کے قابل بوجھ ڈالا ہے، فرمایا غور کرلو کہیں ناقابل برداشت بار نہ پڑ جائے، ہر دو صاحبان نے کہا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر خدا نے مجھے صحیح سالم رکھا تو (امن کی) یہ حالت کر کے چھوڑوں گا کہ عراق کی بیوہ عورتوں کو میرے بعد کبھی کسی شوہر کی ضرورت نہ ہوگی۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں اس کے بعد چوتھا دن ہی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، جس روز وہ شہید ہوئے اس دن صبح کو میں وہیں کھڑا تھا اور میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ دو صفوں کے بیچ میں سے گزرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے صفیں درست کرلو، جب صفیں درست ہو گئیں اور کوئی خالی جگہ نہ رہی تو آپ نے آگے بڑھ کر تکبیر

کہی اور غالباً پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل پڑھنا شروع کی تھی کہ آواز آئی، مجھے کتے نے قتل کر دیا، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زخم لگتے وقت فرمائی۔ عجمی کافر (ابولولو قاتل) دودھاری چھری لے کر دوڑنے لگا اور جس طرف دائیں بائیں گزرتا تھا لوگوں کو زخمی کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا، جن میں سے سات کا انتقال ہو گیا۔

جب لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو ایک مسلمان نے اپنا باران کوٹ اس پر ڈال دیا، قاتل نے جب دیکھا کہ اب میں گرفتار ہو گیا تو خودکشی کر لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا، جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے وہ یہ تمام واقعہ دیکھ رہے تھے باقی اطراف والے کچھ نہ جانتے تھے ان کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز نہ سنائی دی تو کہنے لگے سبحان اللہ! سبحان اللہ (خدا خیر کرے) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے مختصر سی نماز پڑھائی۔

جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ! دیکھو مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر کے بعد گھوم کر واپس آئے اور کہنے لگے مغیرہ بن شعبہ کا غلام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حملہ اس نے کیا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو خدا کی مار، میں نے تو اس کو معمول کے موافق (ٹیکس ادا کرنے کا) حکم دیا تھا، خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی اسلام کے دعویدار کے ہاتھ سے نہ کرائی، تم اور تمہارے والد دونوں چاہتے تھے کہ مدینہ میں عجمی غلام زیادہ ہو جائیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تو تمام صحابہ سے زیادہ غلام تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ کہیں تو میں سب کو قتل کر دوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ غلط بات ہے، جب انہوں نے تمہاری زبان میں کلام کیا (یعنی کلمہ گو ہو گئے) تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے لگے اور تمہاری طرح حج کرنے لگے (تو ان کا قتل کرنا جائز نہیں)

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر پہنچا دیا گیا اور ہم بھی ان کے ساتھ گئے، معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں پر آج سے پہلے ایسی مصیبت نہیں آئی، بعض لوگ کہتے تھے کہ کوئی ہرج نہیں ہے (اچھے ہو جائیں گے) بعض کہتے تھے خطرناک صورت ہے، اتنے میں نبیذ

لائی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پیا لیکن نبیذ پیٹ سے نکل گئی، پھر دودھ پلایا گیا تو وہ بھی پیٹ سے نکل گیا اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ اب آپ نہیں بچیں گے اور لوگ آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگے۔

اسی دوران میں ایک جوان آیا اور کہنے لگا امیر المومنین خدا کی بشارت سے خوش ہو جائیے، آپ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور اسلام میں قدامت حاصل تھی جس سے آپ واقف ہیں، پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل سے کام کیا اور اخیر میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ معاملہ برابر سرابر ہو جائے، نہ مجھے اس سے نقصان پہنچے نہ فائدہ۔

جب وہ جوان پشت موڑ کر چلا تو اس کا تہبند زمین پر گھسٹا جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لڑکے کو واپس بلاؤ، حسب الحکم لڑکا واپس آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھتیجے اپنا کپڑا اونچا کرلو اس سے تمہارا کپڑا بھی صاف رہے گا اور تقویٰ بھی حاصل ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا عبداللہ! دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ لوگوں نے حساب کیا تو تقریباً چھیاسی ہزار قرض تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا مال ادائے قرض کے لئے کافی ہو تو ان سے لے کر ادا کر دینا ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور ان کا مال بھی کافی نہ ہو تو قریش سے سوال کرنا، لیکن ان کے اور کسی سے نہ مانگنا، قرض ادا کر کے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا اور کہنا کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتا ہے، امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ اب میں مسلمانوں کا سردار نہیں ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہنا کہ عمر بن خطاب آپ سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ام المومنین بیٹھی رو رہی ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عمر بن خطاب آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی تھی لیکن آج میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں، عبداللہ واپس آ گئے، لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا

عبداللہ آ گئے، فرمایا مجھے اٹھاؤ، لوگوں نے اٹھایا اور ایک آدمی نے ٹیک لگا کر بٹھایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا خبر لائے؟ حضرت عبداللہ نے کہا امیر المومنین جو آپ چاہتے تھے وہی ہوا، انہوں نے اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا الحمد للہ اس سے بڑھ کر میرے نزدیک اور کوئی بات نہ تھی۔

اس کے بعد فرمایا جب میری روح قبض ہو جائے تو جنازہ اٹھا کر لے جانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنا اور کہنا کہ عمر بن خطاب اجازت مانگتا ہے اگر اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا ورنہ واپس لے جا کر عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

راوی کہتا ہے اتنے میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دیگر عورتیں آئیں، ہم نے ان کو دیکھا تو تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، وہ اندر چلی گئیں اور کچھ دیر تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ کر روتی رہیں، اس کے بعد مردوں نے اندر جانا چاہا تو وہ ایک طرف کو اندر چلی گئیں، ہم کو ان کے رونے کی آواز اندر سے آرہی تھی۔

لوگوں نے کہا امیر المومنین اپنا جانشین کسی کو مقرر کر دیجئے، فرمایا وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں سے راضی تھے ان سے زیادہ میں کسی کو حقدار نہیں جانتا ہوں، پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نام لئے باقی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تم میں موجود ہی ہوگا لیکن خلافت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قول صرف حضرت عبداللہ کو تسلی دینے کے واسطے فرمایا تھا (یعنی حضرت عبداللہ کو خلافت میں کوئی حق نہیں رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مجلس شوریٰ کا ہوم ممبر مقرر کیا) پھر فرمایا اگر سعد رضی اللہ عنہ کو خلافت مل جائے تو وہ اس کے لائق ہی ہے ورنہ جو شخص حاکم بنایا جائے وہ سعد سے مدد لے کیونکہ میں نے اس کو کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے موقوف نہیں کیا تھا۔ میرے بعد جو خلیفہ بھی ہو میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے حقوق کی نگہداشت کرے اور ان کی عزت کا پاس رکھے اور انصار کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو اس مکان (مدینہ) میں اقامت گزین ہیں اور ایمان ان کے اندر پہلے سے موجود ہے، انصار کے نیک لوگوں کی نیکی قبول کی

جائے، اور غلط کاروں کی بدی سے درگزر کیا جائے۔ میں خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ شہر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے کیونکہ یہ لوگ اسلام کی مدد میں مال کو جمع کرنے والے ہیں اور دشمن کے جلنے کا سبب ہیں۔ ان سے صرف وہی مال لیا جائے جو ان کی ضروریات سے زائد ہو، بشرطیکہ ان کی رضامندی ہو۔ میں دیہات کے باشندوں سے اچھا سلوک کرنے کی بھی وصیت کرتا ہوں، دیہاتی عرب کی بنیادیں ہیں، اسلام کی جڑیں ہیں، ان سے زکوٰۃ میں عمدہ مال نہ لیا جائے اور جو مال لیا جائے وہ ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے، میں ان لوگوں کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول کے ذمہ میں داخل ہیں، ان سے بھی حسن سلوک رکھا جائے، معاہدہ پورا کیا جائے اور ان کی طرف سے دشمنوں سے جنگ کی جائے اور انہیں ناقابل برداشت تکلیف نہ دی جائے۔

راوی کہتا ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو ہم ان کا جنازہ لے کر چلے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کر کے کہا ام المومنین! عمر بن خطاب آپ سے اجازت مانگتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اندر لے آؤ، جنازہ اندر لے جایا گیا اور وہاں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رکھ دیا گیا (دفن کر دیا گیا) دفن سے فارغ ہو کر سب لوگ جمع ہوئے، حضرت عبدالرحمٰن نے کہا اپنا معاملہ تین آدمیوں کو سپرد کر دو، زبیر رضی اللہ عنہ بولے میں نے کہا اپنا ووٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا، طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی رائے عثمان رضی اللہ عنہ کو دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے میں نے اپنی رائے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دی۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا تم میں سے جو شخص اس خلافت سے برأت ظاہر کرے گا ہم خلافت کو دوسرے کے سپرد کر دیں گے اور اللہ اور اسلام اس کا نگہبان ہوگا، ہر ایک کو غور کرنا چاہئے کہ اس کے اعتقاد میں کون شخص افضل ہے، یہ سن کر حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کیا آپ امر خلافت کو میرے اختیار میں دیتے ہیں کہ جس کو چاہوں خلیفہ بنا دوں؟ خدا کی قسم آپ میں جو افضل ہوگا میں اس کے حق میں کوتاہی نہیں کروں گا، ہر دو صاحبان نے کہا ہاں! حضرت عبدالرحمٰن نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا آپ کی رسول اللہ ﷺ سے قرابت ہے اور آپ کو

اسلام میں قدامت حاصل ہے اگر میں آپ کو سردار بنا دوں تو آپ ضرور انصاف کریں گے اور اگر میں عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ ان کی فرماں برداری اور اطاعت کریں گے، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی علیحدگی میں یہی کہا، جب دونوں سے قول وقرار لے لیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا عثمان ہاتھ بڑھاؤ، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھائے تو حضرت عبدالرحمٰن نے ان سے بیعت کرلی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، پھر مدینہ والے اندر آگئے اور سبھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی۔

[بخاری شریف:۳۴۹۷]

قصہ نمبر ۱۹۱: صدیق رضی اللہ عنہ کا شرح صدر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب میں جو لوگ کافر ہونا چاہتے تھے وہ کافر ہوئے (تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کرنے کا ارادہ کیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ان سے کس طرح لڑ سکتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے مقاتلہ کرنے کا اس وقت تک حکم ملا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل نہ ہوں جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو جائے، وہ مجھ سے اپنا مال اور جان محفوظ رکھ سکے گا، ناحق نہ اس کا مال لیا جائے گا نہ جان، باقی (اندرونی) حساب خدا کرنے والا ہے (میں تو ظاہر پر عمل کروں گا)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں تو اس شخص سے ضرور جہاد کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں باہم تفریق کی ہو کیونکہ زکوٰۃ مالی حق ہے (جس طرح کہ نماز بدنی عبادت ہے) اگر وہ لوگ مجھ سے ایک بکری کا بچہ بھی روک کر رکھیں گے جو رسول اللہ ﷺ کو وہ دیا کرتے تھے تو خدا کی قسم میں ان سے لڑائی کروں گا، آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا یہ بات صرف اس وجہ سے تھی کہ خدا تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ (اسلامی احکام سمجھنے کے لئے) کھول دیا تھا اور اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہی فیصلہ حق تھا۔

[بخاری شریف:۱۳۳۵،۶۵۲۶]

فائدہ:

اللہ تعالیٰ جس شخص سے خیر اور بھلائی، رشد و ہدایت اور فوز و فلاح کا ارادہ فرماتے ہیں اسے ''شرح صدر'' کی دولت بھی وافر مقدار میں عطا فرماتے ہیں، پھر جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ گویا پوری خدائی اس کے ہمنوا ہو گئی ہے، جب وہ بولتا ہے تو پوری خدائی ہمہ تن گوش متوجہ ہو کر اس کے دل نشین اور مؤثر کلام کو سنتی ہے، یہی حال اس کے جملہ اعمال کا ہوتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس دولت سے بھی خوب مالا مال تھے اور انہیں اس کا حصہ وافر عطا ہوا تھا جس کا ایک چھوٹا سا ثبوت مذکورہ واقعہ ہے اس پہلو سے اس واقعے کا دوبارہ مطالعہ فرمائیے، انشاء اللہ بات مزید واضح ہو جائے گی۔

قصہ نمبر ۱۹۲:

ابوذر رضی اللہ عنہ کا فقر

حضرت احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک شخص موٹے موٹے بالوں والا موٹے کپڑے پہنے نہایت سادہ ہیئت سے آیا، لوگوں کے پاس کھڑے ہو کر اول سلام علیک کی پھر کہنے لگا کہ مال جمع کرنے والوں کو یہ خوشخبری سنا دو کہ دوزخ کی آگ میں پتھر گرم کر کے اسے ان کی چھاتی کی نوک پر رکھا جائے گا جو مونڈھے کی ہڈی کی بالائی نوک سے نکل جائیگا، پھر مونڈھے کی ہڈی کی نوک پر رکھا جائے گا اور چھاتی کی نوک سے نکل جائے گا اور بخیل کو اس وقت لرزہ چڑھا ہوگا، یہ کہہ کر وہ شخص ایک ستون کے پاس پہنچ کر بیٹھ گیا میں بھی اس کے پیچھے پیچھے جا کر اس کے برابر بیٹھ گیا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کون شخص ہے؟ آخر کار میں نے کہا کہ میرے خیال میں لوگوں کو تمہارا کہنا ناگوار گزرا ہے وہ شخص کہنے لگا لوگ کچھ نہیں سمجھتے ہیں مجھ سے میرے دوست نے فرمایا تھا میں نے پوچھا کہ کون دوست؟ وہ بولا رسول اللہ ﷺ کہ ابوذر! کیا تم کوہ احد کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے خیال کیا کہ شاید حضور ﷺ مجھ کو کسی کام سے بھیجنا چاہتے ہیں، میں نے کوہ احد کی جانب دیکھا کہ دن کس قدر باقی ہے اور عرض کیا جی ہاں (میں دیکھ رہا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس کوہ احد کے

برابر سونا ہو اور میں اس میں سے تین دینار بھی بچا کر رکھوں۔ یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ یہ لوگ بے عقل ہیں، صرف دنیا کو جمع کر رہے ہیں خدا کی قسم مرتے دم تک میں نہ ان سے دنیا کا طلب گار ہوں گا اور نہ دینی مسئلہ دریافت کروں گا۔

[بخاری شریف: ۱۳۴۲]

فائدہ:

رات کے وقت ایک بند کمرے میں تنہا بیٹھ کر اس واقعے کو بار بار پڑھے اور اس وقت کا تصور کیجئے جس کی تصویر کشی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے حبیب ﷺ سے سن کر فرمائی ہے، ذات باری تعالیٰ سے امید ہے کہ "حب مال" کے مرض میں نمایاں حد تک کمی واقع ہو گی اور حقوق مالیہ ادا کرنے کی فکر پیدا ہو گی۔

قصہ نمبر ۱۹۳:

﴿ایک سچی خبر﴾

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آ کر فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے راستہ میں لٹ جانے کا شکوہ کیا، حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا عدی کیا تو نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی نہیں میں نے دیکھا تو نہیں ہے البتہ تذکرہ سنا ہے، فرمایا اگر تیری عمر دراز ہوئی تو دیکھے گا کہ اکیلی عورت اونٹ پر سوار ہو کر حیرہ سے چلے گی اور آ کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور سوائے خدا کے اس کو اور کسی کا خوف نہ ہو گا۔

میں نے اپنے دل میں کہا اس وقت قبیلہ طے کے لیٹرے کہاں چلے جائیں گے جنہوں نے تمام ملک میں فتنہ کی آگ لگا دی ہے؟ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اگر تیری عمر دراز ہوئی تو دیکھے گا کہ کسریٰ کے خزانے کھل جائیں گے، میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے؟ فرمایا (ہاں) کسریٰ بن ہرمز کے، پھر فرمایا اگر تیری عمر دراز ہوئی تو دیکھے گا کہ آدمی سونا چاندی مٹھی بھر کر لینے والے کی تلاش میں پھرے گا اور کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا اور جس روز بندہ کا اور خدا کا سامنا ہو گا خدا تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے اپنا حکم پہنچانے کے لئے

تمہارے پاس اپنا پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ بندہ عرض کرے گا بھیجا تو تھا، خدا تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو مال واولاد نہ دی تھی اور کیا تجھ پر اپنا فضل وکرم نہ کیا تھا؟ بندہ عرض کرے گا ایسا ضرور ہوا تھا، اس کے بعد بندہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو آگ نظر آئے گی اور بائیں جانب دیکھے گا تب بھی آگ نظر آئے گی۔

حضرت عدی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ آگ سے بچو اگرچہ چھوارے کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی اور جس شخص کو کھجور کا ٹکڑا بھی نہ ملے وہ اچھی بات ہی کہہ کر آگ سے بچے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے (حضور والا ﷺ کی پیشین گوئی کے موافق) دیکھا کہ تنہا عورت سوار ہو کر حیرہ سے چلتی تھی اور جا کر کعبہ کا طواف کرتی تھی اور سواء خدا کے اور کسی کا (راستہ میں) اس کو خوف نہ ہوتا تھا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرنے والوں میں تو میں خود شامل تھا اور اگر تم لوگوں کو عمریں دراز ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی صداقت بھی تم خود دیکھ لو گے کہ آدمی مٹھی بھر کر سونا چاندی لئے پھرے گا اور کوئی لینے والا نہ ہوگا۔

[بخاری شریف: ۳۴۰۰، ۱۳۴۷، ۶۱۹۵، ۷۰۰۵، ۷۰۷۴]

فائدہ:

''نفاذ اسلام'' (بشرطیکہ صحیح معنی میں ہو) پوری دنیا کو ارضی وسماوی برکات کے احاطہ نور میں لے لیتا ہے اور ہر عاقل دینی اور دنیوی برکات کا مشاہدہ اپنے سر کی آنکھوں سے کر لیتا ہے چنانچہ عمر اول رضی اللہ عنہ اور عمر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایسا ہو چکا اور آئندہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں دوبارہ ہوگا، انشاء اللہ۔

قصہ نمبر ۱۹۴: سب سے زیادہ لمبا ہاتھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سب سے پہلے کس سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوگی؟ فرمایا کہ تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔ یہ سن کر ازواج

مطہرات نے ایک لکڑی لیکر اس سے اپنے ہاتھ ناپنا شروع کر دیئے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ہماری سمجھ میں آیا کہ ہاتھ لمبا ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد صدقہ خیرات کی کثرت تھی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس عمل سے بہت محبت کرتی تھیں۔ [بخاری شریف: ۱۳۵۴]

فائدہ:

اپنے محبوب شوہر سے ملاقات ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے اور وفا شعار بیوی کی زندگی ہی میں اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو وہ اپنی زندگی کو اس پر نچھاور کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتی ہے اور اگر اس کے بس میں ہو تو وہ اپنی کل کائنات کی زندگی میں اضافہ بھی کر دے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طاہرات و مطہرات کے بھی یہی احساسات تھے اور یہ بھی معلوم تھا کہ دنیا میں آنے والا ہر ذی روح یہاں سے جانے کیلئے آیا ہے، اس لئے یہ دریافت کرلیا کہ ہم میں سے کس کی ملاقات شرف اولیت حاصل کرے گی؟ اے کاش! کہ آج کی عورتوں میں بھی اپنے شوہروں سے یہ تعلق پیدا ہو جائے۔

قصہ نمبر ۱۹۵: دوزخ سے آڑ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو لڑکیوں کو لے کر کچھ مانگنے آئی، میرے پاس اس وقت سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ تھا، میں نے وہی کھجور اس کو دے دی اور اس عورت نے وہ کھجور خود نہ کھائی لڑکیوں میں تقسیم کر دی اور چلی گئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو میں نے واقعہ عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ان لڑکیوں کی وجہ سے کچھ دکھ میں مبتلا ہو اور ان کے ساتھ بھلائی کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔ [بخاری شریف: ۱۳۵۲، ۵۶۴۹]

فائدہ:

زمانہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا بلکہ یہ ایک تغیر پذیر کیفیت کا نام ہے، ایک زمانے

تک تو مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کے اثرات موجود رہے لیکن زمانے کے بُعد نے اس میں اچھا خاصا تغیر پیدا کر دیا چنانچہ اب پھر "بیٹی" کی پیدائش منحوس سمجھی جانے لگی ہے اور حد تو یہ ہے کہ والدین سے اس سلسلے میں تعزیت بھی کی جانے لگی ہے کہ "اچھا! پھر بیٹی پیدا ہوگئی، کوئی بات نہیں، صبر کیجئے! اللہ آپ کو بیٹا عطا فرمائیں۔"

خدا کیلئے مذہب سے اتنے بھی بیزار نہ ہوں کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس خیال کرنے لگیں، اس واقعے کو پڑھیے، خدا کا شکر ادا کیجئے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیجئے۔

قصہ نمبر ۱۹۶:

﴿تیرا صدقہ قبول ہو گیا﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں آج کی رات صدقہ دوں گا چنانچہ وہ صدقہ کا مال لے کر نکلا اور انجانے میں چور کے ہاتھ میں دے آیا صبح کو لوگوں نے تذکرہ کیا کہ آج رات ایک چور کو خیرات ملی، وہ شخص کہنے لگا کہ الٰہی تیرا شکر ہے، آج رات میں پھر صدقہ دوں گا چنانچہ دوسری رات کو پھر وہ صدقہ کا مال لے کر نکلا اور ایک زانیہ کے ہاتھ میں رکھ آیا، صبح کو لوگوں نے تذکرہ کیا کہ آج رات ایک حرام کار عورت کو خیرات کا مال ملا، اس شخص نے کہا کہ الٰہی تیرا شکر ہے، میں آج پھر صدقہ دوں گا چنانچہ (تیسری رات کو) وہ صدقہ کا مال لے کر پھر نکلا اور انجانے میں ایک دولت مند کو دے آیا صبح کو لوگوں نے تذکرہ کیا کہ آج رات ایک مال دار کو صدقہ ملا، وہ شخص کہنے لگا کہ الٰہی تیرا شکر ہے کہ چور کو زانیہ کو اور دولت مند شخص کو (میرا صدقہ کا مال دلوایا، ہاتف کے ذریعہ) اس سے کہا گیا کہ تیرا صدقہ قبول ہو گیا تو نے جو چور کو صدقہ دیا تو اس کی وجہ سے شاید وہ چوری سے دست کش ہو جائے، اور زانیہ کو جو تو نے صدقہ دیا تو ممکن ہے اس کی وجہ سے وہ زنا کاری چھوڑ دے، باقی دولت مند بھی ممکن ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کرے اور خدائے تعالیٰ نے جو مال اس کو عطا فرمایا ہے اس کو راہ خدا میں خرچ کرے۔ [بخاری شریف: ۱۳۵۵]

فائدہ:

اخلاص کے ساتھ خرچ کئے جانے والے ایک پیسے کی بارگاہ خداوندی میں وہ

وقعت ہے جو بغیر اخلاص کے ایک ارب روپے خرچ کرنے کی نہیں، پروردگار عالم اس کی ایسی قدردانی فرماتا ہے کہ بہت سے چور، چوری سے توبہ کر لیتے ہیں، بہت سے مالدار خود پسندی کے خول سے باہر آجاتے ہیں، بہت سی گناہ میں مبتلا عورتیں گناہ سے باز آکر پارسائی اور نیکی کی زندگی گزارنے کا عزم مصمم کر لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ہر قاری کتاب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قصہ نمبر ۱۹۷:

﴿تبدیل ملک﴾

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کسی نے نُسیبہ انصاریہ کو ایک بکری (خیرات کی) بھیجی نُسیبہ نے اس بکری کا گوشت کچھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اور تو کچھ نہیں نُسیبہ کا بھیجا ہوا وہی گوشت رکھا ہے فرمایا لاؤ وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ پہنچ چکا (یعنی نُسیبہ کی ملک میں داخل ہو گیا اور ہمارے لئے صدقہ کے حکم میں نہ رہا) [بخاری شریف:۱۴۴۶]

فائدہ:

زکوٰۃ کی رقم ''مسجد'' پر نہیں لگ سکتی، لیکن اگر کسی مستحق زکوٰۃ کو وہ رقم دیدی جائے اور وہ اپنی خوشی سے تعمیر مسجد وغیرہ کیلئے صرف کرنا چاہے تو نہ صرف یہ کہ اسے قبول کر لیا جائے گا بلکہ اس پر اجر وثواب کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، مال تو وہی ہے لیکن ملکیت بدلنے سے اتنا بڑا فرق پیدا ہو گیا مذکورہ واقعے کو اس زاویئے سے پڑھئے۔ انشاء اللہ کوئی اشکال نہ ہوگا۔

قصہ نمبر ۱۹۸:

﴿مانعین زکوٰۃ﴾

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خانہ کعبہ کے سایہ میں تھے اور فرما رہے تھے قسم ہے رب کعبہ کی وہ بڑا نقصان اٹھانے والا ہے، قسم ہے رب کعبہ کی وہ بڑا نقصان اٹھانے والے ہیں، میں نے

(اپنے دل میں) کہا میرا کیا حال ہے کیا میرے متعلق کوئی چیز پیش نظر ہے، خیر میں بیٹھ گیا اور حضور ﷺ یہی فرماتے رہے، آخر کار مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور بے خودی کی حالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ نثار وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا زیادہ مال والے لوگ (نقصان اٹھانے والے ہیں) ہاں وہ لوگ نقصان اٹھانے والے نہیں ہیں جو اس طرح اور اس طرح دیتے ہیں (یعنی دائیں بائیں اور آگے پیچھے)

[بخاری شریف:۶۲۶۲]

فائدہ:

اس حدیث شریف میں گو کہ صراحۃً اس بات کا ذکر نہیں کہ ''زکوٰۃ کی ادائیگی سے جان چرانے والے'' افراد خسارے اور نقصان کا شکار ہوں گے اور یہ کہ وہ نقصان کیا ہوگا؟ لیکن بخاری شریف ہی کی ایک دوسری حدیث سے اس نقصان کی خوب وضاحت ہوتی ہے جسے افادۂ عام کیلئے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اداءِ فرض کے سلسلے میں ہونے والی کوتاہی سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر کسی کے پاس اونٹ، گائے یا بکریاں ہوں اور وہ ان کی زکوٰۃ نہ دے تو (قیامت کے دن) یہ جانور نہایت فربہ اور تنومند ہو کر (اس شخص کی طرف) آئیں گے اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور سینگوں سے ماریں گے، جانوروں کی پہلی جماعت جب اس کی طرف، مار کر گزر جائے گی تو پھر دوسری جماعت (مارنے) آئے گی اور اس وقت تک یہ ہی صورت رہے گی جب تک لوگوں کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ [بخاری شریف:۱۳۹۱]

قصہ نمبر ۱۹۹: خیر سے شر؟

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور ہم آپ ﷺ کے گرد اگرد بیٹھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنے بعد اس بات کا

خوف ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تم پر دنیوی عیش و زینت کی کشائش ہو جائے گی (کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤ) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا نیکی سے بھی بدی پیدا ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا، لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تجھ سے کلام نہیں کرتے اور تو بولے چلا جاتا ہے؟ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے بعد ہم نے نظر اٹھا کر جو دیکھا تو آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا، نزول وحی کے بعد آپ ﷺ نے پیشانی سے پسینہ پونچھا اور فرمایا کہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ آپ ﷺ کے اس قول سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اس شخص کا سوال خوش گوار معلوم ہوا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا بے شک خیر سے شر نہیں پیدا ہوتی ہے لیکن موسم بہار کا سبزہ (اگر بے انتہا کھا لیا جائے) تو ہلاک بھی کر دیتا ہے (یا کم از کم) ہلاکت سے قریب کر دیتا ہے ہاں جو سبزہ خوار جانور صرف اتنا کھاتا ہے کہ جب اس کی کوکیں تن جاتی ہیں (تو وہ کھانا چھوڑ دیتا ہے اور) دھوپ میں جا کر بیٹھ جاتا ہے، لید کرتا ہے پیشاب کرتا ہے پھر چراگاہ میں لوٹ آتا ہے (تو اس کو اس سبزہ سے کچھ ضرر نہیں پہنچتا ہے) دنیا کا یہ مال ہرا بھرا اور میٹھا ہے لہٰذا وہی مرد مسلمان مالدار اچھا ہے جو اپنے مال میں سے مسکینوں، یتیموں، اور مسافروں کو کھلاتا ہے اور جو شخص ناحق (طمع سے) اور ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرتا ہے وہ درحقیقت اس شخص کی طرح ہے جس کو جوع الکلب کی بیماری ہو یعنی کتنا ہی کھائے سیری نہیں ہوتی۔ [بخاری شریف: ۱۳۹۶]

فائدہ:

دن کو رات سے اور رات کو دن سے پیدا کرنے والا، مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے پیدا کرنے والا اور شر سے خیر کو پیدا کرنے والا اللہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ خیر سے شر کو پیدا فرما دے لیکن جب تک اس کے احکام و ضوابط کی پابندی کی جائے، عادت الٰہی یہی ہے کہ خیر سے شر کا ظہور نہیں ہوتا بصورت دیگر اس کا ظہور قادر مطلق کیلئے کوئی مشکل نہیں۔

☆☆☆

قصہ نمبر ۲۰۰:

﴿دوہرا ثواب﴾

حضرت زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتی ہیں میں مسجد میں موجود تھی جس وقت رسول اللہ ﷺ عورتوں سے فرمارہے تھے اے عورتوں کے گروہ! صدقہ دیا کرو، خواہ زیور میں سے ہی کچھ حصہ ہو، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اوران یتیم بچوں کا خرچ برداشت کرتی تھی، جو میرے زیر پرورش تھے اس لئے میں نے حضرت عبداللہ سے کہا آپ جاکر حضور ﷺ سے دریافت کیجئے کہ کیا میں صدقہ کا مال آپ پر اوران یتیم بچوں پر صرف کرسکتی ہوں جو میرے زیر پرورش ہیں؟ حضرت عبداللہ نے کہا تم خود ہی جاکر دریافت کرلو، میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے (گھر سے) چل دی، باب نبی ﷺ پر پہنچی تو مجھے وہاں ایک عورت ملی جس کی ضرورت بھی میری ہی طرح تھی، تھوڑی دیر کے بعد ہماری طرف سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ گزرے، ہم نے ان سے کہا کہ ذرا حضور ﷺ سے دریافت کردیجئے کہ اگر میں اپنے شوہر پر اوران یتیم بچوں پر جو میرے زیر پرورش ہیں صدقہ کا مال صرف کروں تو کیا کافی ہوسکتا ہے، اور یہ بھی ہم نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اندر چلے گئے اور حضور ﷺ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کون عورتیں ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا زینب ہے، فرمایا کون زینب؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے (بلکہ) اس کو دو ثواب ملیں گے ایک تو قرابت نوازی کا دوسرا صدقہ کا۔ [بخاری شریف: ۱۳۹۷]

فائدہ:

میاں بیوی کیلئے ایک دوسرے کو زکوۃ دینا تو ادائیگی زکوۃ کیلئے ناکافی ہے لیکن اس فریضے کے علاوہ اخلاقی طور پر ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل کرنا انفاق فی سبیل اللہ کے تمام درجات میں انتہائی اعلیٰ درجہ ہے چنانچہ بخاری شریف ہی کی روایات سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے اس لئے راہ خداوندی میں خرچ کرنے والا اگر اپنے قریبی رشتہ

داروں کا خیال کرے تو وہ دوہرے ثواب کا مستحق بن سکتا ہے۔

قصہ نمبر۲۰۱: ﴿سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے امراء سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا لیکن آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا ابن جمیل تو ناشکری کرتا ہے اور صرف اس لئے کرتا ہے کہ وہ پہلے فقیر تھا، خدا اور رسول ﷺ نے اس کو مال دار بنا دیا، باقی خالد، تو تم لوگ اس پر زیادتی کرتے ہو اس نے تو خود اپنی زرہیں اور ہتھیار وغیرہ راہ خدا میں وقف کر رکھے ہیں، رہے عباس بن عبدالمطلب تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں اور ان پر (دوہری زکوٰۃ ہے) ایک تو یہ اور دوسری اس کی برابر اور [بخاری:۱۳۹۹]

فائدہ:

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک ایک فرد ہمارے سروں کا تاج، آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے تاہم امتیازی صفات ہر انسان میں اس کے خالق نے ودیعت فرما رکھی ہیں جس سے انکار کرنا ممکن نہیں، شرف صحابیت میں تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مساویانہ طور پر شریک تھے اور بعض اعتبارات سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی نسبت درجہ علیا پر بھی فائز تھے لیکن اسلامی تاریخ میں اپنے جیسا سپہ سالار انہوں نے کسی کو نہیں چھوڑا اور اس شرف میں بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کا نام بلند دکھائی دیتا ہے اور زبان نبوت انہیں ''سیف من سیوف اللہ'' کے گرانقدر خطاب سے نوازتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

قصہ نمبر۲۰۲: ﴿اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار میں سے چند آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مال مانگا، آپ ﷺ نے دے دیا انہوں نے پھر مانگا آپ ﷺ

نے پھر دے دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ نہ رہا تو فرمایا میرے پاس جو مال ہوگا میں تم سے چھپا کر نہ رکھوں گا، لیکن جو شخص سوال کرنے سے خود بچے گا خدا اس کو بچائے گا اور جو دنیا سے بے پروائی کی نیت رکھے گا خدا اس کو دنیا سے لاپروا کر دے گا اور جو شخص طبیعت پر جبر کر کے صبر کرے گا خدا اس کو صبر دے گا اور کسی کو صبر سے زائد بہتر اور وسیع نعمت نہیں دی گئی ہے۔ [بخاری شریف: ۱۴۰۰، ۶۱۰۵]

فائدہ:

اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بخاری شریف ہی میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کا مرکزی کردار بھی وہی ہیں اور پھر تاریخ نے اپنے دانتوں میں انگلیوں کو دبا کر اس واقعے پر اپنی حیرت کا اظہار کیا کہ اس واقعے کے بعد تا زندگی کسی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پھیلا ہوا نہیں دیکھا، خدا کرے کہ اطاعت شعاری اور اتباع پیغمبر ﷺ کا یہ جذبہ ہم میں بھی پیدا اور بیدار ہو جائے واقعہ کی تفصیل بھی پڑھتے جائیے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ مال مانگا، آپ ﷺ نے دے دیا میں نے پھر مانگا آپ ﷺ نے پھر دے دیا، میں نے پھر مانگا آپ ﷺ نے پھر دے دیا، اخیر میں فرمایا حکیم! یہ دنیا کا مال ہرا بھرا اور میٹھا ہے جو اس کو بغیر حرص کے لیتا ہے اس کو برکت عطا ہوتی ہے اور جو حرص وطمع سے لیتا ہے اس کو برکت حاصل نہیں ہوتی اور اس کا حال اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے کہ کھاتا تو ہے لیکن سیر نہیں ہوتا (یاد رکھو کہ) اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔

حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اب میں آپ کے بعد دنیا کو چھوڑنے کے وقت تک کسی سے کچھ مانگوں گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو کچھ دینے کے لئے بلاتے تھے لیکن حضرت حکیم رضی اللہ عنہ لینے سے انکار کر دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو کچھ مال دینے کے لئے بلایا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے مسلمانو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں حکیم کو اس مال غنیمت میں سے حصہ دے رہا ہوں لیکن وہ لینے سے انکار کرتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مرتے دم تک رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے کسی سے کچھ نہ مانگا۔ [بخاری شریف:۱۴۰۳]

قصہ نمبر ۲۰۳ ﴿بعض لوگ مجھے زیادہ پیارے ہوتے ہیں﴾

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کچھ لوگوں میں مال تقسیم کیا، میں ان کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے سب کو دیا مگر ایک آدمی کو چھوڑ دیا، اس کو کچھ نہ دیا اور میرے نزدیک وہ سب سے اچھا تھا، اس لئے میں حضور ﷺ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ کے کان میں کہا آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا؟ خدا کی قسم میرے خیال میں تو وہ مومن ہے، آپ ﷺ نے فرمایا (مومن ہے) یا مسلمان؟ میں خاموش ہو گیا لیکن پھر مجھ سے نہ رہا گیا تو تھوڑی دیر کے بعد پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ فلاں شخص کو آپ نے کچھ نہیں دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ میں تو اس کو خدا کی قسم ایماندار جانتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ (ایماندار) یا مسلمان؟ میں پھر خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر خاموش رہا لیکن پھر نہ رہا گیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ فلاں شخص سے کیا قصور سرزد ہوا کہ آپ نے اس کو کچھ نہیں دیا میرے خیال میں تو وہ ایماندار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ایماندار ہے یا مسلمان میں خاموش ہو گیا لیکن نہ رہا گیا تو آخر کار پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آخر اس سے کیا قصور ہوا ہے، خدا کی قسم میری دانست میں تو وہ مومن ہے، آپ ﷺ نے فرمایا (مومن) یا مسلمان؟ میں خاموش ہو گیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا بعض لوگ مجھے زیادہ پیارے ہوتے ہیں لیکن اس خیال سے میں دوسروں کو دیتا ہوں کہ (اگر میں ان کو نہ دوں گا تو وہ کافر ہو جائیں گے اور) دوزخ میں سرنگوں لٹکا دیئے جائیں گے، ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی گردن اور شانہ کے درمیان ہاتھ مار کر فرمایا کہ سعد رضی اللہ عنہ اس کو قبول کر دو۔ [بخاری شریف:۱۴۰۸]

فائدہ:

اپنے مسلمان بھائی کے متعلق خیر خواہی کے جذبے اور حکمت و مصلحت کے تمام تر اصولوں کے باوصف مجھے اس واقعے کو پڑھ کر جو جذب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ اس جملے کی رہین منت ہے جو محبوب عالم ہی نہیں بلکہ محبوب خدا کی زبان فیض ترجمان سے وجود کی دولت پاکر مالا مال ہوگیا کہ ''بعض لوگ مجھے زیادہ پیارے ہوتے ہیں'' بھلا جو محبوب خدا کو پیارا ہوگا وہ خدا کو کیوں پیارا نہ ہوگا اور جو خدا کو پیارا ہوگا، اس کا بیڑا کیوں پار نہ ہوگا؟

قصہ نمبر ۲۰۴: ﴿مدینہ، طیبہ ہے﴾

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے لئے ہم حضور ﷺ کے ہم رکاب جارہے تھے، جب آپ ﷺ وادی القریٰ میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت اپنے باغ میں موجود ہے (وہ باغ کھجور کا تھا) آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اس باغ کی کھجوروں کا اندازہ کرو، اس میں کل کھجوریں کتنی نکلیں گی (ہر ایک نے اپنے اندازے کے مطابق کچھ مقدار بیان کی) آپ ﷺ نے دس وسق کھجوروں کا اندازہ کیا اور اس عورت سے فرمادیا کہ اس میں جس قدر میوہ نکلے اس کو یاد رکھنا، خیر! یہاں سے ہم تبوک علاقہ ملک شام میں پہنچے، وہاں پہنچ کر حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! ہوشیار رہو آج رات ایک سخت آندھی آئیگی اس میں کوئی کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے اور جس کے پاس اونٹ ہو تو اس کے زانوں باندھ دے، ہم نے حسب الحکم اونٹ باندھ دیئے رات کو سخت آندھی آئی اور (خلاف حکم نبوی ﷺ) اس میں ایک شخص کھڑا رہ گیا، ہوا نے اس کو اڑا کر کوہ طی پر لے جا کر پھینک دیا جو کہ تبوک سے کئی منزل پر ہے۔

تبوک ہی میں شاہ ایلہ نے ایک سفید خچر دلدل نامی اور ایک چادر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی تھی اور حضور ﷺ نے وہ ملک مع سمندر کے ان کے لئے برقرار رکھے جانے کا حکم لکھ دیا تھا۔

جب آپ ﷺ تبوک سے واپسی میں وادی قری میں پہنچے تو اس عورت سے

دریافت کیا کہ تیرے باغ میں کتنی کھجوریں پیدا ہوئیں؟ عورت نے عرض کیا دس وسق، یہی حضور ﷺ نے اندازہ کیا تھا اس کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا میں مدینہ کو جلد جانے والا ہوں جو کوئی میرے ساتھ جانا چاہے چلے، یہ فرما کر حضور ﷺ چل دیئے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ یہ مدینہ طیبہ (پاک) ہے اور کوہ احد کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں پھر فرمایا کہ کیا میں تم کو انصار کے بہترین مکانات نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ضرور، آپ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر مکانات قبیلہ بنی نجار کے ہیں، ان کے بعد قبیلہ بنی عبد اشہل کے اور ان کے بعد بنی ساعدہ کے اور انصار کے سب گھروں میں بہتری ہے۔ [بخاری شریف: ۱۴۱۱ وغیرہ]

فائدہ:

میرا ایمان ہے کہ زمین کے جس حصے کو نبی مکرم، سرور دو عالم ﷺ کے مبارک قدموں سے نسبت ہوگئی وہ طاہر ہی نہیں، مطہر بھی ہوگیا، اس کی پاکیزگی کے تو کہنے ہی کیا! امام دار الہجرۃ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں بھی جوتی پہن کر چلنے کو اس لئے بے ادبی سمجھتے تھے کہ کیا خبر کس کوچے سے آپ ﷺ کے مبارک قدموں کا گذر ہوا، اگر وہاں جوتی پڑ جائے تو یہ انتہائی بے ادبی ہوگی، اس لئے مدینہ کے طیبہ اور منورہ ہونے میں تو کسی مسلمان کو ویسے بھی شک نہیں ہونا چاہئے۔ پھر جب سرکار دو عالم ﷺ نے خود اپنی مقدس زبان سے ارشاد فرما دیا تو اب یہ بات یقین کے اعتبار سے مزید بلند ہو گئی۔

قصہ نمبر ۲۰۵: ﴿صدقہ کا ایک انوکھا انداز﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا راہ خدا میں خیرات کیا، اس کے بعد اس کو بازار میں بکتا ہوا دیکھ کر خریدنے کا ارادہ کیا، لیکن پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے صدقہ کو واپس نہ کرو، اسی حدیث کی بناء پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اگر کوئی چیز صدقہ

میں دیتے اور پھر اس کو خرید کرتے تو (اپنے پاس نہ رکھتے) بلکہ خیرات کر دیتے تھے۔

[بخاری شریف: ۱۴۱۸، ۲۶۲۳، ۲۸۴۰ وغیرہ]

فائدہ:

زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ وخیرات کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا اور کھلے دل سے خرچ کرنا انسان کیلئے قبولیت کا ایک بہت بڑا اشارہ ہے جس سے انسان کو مسرور بھی ہونا چاہئے اور درگاہ خداوندی میں شکرگزاری بھی، اس واقعے پر اس زاویے سے بھی توجہ فرمائیے کہ بعض چیزیں انسان کو محبوب ہوتی ہیں، انہیں صدقہ کرنا بہت زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے، پھر اگر انسان کو وہی چیز ''جو اس نے صدقہ کی تھی'' بازار میں بکتی ہوئی ملے اور وہ پھر اسے خرید کر کسی اور ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کیلئے راہ خدا میں صدقہ کر دے تو یہ ایک جائز اور انوکھی صورت ہوگی۔

قصہ نمبر ۲۰۶: ﴿مظلوم کی بددعاء سے ڈرو﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم کتابی قوم کے حاکم بنا کر بھیجے جا رہے ہو، لہٰذا وہاں پہنچ کر سب سے پہلے دعوت دینا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو ان کو بتانا کہ خدا تعالیٰ نے شبانہ روز میں پانچ وقت کی نماز تم پر فرض کی ہے، اب اگر وہ لوگ تمہارا یہ قول بھی مان لیں تو ان سے کہنا کہ خدا تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو دولت مندوں سے لے کر ان ہی میں سے غریبوں کو تقسیم کی جائے گی، اگر وہ لوگ تمہارے اس قول کو بھی تسلیم کر لیں تو تم کو چاہئے کہ ان کے عمدہ عمدہ مال اور جانور (چھانٹ کر) نہ لو اور مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہو کیونکہ مظلوم کی بددعا اور خدا کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ [بخاری شریف: ۱۴۲۵ وغیرہ]

فائدہ:

رات کو سوتے سوتے ایک دم آنکھ کھلی تو کسی کی آہ و بکا کان میں پڑی، غور سے

متوجہ ہو کر سنا تو محسوس ہوا کہ کسی عورت کا سہاگ لٹ گیا تھا، سسرال والوں نے دھکے اور الزام دیکر نکال دیا تھا اور وہ گریہ وزاری کے ساتھ ان کے خلاف بارگاہ خداوندی میں استغاثہ دائر کر رہی تھی، کہیں سے سسکیوں بھری آوازیں بھی آ رہی تھیں، پتہ چلا کہ اس کی جائیداد پر کسی نے غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے اور وہ پریشان ہو کر دست بدعا ہے، ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ چند بچے روتے ہوئے دکھائی دیئے جن کے سر سے سایہ پدری اٹھ چکا تھا اور چچا تایا نے ان یتیم بچوں کے حق پر ناجائز قبضہ کر کے انہیں محروم کر دیا تھا، ابھی اسی پریشانی میں تھا کہ ان بیچاروں کا اس میں کیا قصور ہے؟ انہیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟ اور کیا ان کی یہ آہ وبکا یونہی چلی جائیگی؟ کہ اچانک اس حدیث پر نظر پڑی کہ "مظلوم کی بدعا سے ڈرتے رہو کیونکہ مظلوم کی بدعا اور خدا کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں" اور مجھے سکون ہو گیا۔

قصہ نمبر ۲۰۷:

حج مبرور

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے حج کیلئے روانگی سے قبل اول کنگھی کی اور تیل لگایا آپ نے اور دیگر اصحاب نے تہ بند اور چادریں پہنیں، اور مدینہ منورہ سے چل دیئے، آپ ﷺ نے کسی قسم کی چادر و تہ بند کے استعمال سے ممانعت نہیں فرمائی، صرف اس زعفرانی چادر سے منع کیا جس کے پہننے سے بدن خوشبودار ہو جائے، ذوالحلیفہ میں جا کر حضور ﷺ نے صبح کی اور پھر اونٹنی پر ٹھیک بیٹھ کر آپ ﷺ نے احرام باندھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی احرام باندھا اور قربانی کے اونٹوں کے گلے میں آپ ﷺ نے جوتیوں کے ہار ڈالے جو کہ اس زمانے کا رواج تھا، یہ تمام افعال ۲۵ ذیقعد سے ۳۰ تک آپ ﷺ نے مکمل کئے تھے چار ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے اول بیت اللہ کا طواف کیا پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی لیکن آپ ﷺ نے ابھی احرام نہیں کھولا کیونکہ قربانی آپ ﷺ ساتھ لائے تھے۔

اس کے بعد مکہ کی بالائی جانب کوہ حجون کے پاس فروکش ہوئے اور طواف کے بعد پھر کعبہ کے قریب نہ گئے یہاں تک کہ عرفات سے بھی لوٹ آئے، آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف کر کے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرو، پھر بال

کٹوا کر احرام کھول دو، لیکن یہ حکم اس کے لئے تھا جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا تھا، باقی جس شخص کے پاس قربانی کا جانور تھا اس کو احرام کھولنے کا حکم نہ تھا اور احرام کھولنے کے بعد خوشبو کا استعمال اور ہر قسم کا کپڑا پہننا جائز ہو گیا اور جماع کی بھی اجازت ہو گئی۔

[بخاری شریف: ۱۴۷۰]

فائدہ:

ان مقامات کے متبرک اور مقدس ہونے میں کسی صاحب ایمان، عاشق صادق اور کلمہ گو کو کبھی بھی شک نہیں ہو سکتا جہاں سرکار دو عالم ﷺ کے مبارک قدم پڑے ہوں، اس دولت سے صرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہی بہرہ ور نہیں ہوئے بلکہ میدان عرفات، مذبح اسمٰعیل (منیٰ) اور مزدلفہ تک اپنی قسمت پر نازاں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نصیب کو بلند فرمائیں اور کوئی عذر بھی نہ ہو تو یہ درخواست پیش کرنا مناسب نہ ہوگی کہ ان مقامات مقدسہ پر پاپیادہ چلیں، کہیں اس مقام پر جوتا نہ پڑ جائے جہاں سے سرکار گزرے ہوں۔

قصہ نمبر ۲۰۸: کس نیت سے احرام باندھا؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں (یمن سے) پہنچا، آپ ﷺ اس وقت بطحاء میں تھے مجھ سے فرمایا کیا تو نے حج کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا کس چیز کی لبیک کہی ہے میں نے عرض کیا کہ جس چیز کی رسول اللہ ﷺ نے لبیک کہی ہے اسی کی میں نے بھی لبیک کہی ہے، فرمایا تو نے خوب کیا، چل کر کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر لے (میں نے حکم کی تعمیل کی) اور عمرہ کرنے کے بعد خاندان بنی قیس کی ایک عورت کے پاس پہنچا اس نے میرے سر کے بال کھول کر جوئیں نکالیں پھر میں نے حج کا احرام باندھا اور خلافت فاروقی تک اسی مسئلہ کے مطابق فتویٰ دیتا رہا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہم کو تکمیل حج و عمرہ کا حکم دیتا

ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ کو لیں تو رسول اللہ ﷺ بھی اس وقت تک احرام نہیں کھولتے تھے جب تک قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے نہ لگ جاتا تھا۔

[بخاری شریف: ۱۶۳۷، ۱۴۸۴، ۴۱۳۶ وغیرہ]

فائدہ:

احرام باندھنے والا ہمیشہ خوش نصیب، خوب بخت اور نصیبہ ور ہوتا ہے اور اگر کوئی یہ نیت کر کے احرام باندھے کہ حضور ﷺ نے جس نیت سے احرام باندھا ہے میں بھی اسی کی اتباع کروں گا تو یقیناً یہ اتباع سنت کے باب میں ایک گرانقدر اضافہ ہوگا لیکن ایک بات اور بھی ہے جس کا خیال رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ مذکورہ طریقہ حضور ﷺ کی دنیا میں موجودگی تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اگرچہ اختیار کیا ہے لیکن اس کے بعد کسی صحابی سے ایسا واقعہ منقول نہیں ہے اس لئے اسے اتباع سنت کے جذبے ہی پر محمول کیا جائے۔

قصہ نمبر ۲۰۹: ﴿میں انتظار کر رہا ہوں﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب حج کے مہینوں میں، حج کے ایام میں اور ممنوعات حج کے (التزام کے ساتھ) چلے اور مقام سرف میں جا کر فروکش ہوئے، رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ حج کو عمرہ سے تبدیل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور جس کے پاس قربانی کا جانور ہو وہ حج کو عمرہ سے تبدیل نہیں کر سکتا (بلکہ قران ہی کرے گا) چنانچہ بعض لوگوں نے تو عمرہ کیا اور بعض لوگوں نے عمرہ نہ کیا اور چونکہ رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابی محرمات سے بچنے کی طاقت رکھتے تھے اور قربانی کے جانور بھی ان کے ساتھ تھے اس لئے حج کو عمرہ سے تبدیل نہ کر سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں رو رہی تھی، فرمایا بھولی بھالی عورت کیوں روتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی، فرمایا کوئی حرج نہیں تم بھی آدم کی بیٹی ہو، جو چیز خدا تعالی نے دیگر

عورتوں کے لئے مقرر فرمائی ہے تمہارے لئے بھی ہے تم برابر (سوائے طواف کے) اپنا حج جاری رکھو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو عمرہ بھی نصیب کر دے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حج کرنے کے لئے عرفات کی طرف چلے یہاں تک کہ منی میں پہنچ گئے وہاں پہنچ کر میں پاک بھی ہوگئی اور منیٰ سے نکل کر بیت اللہ کا طواف کیا، پھر تیرھویں تاریخ کو ہم وادی محصب میں جا کر ٹھہرے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ اور عمرہ کا احرام بندھوا کر لے آؤ اور عمرہ سے فارغ ہو کر دونوں یہاں چلے آؤ میں تمہاری واپسی تک انتظار میں ہوں، حسب الحکم ہم دونوں حدود حرم سے خارج ہو گئے اور جب طواف سے فارغ ہو گئے تو سحر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں (عمرہ سے) فارغ ہو گئے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کوچ کر دینے کا حکم دیا، لوگوں نے کوچ کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ کا رخ کر کے چل دیئے۔ [بخاری شریف: ۱۴۸۵]

فائدہ:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی ناز برداریاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک فرمایا کرتے تھے جسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مبارک حیات کا ایک درخشاں باب بھی کہہ سکتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ بصیرت میں آپ کا ''مقام عالی'' بھی تصور کر سکتے ہیں اس لئے ان سے محبت رکھنا کہ ''ہر فرزند کی محبت کا مرکز اس کی ماں ہی ہوتی ہے'' یقیناً جنت میں داخلہ کا ذریعہ ہوگا۔

قصہ نمبر ۲۱۰: ایک جاہلی دستور، جو مٹا دیا گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو روئے زمین کا سب سے بڑا گناہ خیال کرتے تھے اور محرم کو بجائے صفر کے مقرر کر لیتے تھے یعنی صفر کو اشہر حرم میں داخل کر لیتے تھے اور محرم کو خارج کر دیتے تھے

اوران میں یہ نقل مشہور تھی ''جب اونٹ کی پشت اچھی ہو جائے اور زخم کا نشان مٹ جائے اور صفر کا مہینہ (یعنی محرم) تمام ہو جائے تو عمرہ کرنے والوں کو عمرہ کرنا حلال ہے'' لیکن رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ تھی اور آپ ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا تھا حضور ﷺ نے حکم دیا کہ عمرہ کر کے حج کا احرام اتار ڈالیں، صحابہ کو یہ بات کچھ گراں گزری، اس لئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ممنوعات احرام میں سے ہم کیا کیا چیزیں اب کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب کچھ''۔[بخاری شریف: ۱۴۸۹، ۳۶۲۰]

فائدہ:

۹ھ میں مسلمانوں پر حج فرض کیا گیا نبی مکرم سرور دو عالم ﷺ نے ''خلافت'' کا مسئلہ بھی سمجھا دیا اور ایک جاہلی دستور کو بھی مٹا دیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ''امیر الحج'' بنا کر روانہ فرما دیا اور خود آپ ﷺ نے ۱۰ھ میں حج فرمایا کیونکہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنی مرضی سے مہینوں کو آگے پیچھے کر لیتے تھے، محرم کا مہینہ آتا تو کہتے کہ اس دفعہ محرم بعد میں آئیگا، صفر پہلے آگیا ہے لیکن جب آپ ﷺ نے حج فرمایا تو اتفاق کی بات ہے کہ وہ اصل ماہ ذی الحجہ تھا، اس کے بعد اسے اب تک اس میں کوئی تبدیل نہیں کی جاسکی۔

قصہ نمبر ۲۱۱: ﴿تیرا حج بھی مقبول ہے اور عمرہ بھی﴾

ابو جمرہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حج تمتع کیا تو بعض لوگوں نے مجھے حج تمتع کرنے سے روکا، اس پر میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تیرا حج بھی قبول ہے اور عمرہ بھی، میں نے اس خواب کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی، آپ نے فرمایا تمتع کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے پھر فرمایا میرے پاس ٹھہر جاؤ میں تمہارے لئے اپنے مال میں کچھ حصہ مقرر کر دوں گا۔

شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جمرہ سے دریافت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

تمہارے لئے اپنے مال میں کیوں حصہ مقرر کرنا چاہتے تھے؟ ابو جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کیونکہ میرا خواب سنت کے موافق واقع ہوا تھا۔

ابوشہاب کہتے ہیں میں یوم ترویہ سے تین روز پہلے (یعنی ۵ ذی الحجہ کو) مکہ میں آیا اور میں نے تمتع کا احرام باندھا تھا۔ مکہ مکرمہ کے لوگ مجھ سے کہنے لگے کہ تمہارا حج مکی ہو جائے گا۔ (یعنی اس حج کا ثواب کم ہوگا) میں نے عطاء سے جا کر مسئلہ پوچھا، عطاء بولے کہ مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لئے جانور لئے تھے اس دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کر کے احرام کھول دو اور بال ترشوادو اور آٹھویں تاریخ تک بغیر احرام کے ٹھہرے رہو اور آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھ لینا اور تم جس چیز کے ارادے سے آئے ہو (یعنی فقط حج) اس کو عمرہ بنالو یعنی تمتع کرلو، اول عمرہ کرو پھر ۸ ذی الحجہ کے بعد حج کرنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم تمتع کیسے کر سکتے ہیں؟ حالانکہ ہم نے تو حج کے نام سے احرام باندھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو کچھ حکم دیا تھا ویسا ہی کرو، اگر میں قربانی کا جانور نہ لایا ہوتا تو جس طرح تم کو حکم دیا ہے ویسا ہی میں بھی کرتا لیکن اب میرا احرام اس وقت تک نہیں کھل سکتا جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے سے نہ لگ جائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر حکم کی تعمیل کی۔ [بخاری شریف: ۱۴۹۳ وغیرہ]

فائدہ:

جس عمل میں سنت کی نورانیت شامل ہو جائے اس کے مقبول ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اس اعتبار سے ''اتباع سنت'' قبولیت اعمال کیلئے ایک نسخہ کیمیا و اکسیر ہے جو قسمت والوں ہی کے ہاتھ لگتا ہے، یہ ایسا پارس ہے جو دوسروں کو بھی پارس بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے، یہ ایسا مقناطیس ہے جو اپنے ساتھ بہت سی چیزوں کو کھینچ لاتا ہے اور جس جس میں اتباع سنت کے جذبے کی چنگاری جل رہی ہو، ان سب کو اپنے ساتھ وابستہ کر کے سیدھے راستے پر لیجاتا ہے،

اے کاش! یہ جذبہ اور ولولہ ہم میں پھر سے پیدا ہو جائے۔

قصہ نمبر ۲۱۲: **﴿ایڑی کا کرشمہ﴾**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سب عورتوں سے پہلے حضرت اسماعیل کی والدہ ہاجرہ نے کمر کا پٹکا بنایا تھا تا کہ حضرت سارہ کو ان کے نشانات قدم معلوم نہ ہوں، بلکہ پٹکے کے کنارہ کی رگڑ سے مٹ جائیں۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر آئے اور بیت اللہ کے پاس ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم کے اوپر مسجد کے بالائی حصہ میں دونوں کو اتارا۔ حضرت اسماعیل ہاجرہ کا دودھ پیتے تھے اس زمانہ میں مکہ میں کوئی رہتا نہ تھا اور نہ وہاں پانی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں کو لا کر اتارا اور ان کے پاس ایک تھیلا جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشک جس میں پانی تھا چھوڑ کر منہ پھیر کر چل دیے۔ اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے ہو لیں اور کہنے لگیں ابراہیم آپ کہاں جا رہے ہیں ہم کو اس بیابان میں چھوڑے جاتے ہیں یہاں نہ کوئی مونس ہے نہ غم خوار۔ حضرت ہاجرہ نے اگرچہ یہ باتیں چند مرتبہ کہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منہ پھیر کر نہ دیکھا۔ حضرت ہاجرہ نے کہا تو کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا ہاں۔ ہاجرہ بولیں بس، پھر خدا تعالیٰ ہم کو تباہ نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر ہاجرہ ادھر لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم ادھر چلے گئے۔

جب مقام ثنیہ کے پاس پہنچ کر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی آنکھوں سے اوجھل ہوئے تو کعبہ کی طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر یہ کلمات فرمائے۔ الٰہی میں نے اپنی ذریت کو تیرے پاک مکان کے پاس بالکل ایسے میدان میں لا کر بسایا ہے جس میں کہیں کھیتی نہیں ہے۔ الخ۔

حضرت اسماعیل کی والدہ اسماعیل کو دودھ پلانے لگیں اور وہی پانی (پیاس کے وقت) خود پی لیتی تھیں۔ جب مشک کا تمام پانی ختم ہو گیا اور پیاس ان کو بھی لگی اور حضرت اسماعیل کو بھی اور حضرت اسماعیل کو پیاس کی وجہ سے زمین پر لوٹتا دیکھا تو دیکھنے کی تاب نہ رہی اور ایک طرف کو چل دیں۔ اس زمین سے سب سے زیادہ قریب پہاڑ صفا تھا لہٰذا اس پر

کھڑے ہو کر وادی کی طرف منہ کر کے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ شاید کوئی شخص نظر آ جائے لیکن کوئی دکھائی نہ دیا۔ مجبوراً کوہ صفا سے اتر آئیں۔ جب وادی میں پہنچیں تو پھر کرتہ کے دامن اٹھا کر مصیبت زدہ آدمی کی طرح ایک طرف دوڑیں اور وادی کو پار کر کے کوہ مروہ پر پہنچیں اور اس پر کھڑے ہو کر ادھر ادھر نظریں دوڑائیں کہ کوئی شخص شاید نظر پڑ جائے لیکن کوئی دکھائی نہ دیا۔ خلاصہ یہ کہ اسی طرح سات مرتبہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہی وجہ ہے کہ (حج کے زمانہ میں) لوگ صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخر کار جب ایک مرتبہ حضرت ہاجرہ مروہ پر پہنچیں تو وہاں ایک آواز سنائی دی تو خود یہ کہنے لگیں چپ رہ۔ دوسری بار بغور سنا تو پھر وہی آواز سنی۔ کہنے لگیں تو نے آواز تو سنا دی کاش تیرے پاس ہماری فریاد رسی بھی ہو سکتی۔ اتنے میں دیکھتی کیا ہیں کہ ایک فرشتہ زمزم کے پاس موجود ہے۔ فرشتہ نے زمین پر اپنی ایڑی ماری جس سے پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ اس پانی کو حوض کی طرح بنانے لگیں اور پانی کے آس پاس پتھروں کی منڈھیر باندھنے لگیں۔ اور چلو سے پانی لے کر مشک بھرنا شروع کر دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا خدا اسماعیل کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتی تو ایک چشمہ جاری ہو جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہاجرہ تو چلو سے مشک بھر رہی تھیں اور پانی برابر جوش مار کر ابل رہا تھا۔ حضرت ہاجرہ نے یہ پانی خود بھی پیا اور بچہ کو بھی دودھ پلایا۔ فرشتہ نے کہا تم ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ کرو۔ کیونکہ یہاں خدا کا گھر ہے یہ لڑکا اور اس کا باپ اس کو بنائیں گے اور اس کے رہنے والوں کو خدا تباہ نہیں کرے گا۔ کعبہ اس زمانے میں ٹیلہ کی طرح زمین سے کچھ بلند تھا۔ سیلاب آتا تھا تو دائیں بائیں ہو کر نکل جاتا تھا۔ اوپر نہ پہنچ سکتا تھا۔ حضرت ہاجرہ مدت تک اسی حالت میں رہیں۔

اتفاقاً ایک مرتبہ قبیلہ بنی جرہم کے لوگ کداء کے راستہ سے اس طرف کو گزرے اور مکہ کی نشیبی جانب فرد کش ہوئے کچھ پرندوں کو گھیرا بنا کر اڑتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے

یقیناً پانی کا چکر لگا رہے ہیں لیکن ہمیں تو اس وادی میں آتے ہوئے مدت ہوگئی یہاں تو پانی تھا نہیں (اب کہاں سے آ گیا) یہ کہہ کر ایک یا دو قاصد خبر لینے کے لئے بھیجے۔ قاصدوں نے آ کر پانی دیکھ کر واپس جا کر پانی کی اطلاع دے دی۔ قافلہ والے فوراً آ گئے۔

حضرت ہاجرہ اس وقت پانی کے پاس بیٹھے ہوئی تھیں۔ کہنے لگے اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے پاس آ کر ٹھہر جائیں۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا اچھا لیکن پانی پر تم کو ملکیت کا کوئی حق نہ ہوگا۔ قافلہ والوں نے کہا بہت اچھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اسماعیل کی والدہ کی عین مراد بر آئی۔ وہ رفیق چاہتی تھیں، سو رفیق مل گئے۔ چنانچہ قافلہ والے وہیں اتر گئے اور اپنے اہل و عیال کو بھی بلا لیا۔ یہاں تک کہ وہاں چند خاندان ہو گئے۔ وہ لڑکا (اسماعیل) جوان ہوا۔ قافلہ والوں سے عربی سیکھی اور جوان ہونے کے بعد سب سے حسین اور سب کا منظور نظر ہوا۔ قافلہ والوں نے اپنی ہی ایک عورت کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح بھی کرا دیا اور حضرت ہاجرہ کا بھی انتقال ہو گیا تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور جس چیز کو چھوڑ گئے تھے اس کی تلاش کرنے لگے حضرت اسماعیل علیہ السلام مکان پر موجود نہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل کی بیوی سے اسماعیل کو دریافت کیا بیوی نے کہا ہمارے کھانے کے لئے کچھ لینے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے طریقہ زندگی اور گزران کی صورت دریافت کی۔ بیوی نے کہا بہت بری گزرتی ہے ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں۔ اور کچھ اور بھی شکایت کی۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تیرا شوہر آ جائے تو اس سے میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دے۔ حضرت اسماعیل گھر آئے تو ان کو کچھ سن گن مل گئی تھی پوچھنے لگے کیا کوئی آیا تھا؟ بیوی نے کہا ہاں ایک بوڑھا آدمی آیا تھا یہ شکل اور یہ حلیہ تھا مجھ سے آپ کو دریافت کیا تھا میں نے اس کو بتا دیا پھر اس نے گزران کی صورت دریافت کی تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ ہم بہت تکلیف اور سختی میں ہیں۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا پھر کچھ اس نے تم کو نصیحت بھی کی ہے؟ بیوی نے کہا ہاں مجھ سے یہ کہہ گیا کہ آپ سے اس کا سلام کہہ دوں اور یہ کہہ دوں کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل

کر دیجئے۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور مجھے حکم دے گئے ہیں کہ تم کو چھوڑ دوں لہٰذا تم اپنے میکے کو چلی جاؤ۔ چنانچہ حضرت اسماعیل نے بیوی کو طلاق دے دی اور ایک اور عورت سے نکاح کر لیا۔

ایک مدت تک ابراہیم علیہ السلام نہ آئے۔ مدت دراز کے بعد پھر ایک روز تشریف لائے لیکن حضرت اسماعیل نہ ملے۔ بیوی سے دریافت کیا تمہارا شوہر کہاں ہے؟ بیوی نے کہا ہمارے لئے کچھ معاش تلاش کرنے گئے ہیں۔ فرمایا تمہارا کیا حال ہے طریقہ زندگی اور صورت معاش کیا ہے؟ بیوی نے کہا ہم بہت اچھے ہیں آرام سے گزرتی ہے گویا خدا تعالیٰ کا بیوی نے شکریہ ادا کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا تم لوگ کیا چیز کھاتے ہو؟ بیوی نے کہا گوشت۔ فرمایا کیا چیز پیتے ہو؟ بیوی نے عرض کیا پانی۔ حضرت ابراہیم نے کہا الٰہی ان کو گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں مکہ میں غلہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اگر غلہ ہوتا تو حضرت ابراہیم اس میں بھی برکت ہونے کی دعا کرتے۔ چونکہ حضرت ابراہیم نے اہل مکہ کے لئے گوشت و پانی میں برکت ہونے کی دعا کی تھی اسی وجہ سے سوائے اہل مکہ کے اور کوئی صرف گوشت اور پانی پر گزارہ نہیں کر سکتا اور نہ کسی کو صرف گوشت اور پانی موافق مزاج ہوتا ہے۔ خیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارا شوہر آجائے تو اس سے میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھے۔ جب حضرت اسماعیل گھر میں آئے تو بیوی سے دریافت کیا کیا کوئی آیا تھا۔ بیوی نے کہا جی ہاں۔ ایک خوبصورت بوڑھا آدمی آیا تھا اول تو مجھ سے آپ کو دریافت کیا میں نے بتا دیا۔ پھر طریقہ گزران پوچھا میں نے کہہ دیا کہ خوب مزہ سے گزرتی ہے اس نے آپ کو ایک پیام دیا سلام کہا اور یہ کہا ہے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو قائم رکھو۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے مراد تمہاری ذات ہے مجھے انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم کو طلاق نہ دوں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم مدت تک تشریف نہ لائے۔

ایک دن حضرت اسماعیل زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے تیر بنا رہے تھے کہ حضرت ابراہیم تشریف لے آئے۔ حضرت اسماعیل نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور جس طرح باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے وہی برتاؤ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے باہم کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اسماعیل! خدا تعالیٰ نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل نے عرض کیا تو جو کچھ خدا نے حکم دیا ہے اس کو پورا کیجئے۔ فرمایا تو کیا تم میری مدد کرو گے۔ اسماعیل نے کہا (جی ہاں) میں مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیم نے ایک اونچے ٹیلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہاں ایک مکان بناؤں اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام و حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مکان کی بنیادیں اٹھائیں۔ حضرت اسماعیل پتھر اٹھا کر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے تھے جب دیواریں کچھ اونچی ہو گئیں تو حضرت ابراہیم نے یہ پتھر (مقام ابراہیم) لا کر رکھا تا کہ اس پر کھڑے ہو کر دیوار بنا سکیں۔ بہر حال حضرت اسماعیل پتھر دیتے جاتے تھے اور حضرت ابراہیم بناتے جاتے تھے اور دونوں صاحبان بناتے ہوئے کہتے تھے **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم.** جب تعمیر ہو گئی تو مکان کے آس پاس گھومتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے الٰہی ہماری طرف سے اس کو قبول فرما کیونکہ تو بلاشبہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ [بخاری شریف: ۳۳۶۴، ۳۳۶۵]

قصہ نمبر ۲۱۴: ﴿میں خانہ کعبہ کے دو دروازے بناتا﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تیری قوم کی جاہلیت کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو شہید کرنے کا حکم دیتا اور پھر وہ حصہ اس میں داخل کر دیتا جس کو علیحدہ کر لیا گیا ہے اور (چوکھٹ کو) زمین کے برابر کر دیتا اور مشرقی غربی دو دروازے بناتا اور اس طرح سے خانہ کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر پہنچا دیتا۔

اسی حدیث کی بناء پر حضرت ابن زبیر (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسہ نے) کعبہ کو شہید کیا تھا، یزید کا بیان ہے کہ میں اس وقت موجود تھا جب کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو ڈھا کر از سر نو تعمیر کیا تھا اور حطیم کو اس میں داخل کیا تھا اور میں نے بنیاد ابراہیم کے پتھر اونٹ کے

کوہان کی طرح دیکھے تھے، جریر کہتے ہیں میں نے یزید سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کی ہوئی بنیاد کس جگہ ہے؟ یزید نے کہا میں دکھاتا ہوں، میں یزید کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا حطیم میں پہنچ کر یزید نے ایک طرف اشارہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیاد اس جگہ ہے، جریر کہتے ہیں میں نے اندازہ کیا تو وہ جگہ حطیم سے تقریباً چھ ہاتھ کے فاصلے پر تھی۔ [بخاری شریف: ۱۵۰۹ وغیرہ]

فائدہ:

''بناء کعبہ'' کیلئے قریش نے جس مقدس جذبے اور ارادے سے کام لیا تھا کہ اس میں حرام مال کا ایک پیسہ بھی نہیں لگایا، وہ جذبہ انتہائی مبارک تھا، تاہم حلال روپے کی قلت نے انہیں کچھ حصہ ''جو بیت اللہ میں شامل تھا'' اسے خارج کرنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے اس کے گرد محرابی شکل کی ایک دیوار تعمیر کر دی تا کہ مناسب موقع آنے پر حلال پیسے وافر ہونے کی صورت میں اسے بیت اللہ کی تعمیر میں شامل کر لیا جائے لیکن ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکا جب تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عنان خلافت کو سنبھال نہیں لیا اور ان ہی کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دیرینہ آرزو کی تکمیل ہوئی۔

قصہ نمبر ۲۱۴: ﴿اسی لئے تو میں ان کی پیروی کر رہا ہوں﴾

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ کے اندر بیٹھا ہوا تھا شیبہ بولے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی جگہ بیٹھے تھے اور آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ کعبہ کے اندر کوئی سونا چاندی نہیں چھوڑوں گا، سب تقسیم کر دوں گا میں نے کہا آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا تھا، فرمایا (چونکہ) وہ دونوں (کامل) انسان تھے اسی لئے تو میں بھی ان کی پیروی کر رہا ہوں۔ (اور ایسا نہیں کرتا) [بخاری شریف: ۱۵۱۷، ۶۸۴۷]

فائدہ:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مصطفائے خدا کا سب

سے بڑا شیدائی اور کون ہوسکتا تھا؟ ان سے بڑھ کر اتباع سنت کا جذبہ کس میں ہوسکتا تھا؟ ان سے بڑھ کر آقائے کائنات کی عزت وناموس کا محافظ اور کون ہوسکتا تھا؟ اس لئے تاریخ اپنی جگہ حیران ہے، مؤرخین اپنی جگہ انگشت بدنداں ہیں، قارئین اپنی جگہ سرگرداں ہیں لیکن اتباع سنت کا یہ پیکر ہر کسی سے ماوراء ہوکر اپنی دھن میں مصروف اور دنیا کو یہ درس دیئے جا رہا ہے کہ دیکھنا! دنیا میں الجھ کر دامن ایمان کو تار تار نہ کر لینا۔

قصہ نمبر ۲۱۵: ﴿میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے﴾

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا تھا میں یقیناً جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر رسول اللہ ﷺ کو میں نے تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا اس کے بعد فرمایا اب ہم کو اکڑ کر چکر لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ پہلے تو ہم مشرکوں کو دکھانے کے لئے ایسا کرتے تھے اور خدا نے ان کو ہلاک کر دیا اس کے بعد فرمایا لیکن یہ فعل رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اس لئے اس کو ترک کرنا ہم پسند نہیں کرتے۔ [بخاری شریف: ۱۵۲۸، ۱۵۲۰]

فائدہ:

اس مقام پر حجر اسود کی تاریخی اہمیت بیان کرنا مقصود ہے اور نہ ہی اس کے فضائل وفواضل، البتہ اتنی بات ضرور قابل ذکر ہے کہ جنت سے آنے والے اس مقدس ومتبرک پتھر میں اگر کسی کو نفع نقصان پہنچانے کی اہلیت اور صلاحیت نہیں ہے تو پھر دنیا بھر کے کسی مزار کی اینٹ پتھر میں یہ صلاحیت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ پھر سوچئے! کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ ایمانی حرارت کا کیسا منہ بولتا ثبوت ہے اور مخالفین کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقیدے کی اصلاح نصیب فرمائے۔ آمین۔

قصہ نمبر ۲۱۶: ﴿کھجور کا شربت﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پانی کی سبیل پر تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے فضل سے کہا فضل! جا

کرا پنی والدہ سے کھجور کا شربت لے آؤ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے (یہ ہی) پانی پلاؤ حضرت ابن عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں (یہ پانی حضور ﷺ کے پینے کے لائق نہیں ہے) فرمایا یہ ہی دے دو، چنانچہ آپ ﷺ نے وہ ہی پانی پیا اور پھر چاہ زمزم پر تشریف لائے، لوگ اپنے کام میں مشغول تھے اور پانی پلا رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کام کئے جاؤ تم نیک کام میں مشغول ہو پھر فرمایا اگر کثرت ہجوم کی وجہ سے تمارے مغلوب ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی اتر کر پانی کی رسی اپنے کندھے پر رکھتا اور لوگوں کو پانی پلاتا۔ [بخاری شریف:۱۵۵۴]

فائدہ:

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ کھجور کا شربت پینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ اپنی ضرورت کی تکمیل بھی ہے، تفریح طبع بھی ہے، مقوی غذا بھی ہے، یہیں سے ایک اور بات بھی معلوم ہوگئی اور وہ یہ کہ بعض لوگ اسے خلاف تقویٰ سمجھتے ہیں کہ خوش طبعی کیلئے پانی اور دودھ کے علاوہ کسی اور قسم کا مشروب استعمال کیا جائے اس واقعے سے اس خیال کا باطل ہونا بھی واضح ہوگیا اور یہ بھی کہ تفریح طبع اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے خلاف تقویٰ نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس موقع پر حضور ﷺ نے اسے نوش نہیں فرمایا۔

قصہ نمبر ۲۱۷: ﴿شرعی منت کو پورا کرنا ضروری ہے﴾

حضرت نافع کہتے ہیں کہ جس سال حجاج بن یوسف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے آیا، اسی سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حج کا ارادہ کیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اس سال لوگوں میں لڑائی ہونے کا خطرہ ہے اور ہم کو خوف ہے کہ کہیں وہ آپ کو حج سے نہ روک دیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں بہترین راہ عمل ہے، اس وقت میں وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا، میں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں عمرہ کو اپنے اوپر واجب کر چکا ہوں چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چل دیئے، جب بیداء میں پہنچے تو فرمایا حج اور عمرہ کی حالت ایک ہی سی ہے لہٰذا میں عمرہ کے ساتھ ساتھ اپنے

اوپر حج بھی واجب کرتا ہوں، اس کے بعد آپ نے وہ قربانی ساتھ لی جو مقام قدید میں خریدی تھی اور افعال حج وعمرہ میں کوئی کمی بیشی نہیں کی نہ قربانی کی اور نہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا، سر منڈوایا نہ بال ترشوائے یہاں تک کہ دس ذی الحجہ کا دن ہوا تو آپ نے قربانی کی، سر منڈوایا اور خیال کیا کہ پہلا طواف کر کے حج وعمرہ کا طواف پورا ہوگیا (اس لئے آپ نے احرام کھول دیا اور) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔

[بخاری شریف: ۱۸۵۸، ۱۸۸۹]

فائدہ:

منت عام طور پر دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ کسی جائز اور شرعی کام کی منت ماننا مثلاً نماز، روزہ یا صدقہ وخیرات کی منت ماننا۔

۲۔ کسی ناجائز یا غیر شرعی کام کی منت ماننا جیسے چوری، ڈاکہ، بدکاری اور غصب وغیرہ کی منت ماننا۔

ان میں سے اول الذکر کو پورا کرنا ضروری اور واجب ہے، جبکہ مؤخر الذکر کو پورا نہ کرنا ضروری اور واجب ہے، اگر اسے پورا کیا تو قابل سزا گناہ کا مرتکب ہوگا۔

قصہ نمبر ۲۱۸: ﴿علم اسے کہتے ہیں﴾

حضرت عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ''صفا ومروہ خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان میں سعی کرلے'' عروہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان دونوں کا طواف یعنی سعی نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا بھانجے! تو نے غلط کہا جو مطلب آیت کا تو نے بیان کیا ہے اگر ایسا ہوتا تو بجائے **ان یطوف بھما**، **ان لایطوف بھما** ہوتا ''اگر طواف نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے''

درحقیقت یہ آیت انصار کے بارہ میں نازل ہوئی تھی انصار جس دیوی کی پرستش

کرتے تھے اسی کے لئے احرام باندھا کرتے تھے اور احرام کرنے الا صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کو گناہ جانتا تھا، جب انصار مسلمان ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پہلے تو ہم صفا ومروہ کے درمیان دوڑنے کو گناہ سمجھتے تھے، اب کیا کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا ومروہ کے درمیان دوڑنے کو سنت (واجبہ) قرار دیا ہے لہٰذا کوئی اس کو ترک نہیں کر سکتا۔ عروہ کہتے ہیں میں نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو دی تو آپ نے فرمایا یہ حکم میں نے اس سے پہلے کسی سے نہیں سنا تھا بلکہ میں نے تو بہت سے اہل علم سے یہ سنا کہ سواء ان لوگوں کے جن کا تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا ہے اور لوگ جب منات نامی دیوی کے لئے احرام باندھتے تھے تو صفا ومروہ کے درمیان سعی کیا کرتے تھے، لیکن خدا تعالیٰ نے جب قرآن میں طواف بیت اللہ کا تذکرہ کیا تو صفا ومروہ کا ذکر ہی نہیں کیا، اس لئے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ پہلے تو ہم صفا ومروہ کے درمیان دوڑتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے آیت طواف میں صفا ومروہ کا ذکر نہیں کیا اب اگر ہم صفا ومروہ کے درمیان سعی کریں تو کیا کچھ حرج ہے؟ اس پر خدا تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اب میں جانتا ہوں کہ یہ آیت دونوں فرقوں کے حق میں وارد ہوئی ہے ان لوگوں کے حق میں بھی جو جاہلیت میں صفا ومروہ کی سعی میں حرج سمجھتے تھے اور ان لوگوں کے حق میں بھی جو پہلے تو سعی کیا کرتے تھے لیکن جب اسلام میں خدا تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کا ذکر نہیں کیا تو اس سے وہ لوگ سعی کو گناہ سمجھنے لگے آخر کار خدا تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرما دیا۔

[بخاری شریف: ۱۵۶۱، ۱۶۹۸، ۴۵۸۰]

فائدہ:

مندرجہ بالا واقعہ کو مکرر پڑھئے اور صدیقہ کائنات کی ذہانت، نکتہ سنجی اور علمی قابلیت کی داد دیجئے جس نے ایک انتہائی اہم مسئلہ کو کس آسانی سے حل کر دیا، یقین جانئے!

کہ عربی دانی اور فصاحت و بلاغت کا یہ ذوق ان میں فطری تھا، ان کے والد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علم الانساب کے سب سے بڑے ماہر اور عربی ادب کے بہت بڑے شہسوار و شناور تھے جوان سے منتقل ہو کر ان کی لائق صد رشک بیٹی کو حاصل ہوا تھا اور انہوں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا، پھر صحبت نبوی نے اس میں ایک نئی روح پھونک دی، ان کی صلاحیتوں کو صیقل کر دیا اور وہ ایسے علوم کی حامل ہو گئیں کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے دینی مسائل میں ان ہی سے رجوع کرتے تھے۔

قصہ نمبر ۲۱۹: ﴿آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیرات نہیں کھاتی﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت کھجوریں کاٹی جاتی تھیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (زکوٰۃ کی) کھجوریں لائی جاتی تھیں ادھر ایک شخص لاتا تھا، ادھر دوسرا شخص، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا تھا (ایک دن) حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کھجوروں سے کھیلنے لگے اور کھیلتے کھیلتے ایک صاحبزادے نے ایک کھجور لے کر منہ میں رکھ لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا، فوراً ان کے منہ سے نکالی اور فرمایا کہ کیا تم کو علم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد خیرات نہیں کھاتی۔ [بخاری:۱۴۱۴]

فائدہ:

زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کے ذریعے مال کی ایک مقررہ مقدار کو نکال کر باقی مال کو پاک کرنا مقصود ہوتا ہے، اس اعتبار سے وہ نکالی ہوئی مقدار پاکیزگی کے مقام سے دور ہو گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی سے ہی تو دنیا کو پاکیزگی کا شعور نصیب ہوا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسے استعمال کرنا جائز نہیں اور ان کے واسطے سے ان کی اولاد کی طرف بھی یہ حکم منتقل ہو گیا اور اب قیامت کی صبح تک سادات کیلئے زکوٰۃ و خیرات حرام ہے۔

قصہ نمبر ۲۲۰: ﴿اجتماعی برکات﴾

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم دوشیزہ لڑکیوں کو (عید کی نماز وغیرہ کے لئے) باہر نکلنے سے منع کرتے تھے، اتفاق سے اس زمانہ میں ایک عورت آئی اور

قصر بنی خلف میں آ کر اتری، اس نے یہ قصہ بیان کیا کہ میری بہن کا نکاح ایک صحابی سے ہوا تھا اور میرا بہنوئی حضور اقدس ﷺ کے ہم رکاب بارہ غزوات میں شریک ہوا تھا جن میں سے چھ غزوات میں میری بہن ساتھ تھی اور میری بہن بیان کرتی تھی کہ ہم زخمیوں کی دوا دارو اور بیماروں کی تیمارداری میدانِ جنگ میں کیا کرتے تھے۔

میری بہن کہتی تھی کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو اور وہ باہر نہ جا سکے تو کیا کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے ساتھ والی عورت اس کو اپنی چادر اڑھا دے اور مناسب ہے کہ وہ مسلمانوں کی مجالس خیر اور دعا کے موقعوں پر شریک ہو۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے ان سے یہ حدیث دریافت کی، ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا قاعدہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ زبان پر لاتی تھیں تو یہ ضرور کہتی تھیں کہ میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان، چنانچہ جب ہم نے ان سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے، تو حسب عادت وہ بولیں ہاں! ٹھیک ہے، میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان، حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ دوشیزہ لڑکیاں اور پردہ نشین عورتیں نیز ایام والی عورتیں عیدگاہ وغیرہ موقعوں پر باہر نکلیں اور مسلمانوں کی مجالس خیر اور دعا کے مقامات میں شریک ہوں مگر ایام والی عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ رہیں میں نے کہا کیا ایام والی عورتیں بھی شریک ہوں؟ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ایام والی عورتیں کیا عرفات اور فلاں فلاں مقامات (مزدلفہ و منیٰ) میں نہیں جاتی ہیں، پھر عیدگاہ جانے میں کیا حرج ہے۔ [بخاری شریف: ۱۵۶۹]

فائدہ:

اجتماعی برکات کا حصول اجتماعی عبادات ہی میں ممکن ہوتا ہے، شریعت نے مرد و عورت کی جسمانی ضروریات کی طرح روحانی ضروریات کی تکمیل کیلئے بھی مختلف مواقع پر مختلف اجتماعات نصیب فرمائے جن میں سب سے اہم موقع ''عیدین'' کا ہے، اگر کچھ نہ بھی ہو تو اتنے بڑے اجتماع میں نماز کیلئے شرکت کرنا، اجتماعی طور پر دعائیں کرنا اور ان پر آمین

کہنا یقیناً اجتماعی برکات کے حصول کا پیش خیمہ ہوگا۔

قصہ نمبر ۲۲۱:

﴿حجاج، حُجاج کے ساتھ﴾

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مرواج نے حجاج کو لکھا کہ حج کے احکام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہ کرنا، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن سورج ڈھلنے کے بعد تشریف لائے، میں آپ کے ہمراہ تھا، آپ نے حجاج کے خیمہ کے پاس پہنچ کر آواز دی، حجاج کسم سے رنگی ہوئی چادر پہنے ہوئے باہر نکلا اور کہنے لگا ابو عبدالرحمٰن (ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تم سنت کی پیروی کرنا چاہتے ہو تو ابھی چلو۔ حجاج نے کہا ابھی؟ آپ نے فرمایا ہاں! حجاج نے کہا اتنا تو ٹھہر جائیے کہ میں سر پر پانی ڈال لوں، غسل کر کے فوراً آتا ہوں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سواری سے اتر گئے تھوڑی دیر کے بعد حجاج بھی نکل آیا اور میرے اور میرے والد کے درمیان ہو کر چلنے لگا میں نے کہا کہ اگر تم سنت کی پیروی کرنا چاہتے ہو تو خطبہ چھوٹا پڑھنا اور وقوف عرفات کے لئے جلدی کرنا۔ حجاج میرے والد (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھنے لگا، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سالم صحیح کہتا ہے۔ [بخاری شریف: ۱۵۷۷، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰]

فائدہ:

جس شخص کا نامہ اعمال بلا مبالغہ ہزاروں صحابہ و تابعین کے خون سے رنگین ہو، جس کی محبوب غذا مسلمانوں کا خون ہو، جس کی تلوار ہر وقت اپنے ہی بھائیوں کیلئے ہمیشہ بے نیام رہی ہو، جس کا ظلم و ستم ہلاکو اور چنگیز خان کے ہم پلہ ہو، وہ اپنی تمام تر طاقت و شوکت کے باوجود اپنی حاجت برآری کیلئے اسی ایک دربار پر حاضری دیا کرتا تھا جہاں پہنچ کر شاہ و گدا، امیر و غریب، نیک و بد، سعید و شقی، نواب اور مزدور سب برابر ہو جاتے ہیں اور بزبان حال و قال اپنی عجز و درماندگی پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ ہر قسم کی بڑائی اور کبریائی اسی ذات پر سجتی ہے جسے "اللہ" کہا جاتا ہے۔

☆☆☆

قصہ نمبر۲۲۲:

ایک اور جاہلی دستور

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ قریش اور نسل قریش کے علاوہ باقی تمام لوگ برہنہ ہو کر طواف کیا کرتے تھے کیونکہ قریش خدا کے واسطے لوگوں کو خیرات دیا کرتے تھے مرد مرد کو کپڑے دیا کرتا تھا تا کہ ان کو پہن کر طواف کر لے اور عورت عورت کو کپڑے دیتی تھی، اور جس شخص کو قریش کپڑے نہیں دیتے تھے وہ برہنہ ہو کر طواف کرتا تھا، اور لوگ تو عرفات سے واپس ہوا کرتے تھے اور قریش مزدلفہ سے، میرے والد نے بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ سے بیان کیا تھا کہ آیت ثم افیضوا من حیث افاض الناس قریش کے متعلق نازل ہوئی تھی کیونکہ قریش ہی مزدلفہ سے طواف افاضہ کرتے تھے اس لئے ان ہی کو حکم ہوا کہ عرفات سے واپس ہوا کریں۔

[بخاری شریف:۱۵۸۲،۲۲۴]

فائدہ:

اسلام صفائی ستھرائی کے ساتھ ساتھ حفاظت بصارت وبصیرت کا درس بھی دیتا ہے اور اس کیلئے مناسب ہدایات بھی دیتا ہے جس میں سے سب زیادہ واضح وہ ہدایت ہے جس کے مطابق انسان کو اپنے اعضاء مستورہ کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کیلئے احرام وغیر احرام کی کوئی قید نہیں، مذکورہ واقعے کو اسی تناظر میں دیکھا جائے۔

قصہ نمبر۲۲۳:

بے سروسامان فاتح

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اپنے مکان میں اتریں گے؟ فرمایا عقیل نے (ورثا کے لئے) کون سا مکان یا گھر چھوڑ دیا ہے؟ عقیل اور ابو طالب کے دونوں بیٹے ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و جعفر رضی اللہ عنہ

وارث نہ ہوئے تھے کیونکہ موخر الذکر ہر دو حضرات مسلمان تھے اور مقدم الذکر دونوں کافر تھے۔ [بخاری شریف:۱۵۱۱]

فائدہ:

تاریخ نے بہت سے فاتح دیکھے ہوں گے اور ان کے جلوؤں کو بھی اپنے صفحات میں جگہ دی ہوگی لیکن ایسا فاتح چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا جو سب کچھ کر سکنے کے باوجود بھی اپنی سخاوت کے صدقے انتقام کی ہر آواز کو دبا دیتا ہے، جو سزا دینے کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کرنے کو پسند کرتا اور ترجیح دیتا ہے اور اپنی شان رحمت کے طفیل سب کو غلامی کی زنجیروں سے آزادی بخش دیتا ہے، یقیناً ہر قاری کا ذہن اس شخصیت کی طرف منتقل ہو گیا ہوگا جو میری مراد ہیں یعنی ہم سب کے آقا و مولیٰ، ہم سب کے دلوں کی دھڑکن اور وجہ تخلیق کائنات حضور نبی مکرم سرور دو عالم ﷺ (فداہ ابی وامی وروحی وجسدی)

قصہ نمبر ۲۲۴: مذاق اڑانے کی سزا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب صدقہ کے حکم والی آیت نازل ہوئی تو ہم اپنے کندھوں پر بوجھ اٹھا کر خیرات کیا کرتے تھے، اس زمانے میں اتفاق سے ایک آدمی نے بہت زیادہ خیرات کی تھی (منافق) کہنے لگے کہ یہ شخص ریاکار ہے پھر ایک اور شخص نے صرف ایک صاع غلہ خیرات کیا تو منافقین کہنے لگے خدا کو اس کے اس (ایک) صاع کی کیا ضرورت ہے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "جو لوگ ان مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور خالص اپنی کمائی سے دیتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں، خدا تعالیٰ ان کو مذاق اڑانے کی سزا دے گا اور ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔"

[بخاری شریف:۱۳۴۹]

فائدہ:

جو لوگ خود کچھ نہیں کر سکتے وہ دوسروں کو بھی کچھ کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے، بلکہ کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں جسے پروردگار عالم بھی اچھا نہیں سمجھتا اور بندے بھی اچھا

نہیں سمجھتے، اور لطف کی بات یہ ہے کہ مذاق اڑانے والے خود بھی امن وسکون سے نہیں رہتے اس لئے ان کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا بھی امن وسکون کی زندگی کیوں گزارے؟ اے کاش! ہم اپنے ذوق کو تبدیل کر سکیں۔

قصہ نمبر ۲۲۵: ﴿بعض لوگ لکھ پتی ہیں﴾

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ہم لوگوں کو خیرات کرنے کا حکم دیتے تھے تو ہم میں سے بعض لوگ بازار جا کر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کر کے تقریباً تین پاؤ غلہ حاصل کر کے خیرات کرتے تھے اور اس زمانے میں تو بعض لوگ لکھ پتی ہیں (پھر بھی خیرات نہیں دیتے)۔ [بخاری شریف: ۱۳۵۰، ۲۱۵۳، ۴۳۹۲]

فائدہ:

اگر نگاہ تصور کو وسیع کیا جا سکے تو مخاطب اپنی سوچ کے دائرے کو بھی وسیع کر سکتا ہے، موجودہ زمانے میں بھی کسی آدمی کی مالداری کو بیان کرنے کیلئے محاوراتی زبان میں یہی جملہ استعمال کیا جاتا ہے کہ "فلاں آدمی تو لکھ پتی ہے" اور یہ ایک مشاہداتی چیز ہے کہ جو جتنا مالدار ہوتا ہے اتنا ہی کنجوس ہوتا ہے اور جو جتنا غریب ہوتا ہے اتنا ہی حوصلہ مند ہوتا ہے اور اپنے حوصلے کے مطابق کسی موقع پر بھی اپنی سفید پوشی سے پردہ نہیں اٹھنے دیتا، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی نئی نسل میں حوصلہ مندی پیدا کریں۔

قصہ نمبر ۲۲۶: ﴿صدقہ کرنے میں تاخیر نہ کرے﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس قسم کا صدقہ سب سے افضل ہے، یعنی کس طرح کے صدقہ کا سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بہتر صدقہ یہ ہے کہ تو تندرست ہو اور ایسی حالت میں ہو کہ جس میں لوگ بخل کرتے ہیں، ناداری کا خوف ہو اور مال داری کی آرزو ہو صدقہ کرنے میں اتنی تاخیر مت کر کہ جان حلق میں آ جائے اور تو کہے کہ فلاں شخص کو اتنا

مال دے دو کیونکہ مال تو اب وارثوں کا ہو چکا۔ [بخاری شریف: ۱۳۵۳، ۲۵۹۷]

فائدہ:

اس حدیث کو بار بار پڑھیے اور اپنے اردگرد کے ماحول پر نگاہ ڈال کر ایمانداری سے فیصلہ کر لیجئے کہ کیا ہمیں مرتے وقت ہی صدقہ خیرات یاد نہیں آتا؟ کیا مرتے وقت ہی ہمیں نیکی کے دوسرے کام یاد نہیں آتے؟ کیا جان کنی کے وقت ہی ہم اپنے وارثوں کے حق پر ڈاکہ نہیں ڈالتے؟ یاد رکھیں! اپنی زندگی اور تندرستی میں آپ اپنے ہاتھ سے جو صدقہ و خیرات کر کے ثواب کما سکتے ہیں اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

قصہ نمبر ۲۲۷: ﴿تمہیں اس کا ثواب مل گیا﴾

حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے، میرے والد نے اور میرے دادا نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی، اور حضور ﷺ ہی نے پیام بھیج کر میرا نکاح کرایا تھا۔ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے پاس ایک جھگڑا لے کر گیا، جھگڑا یہ تھا کہ میرے والد نے صدقہ کرنے کے لئے کچھ دینار نکالے اور ایک شخص کو مسجد میں دے آئے، میں نے جا کر اس شخص سے اپنی ضرورت اور مجبوری بیان کی، مجھے معلوم نہ تھا کہ اسے والد صاحب ابھی پیسے دے کر گئے ہیں۔ اس نے ایثار کرتے ہوئے وہی دینار مجھے دیدیے۔ میں نے وہ دینار لے لئے اور والد کے پاس لے آیا، میرے والد نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے تجھے دینے کا تو ارادہ نہیں کیا تھا چنانچہ ہم دونوں یہ جھگڑا لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا یزید جو کچھ تم نے نیت کی اس کا ثواب تو تم کو مل گیا اور معن تم نے جو لے لیا وہ تمہارا ہے۔ [بخاری شریف: ۱۳۵۶]

فائدہ:

چونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور نیت ارادہ قلبی کا نام ہے اور ارادہ قلبی اللہ کے سامنے مخفی نہیں اور بندوں کی اس پر نگاہ نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہ معاملہ

کرتے ہیں جوان کے سامنے مخفی نہیں اور بندے اس کے مطابق معاملہ کرتے ہیں جوان کی نگاہ میں ہوتا ہے اسی لئے بعض اوقات بلکہ بسا اوقات ظاہر پر ہی فتوی دیا جاتا ہے۔

قصہ نمبر ۲۲۸: ﴿ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے﴾

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے والد کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ فرمایا ہاتھ سے کمائی کرے اور اس سے اپنے آپ کو بھی نفع پہنچائے، دوسروں کو بھی خیرات کرے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر یوں بھی نہ ملے؟ فرمایا مظلوم حاجت مندوں کی مدد کرے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ فرمایا لوگوں کو نیک بات بتائے اور برائی کرنے سے باز رہے یہی اس کی خیرات ہے۔ [بخاری شریف: ۱۳۷۶،۵۶۷۶]

فائدہ:

اگر صدقہ کا مفہوم "مال خرچ کرنے" کے ساتھ مقید کرنے کی بجائے تھوڑا سا وسیع کر لیا جائے تو ذہن میں پیدا ہونے والا یہ شبہ دور ہو جائے کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا کیسے لازم ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ہر آدمی کے پاس تو صدقہ کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی؟ مذکورہ واقعے سے اس کا جواب یہ سامنے آیا ہے کہ صدقہ کا مفہوم صرف مال خرچ کرنا نہیں بلکہ اس کا وسیع تر معنی "دوسروں کو نفع پہنچانا" ہے خواہ کسی بھی طریقے سے ہو، پیسے خرچ کر کے یا کسی کا دل خوش کر کے، کسی کو کھلا پلا کر یا کسی کی امداد کر کے، کسی کی حاجت برآری کر کے یا اچھی بات کر کے، غرض دوسروں کو نفع پہنچانے کا ہر طریقہ "صدقہ" ہے۔

قصہ نمبر ۲۲۹: ﴿کیا چاند چھپ گیا؟﴾

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا شب کے وقت مزدلفہ میں اتریں اور نماز پڑھنے کھڑی ہو گئیں، تھوڑی دیر

نماز پڑھنے کے بعد دریافت فرمایا بیٹا! کیا چاند چھپ گیا؟ میں نے کہا ابھی نہیں چھپا، انہوں نے پھر کچھ دیر نماز پڑھنے کے بعد دریافت فرمایا بیٹا! کیا چاند چھپ گیا؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا تو اب کوچ کر چلو، حسب الارشاد ہم چل دیئے یہاں تک کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے منیٰ میں پہنچ کر کنکریاں ماریں اور واپس آ کر اپنی جگہ پر فجر کی نماز پڑھی، میں نے کہا بھولی، میرا خیال ہے کہ ہم نے اندھیرے میں نماز پڑھ لی ہے، فرمایا بیٹا رسول اللہ ﷺ نے سواریوں (خواتین) کو اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ [بخاری شریف: ۱۵۹۵]

فائدہ:

چاند چھپ جانے سے مراد طلوع سحر ہے کہ صبح صادق ہوئی یا نہیں؟ اس واقعے سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ شریعت نے بہت سے امور میں عورتوں کو وہ سہولتیں دی ہیں جو مردوں کو نہیں دیں لیکن عورتیں اب بھی اپنے آپ کو قید میں جکڑا ہوا سمجھتی ہیں۔

قصہ نمبر ۲۳۰: ﴿تلبیہ کب تک؟﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ (حج کے ارادہ سے) مکہ مکرمہ چلا گیا، جب ہم دونوں مزدلفہ میں پہنچے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دونوں نمازیں (مغرب وعشاء) جدا جدا اذان واقامت سے پڑھیں اور دونوں نمازوں کے درمیان رات کا کھانا کھایا پھر فجر کی نماز ایسے وقت میں پڑھی کہ بعض لوگ تو کہتے تھے کہ فجر نکل آئی اور بعض کہتے تھے ابھی نہیں نکلی، نماز کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا یہ دونوں نمازیں اس جگہ غیر وقت میں پڑھی جاتی ہیں مغرب وعشا بے کی نماز تو اس وقت آ کر لوگ پڑھیں کہ خوب اندھیرا ہو جائے اور فجر کی نماز اس وقت پڑھنی چاہئے یہ بیان کرنے کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ مزدلفہ میں کچھ دیر ٹھہرے رہے، جب خوب اجالا ہو گیا تو فرمایا اگر اس وقت امیر المومنین (عثمان رضی اللہ عنہ) مزدلفہ سے چل دیتے تو سنت کے موافق ہوتا، عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مزدلفہ سے چل دیئے تھے یا بعد کو، بہرحال ابن

مسعود رضی اللہ عنہ رمی جمرہ تک برابر لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ دس ذی الحجہ کو کنکریاں پھینکیں اور لبیک موقوف کی۔ [بخاری شریف: ۱۵۹۹ وغیرہ]

فائدہ:

فقہ حنفی میں جو یہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ حاجی برابر اس وقت تک تلبیہ کہتا رہے جب تک کنکریاں مارنے کیلئے منی کے میدان میں پہنچ کر پہلی کنکری نہ مارے، پہلی کنکری کے ساتھ ہی تلبیہ موقوف ہو جائے گا۔ اس کی دلیل اور مستند ترین مآخذ یہی واقعہ اور حدیث ہے، اس کے علاوہ فقہ حنفی کے اکثر مسائل مضبوط اور مستند احادیث کے سہارے سے وابستہ ہیں لیکن اس تعصب کا کیا کیا جائے جو بعض لوگوں کو حقائق کا انکار کرنے پر مجبور کرتا ہے، ان کیلئے صرف دعاء خیر ہی کی جا سکتی ہے۔

قصہ نمبر ۲۳۱:

﴿ذبح کی اجرت﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی خبر گیری رکھوں، حسب الحکم میں خبر گیری کرتا رہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت تقسیم کروں حسب ارشاد میں نے گوشت بھی تقسیم کر دیا، اس کے بعد مامور فرمایا کہ میں ان کی جھولیں اور کھالیں بانٹ دوں میں نے کھالیں اور جھولیں بانٹ دیں، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اونٹوں کی خبر گیری رکھوں اور ان کے ذبح کرنے کی مزدوری اور اجرت میں ان کا کوئی حصہ نہ دوں۔ [بخاری شریف: ۱۶۲۹، ۱۶۲۱ وغیرہ]

فائدہ:

بڑی عید کے موقع پر یہ بات اکثر دیکھنے میں آتی ہے کہ بعض لوگ قربانی کرنے کے بعد اس کی کھال بطور اجرت کے قصاب کو دیدیتے ہیں اور اس میں کوئی قباحت ان کے نزدیک نہیں ہوتی، یاد رہے کہ یہ طریقہ غلط اور یہ رواج ناقابل تقلید ہے جس کی واضح ترین دلیل بخاری شریف کی یہی حدیث ہے جو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قصہ نمبر۲۳۲: ﴿کھاؤ اور جمع بھی کرو﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ قربانی کا گوشت منیٰ میں تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اجازت دے دی اور فرمایا کھاؤ اور جمع کر رکھو چنانچہ ہم کھانے لگے اور جمع بھی کرنے لگے، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم مدینہ پہنچنے تک وہی گوشت کھاتے رہے، عطاء نے جواب دیا نہیں۔ [بخاری شریف: ۱۶۳۲، ۲۸۱۸، ۵۱۰۸، ۵۲۲۷]

فائدہ:

دورِ جدید میں آلات جدیدہ کی ایجادات نے برتنے کی مختلف اشیاء کی حفاظت کو جس طرح آسان کر دیا ہے پہلے اتنا آسان نہ تھا مثلاً فریج ہی کو لے لیجئے کہ اس میں پورے پورے بکرے فریز کر لئے جائیں تب بھی وہ محفوظ رہتے ہیں اور قربانی کے جانور میں اس کی شرعی طور پر اجازت بھی ہے لیکن اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ ایک فقیر غریب مسلمان بھائی عید کے دن بھی قربانی کے گوشت کو ترس رہا ہو اور ہم پورے پورے بکرے فریز کر کے رکھ لیں، کیا انسانیت کا پاس لحاظ کرنے والا کوئی بھی آدمی ایسا کر سکتا ہے؟ یقیناً ہر صاحب دل آدمی کا جواب نفی میں ہوگا۔

قصہ نمبر۲۳۳: ﴿سورۂ بقرہ نازل کی گئی﴾

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سنا کہ حجاج منبر پر کھڑا ہوا یہ الفاظ کہہ رہا ہے "وہ سورت جس میں بقرہ کا تذکرہ ہے، وہ سورت جس میں آل عمران کا تذکرہ ہے، وہ سورہ جس میں نساء کا تذکرہ ہے" (یعنی سورۃ کی اضافت بقرہ، آل عمران اور نساء کی جانب نہیں کرتا تھا اور سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ نساء نہیں کہتا تھا) میں نے ابراہیم نخعی سے اس کا تذکرہ کیا، ابراہیم نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید روایت کرتے ہوئے کہتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے

جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارنے کا ارادہ کیا اس لئے نالہ کے اندر داخل ہوئے اور درخت کے مقابل پہنچ کر ٹھیک جمرہ کے سامنے کھڑے ہو کر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے گئے پھر فرمانے لگے قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی یہیں پر وہ شخص کھڑا ہوا تھا جس پر سورہ بقرہ نازل کی گئی تھی۔ [بخاری شریف: ۱۶۶۳، ۱۶۶۰ وغیرہ]

فائدہ:

''سورۂ بقرہ'' کا اگر لفظی معنی دیکھا جائے تو وہ ''گائے کی سورت'' یا گائے والی سورت بنتا ہے اور بظاہر یہ اتنا زیادہ معنی خیز نہیں محسوس ہوتا، جتنا یہ جملہ ''وہ سورت جس میں گائے کا تذکرہ کیا گیا ہے'' محسوس ہوتا ہے لیکن شریعت میں صاحب شریعت کے اقوال و افعال واجب الاتباع ہیں، کسی کی پسند یا ناپسند کا کوئی عمل دخل نہیں، جب حضور نبی مکرم سرور دو عالم ﷺ نے ان الفاظ کو استعمال فرمایا ہے تو ہمارے لئے انہیں ترک کرنے میں تو قباحت ہو سکتی ہے، استعمال کرنے میں نہیں۔

رجب میں عمرہ

قصہ نمبر ۲۲۴:

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے، وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس بیٹھے تھے اور کچھ لوگ مسجد کے اندر چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے چاشت کی نماز کے متعلق دریافت کیا فرمایا بدعت ہے، میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے تھے؟ فرمایا چار جن میں سے ایک رجب میں تھا، مجاہد کہتے ہیں ہم نے مناسب نہ سمجھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کریں (اس لئے خاموش ہو گئے)

اتنے میں ہم نے حجرے کے اندر سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی، عروہ نے آواز دے کر کہا ام المومنین! کیا آپ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول سن رہی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا کہہ رہے ہیں؟ عروہ نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے ہیں جن میں سے ایک عمرہ

رجب میں کیا تھا اور باقی ذی قعدہ میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خدا ابن عمر رضی اللہ عنہ پر رحمت نازل فرمائے یہ تو ہر عمرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کبھی عمرہ نہیں کیا۔ [بخاری شریف: ۱۶۸۵، ۱۶۸۶]

فائدہ:

ماہ رجب کی اہمیت زمانہ قدیم ہی سے مسلم رہی ہے اور زمانہ جاہلیت میں بھی اس کی اتنی اہمیت تھی کہ اگر اس مہینے میں کسی کو اپنے باپ کا قتل بھی مل جاتا تو ماہ رجب کی عظمت اس کے ذہن پر اتنی غالب ہوتی کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کو بھی کچھ نہیں کہتا تھا اور اس ماہ مبارک میں کثرت سے عمرہ کیلئے زائرین کی آمد ورفت رہا کرتی تھی، اسلام میں بھی اس کو برقرار رکھا گیا تاہم یہ بات صحیح نہیں ہے کہ رجب میں عمرہ کرنے سے دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ ثواب ملتا ہے۔

قصہ نمبر ۲۲۵: ﴿خدیجہ کبری رضی اللہ عنہا کیلئے بشری کبری﴾

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا، ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا، ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا ومروہ کو تشریف لے گئے ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی کی ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعی کی اور اہل مکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپاتے رہے کہ مبادا کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچائے۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے؟ عبداللہ نے جواب دیا نہیں، اس شخص نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے متعلق کیا فرمایا؟ عبداللہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدیجہ کو موتیوں کے اس مکان کی خوشخبری سنا دو جو جنت میں ان کے لئے ہے جہاں نہ کوئی تکلیف ہوگی نہ وہاں سے کوچ ہوگا۔ [بخاری شریف: ۱۶۹۹، ۱۵۲۳]

فائدہ:

جس کی مشقت اور محنت زیادہ ہوتی ہے اس کا اجر بھی اتنا ہی زیادہ بڑا ہوتا ہے، محسنہ اسلام نے اسلام اور صاحب اسلام ﷺ اپنے شوہر نامدار کی جس پر خلوص اور محنت و مشقت سے بھرپور خدمت کی وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے، جس سے صرف نظر کرنا کسی مؤرخ کے تعصب کی دلیل تو ہوسکتا ہے انصاف کبھی نہیں ہوسکتا۔ جزاھا اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

قصہ نمبر ۲۳۶: ﴿صیدِ حرم﴾

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک پڑاؤ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور سبھوں کا تو احرام تھا میرا احرام نہ تھا، اتنے میں ایک گورخر دکھائی دیا میں چونکہ جوتہ سینے میں مشغول تھا اس لئے میں نہ دیکھ سکا اور کسی نے مجھ سے کہا بھی نہیں لیکن ان کا خیال تھا کہ یہ خود دیکھ لے تو اچھا ہے، آخر کار میں نے جو گردن موڑ کر دیکھا تو گورخر نظر آیا، میں نے اٹھ کر فوراً گھوڑے پر زین رکھی اور سوار ہوگیا لیکن کوڑا اور برچھا بھول گیا، صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ آپ لوگ مجھے برچھا اور کوڑا اٹھا کر دے دیجئے تو انہوں نے انکار کردیا اور کہنے لگے خدا کی قسم! ہم تیری کسی طرح مدد نہ کریں گے، مجھے غصہ آیا لیکن خود اتر کر میں نے کوڑا اور برچھا لیا اور سوار ہو کر گورخر پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر کے لے آیا، گورخر شکار ہو چکا تھا سب لوگ اس کو کھانے پر پل پڑے، لیکن کھانے کے بعد ان کو شک ہوا (کہ ہمارا کھانا جائز تھا یا ناجائز) کیونکہ وہ سب احرام کی حالت میں تھے اور رسول اللہ ﷺ ہم سے آگے فروکش تھے، اس لئے ہم وہاں سے چل دیئے اور گورخر کی ایک دست میں نے چھپا رکھی تھی، ہم نے خدمت اقدس ﷺ میں پہنچ کر حکم دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اس کا کچھ حصہ باقی بھی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اور دست نکال کر پیش کی آپ ﷺ نے پوری دست کھالی حالانکہ آپ ﷺ بھی احرام کی حالت میں تھے۔

اس واقعے کی تفصیلات کیلئے بخاری شریف ہی سے ذیل کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

ابن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمرہ حدیبیہ کے سال میرے والد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ کے ہمرکاب) چلے تمام صحابہ نے احرام باندھ لیا تھا مگر میرے والد نے احرام نہ باندھا تھا اسی دوران میں حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ دشمن لڑنا چاہتا ہے، اس اطلاع کے بعد حضور ﷺ مکہ کی طرف رخ کر کے چل دیئے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کے ساتھ جا رہے تھے (راستہ میں) بعض لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسے، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک گورخر نظر پڑا فوراً گھوڑا اس کے پیچھے لگا کر جا کر اسے نیزہ مارا اور اس کو گرا دیا، لانے کے لئے دیگر صحابہ سے مدد مانگی لیکن تمام نے مدد کرنے سے انکار کر دیا، آخر کار سب نے اس کا گوشت کھایا اور چونکہ یہ خوف ہو گیا تھا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ سے جدا نہ ہو جائیں اس لئے میرے والد گھوڑا تیز بھگا کر حضور ﷺ کی تلاش میں چلے، کبھی تیز چلتے تھے اور کبھی معمولی رفتار سے۔

راستہ میں قبیلہ غفار کا ایک آدمی ملا، آدھی رات کا وقت تھا، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ حضور اقدس ﷺ کو تو نے کہاں چھوڑا ہے، وہ شخص بولا میں نے حضور ﷺ کو تعہن نامی (چشمہ) پر چھوڑا تھا اور آپ ﷺ کا ارادہ تھا کہ مقام سقیا میں پہنچ کر قیلولہ کریں، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ جستجو کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ نے حضور ﷺ کو سلام کہا اور ان کو خوف ہے کہ کہیں دشمن ان کو آپ تک نہ پہنچنے دے اور حضور ﷺ کو اس کی اطلاع بھی نہ ہو، حضور گرامی ﷺ یہ سن کر ٹھہر گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتظار کرنے لگے، لوگ آ کر مل گئے، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے گورخر کا شکار کیا تھا اس میں سے کچھ گوشت باقی ہے، حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ حالانکہ سب لوگ حالت احرام میں تھے۔

[بخاری شریف: ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۸۰، ۲۴۳۱، ۲۷۵۷، ۳۹۱۸، ۵۰۹۰، ۵۰۹۱، ۵۱۷۲، ۵۱۷۳]

فائدہ:

شکاری شکار کا ماہر ہوتا ہے جیسے حافظ، قرآن کا ماہر ہوتا ہے، قاری تجوید کا ماہر ہوتا

ہے، محدث حدیث کا ماہر ہوتا ہے اور مفسر تفسیر کا ماہر ہوتا ہے اور اسے اپنے شوق کی تکمیل کیلئے کوئی نہ کوئی موقع مل ہی جاتا ہے، مذکورہ واقعے کو اگر اسی تناظر میں دیکھا جائے تو بات سمجھنا زیادہ آسان ہوگا۔

قصہ نمبر ۲۳۷: **ایک ہولناک منظر**

ابو شریح کہتے ہیں کہ عمرو بن سعید (یزید کی طرف سے حاکم مدینہ) جس وقت (حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے) فوجیں بھیج رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ اے امیر مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں ایک حدیث آپ کے سامنے پیش کروں جس کو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہوکر فرمایا تھا، میرے کانوں نے اس کو سنا تھا اور جب حضور ﷺ نے فرمایا تھا تو میں نے اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھا تھا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا تھا، حضور ﷺ نے خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا تھا کہ مکہ کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا ہے بلکہ خدا نے حرم بنایا ہے اس لئے ہر اس شخص کے لئے جس کا خدا اور روز قیامت پر ایمان ہو، حلال نہیں کہ مکہ میں خوں ریزی کرے یا وہاں کے درخت کاٹے اور اگر رسول اللہ کے قتال کرنے کی وجہ سے کوئی شخص وہاں خوں ریزی کرنا جائز سمجھے تو اس سے کہہ دو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دے دی تھی تم کو نہیں دی، اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اجازت دن میں صرف ایک ساعت کے لئے ملی تھی آج اس کی حرمت پھر ویسی ہی ہوگئی ہے جس طرح کل تھی، مناسب ہے کہ یہ خبر حاضرین ان لوگوں کو پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں عمرو نے جواب دیا کہ ابو شریح! میں اس کو تم سے زیادہ جانتا ہوں حرم میں مجرم کو پناہ نہیں مل سکتی اور نہ اس شخص کو یہاں پناہ مل سکتی ہے جو خون کرکے یا چوری کرکے بھاگ کر آیا ہو۔ [بخاری شریف: ۱۷۳۵]

فائدہ:

رات میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تاریخ کے اوراق پلٹتے جارہے ہیں، ایک طرف مظلوم مدینہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ ہے، دوسری

طرف شہداء کربلا پر مظالم کی انتہا ہے اور تیسری طرف خانہ کعبہ پر سنگ باری ہو رہی ہے۔ سکان حرم پر آتشیں گولے برسائے جارہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد کو تیروں کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ہڑبڑا کر جو اٹھا تو تاریخ کی ایک کتاب سرہانے رکھی ہوئی تھی، پہلے ہی صفحے پر اس ظالم کا نام درج تھا جو آخری دنوں واقعوں کا مرکزی کردار تھا جس کے پاس شرف صحابیت تو بڑی دور کی بات، انسانی اخلاق بھی تو نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سانحوں میں شہید ہونے والوں کی تو یقیناً مغفرت فرما چکے ہوں گے، ان کے طفیل ہماری روسیاہی کو بھی معافی کی صافی سے صاف فرمادیں۔

قصہ نمبر ۲۳۸: ﴿منی کا ایک غار﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منی کے ایک غار میں تھے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ مرسلات نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لذت لے لے کر پڑھ رہے تھے اور میں دہن مبارک سے سن کر یاد کر رہا تھا کہ اوپر سے ایک سانپ کودا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مار ڈالو، ہم فوراً مارنے کو بڑھے لیکن سانپ چلا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس طرح تم اس کی بدی سے محفوظ رہے اسی طرح وہ بھی تمہارے شر سے محفوظ رہا۔ [بخاری شریف: ۱۷۲۳، ۴۶۳۶، ۴۶۴۷، ۴۶۵۰]

قصہ نمبر ۲۳۹: ﴿قیامت کے دن بھی لبیک کا ترانہ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک محرم شخص کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ مر گیا، اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو غسل دو، کفن دو لیکن سر نہ ڈھانکنا اور نہ خوشبو اس کے قریب لے جانا کیونکہ قیامت کے دن یہ لبیک کہتا ہوا اٹھایا جائے گا۔ [بخاری شریف: ۱۷۴۲، ۱۲۰۶]

فائدہ:

ایسے افراد کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں۔

قصہ نمبر۲۴۰: ﴿محرم کیلئے سر دھونے کا حکم﴾

عبداللہ بن حنین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مقام ابواء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ اختلاف ہوگیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ حالت احرام میں محرم کے لئے سر دھونا جائز ہے حضرت مسور نے کہا ناجائز ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری کے پاس بھیجا میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ غسل کر رہے تھے اور دو لکڑیاں کھڑی کر کے بیچ میں کپڑا تان کر اوٹ بنالی تھی (میری آہٹ پا کر) فرمایا کون شخص ہے؟ میں نے کہا میں عبداللہ بن حنین ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے آپ کے پاس یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں کس طرح سر دھوتے تھے، ابوایوب رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے کپڑا انیچا کیا تاکہ مجھے ان کا سر نظر آنے لگے پھر پانی ڈالنے والے آدمی سے کہا پانی ڈالو اس نے سر پر پانی ڈالا حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے سر پر دونوں ہاتھ ملے اور دونوں ہاتھوں کو پیچھے سے آگے اور آگے سے پیچھے لے گئے پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[بخاری شریف:۱۷۴۳]

قصہ نمبر۲۴۱: ﴿مجھ سے زیادہ کون محتاج ہوگا؟﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی خدمت مبارک میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہلاک ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا، اس نے عرض کیا کہ روزہ کی حالت میں میں نے بیوی سے جماع کرلیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو کوئی باندی یا غلام آزاد کرسکتا ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو کیا تیرے پاس اتنا کھانا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا سکے، اس نے عرض کیا نہیں، راوی کہتا ہے کہ یہ جوابات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، کچھ دیر کے بعد ہم بیٹھے ہوئے ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ڈیڑھ من کھجوروں کا ایک تھیلا لایا گیا، جس میں کھجوریں موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ مسئلہ دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو خیرات کردے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اپنے گھر والوں سے زیادہ محتاج لوگوں کو دوں، خدا کی قسم مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں (شرقی و غربی پہاڑوں) کے اندر میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے کہ آپ کے اگلے دانت ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے۔ [بخاری شریف: ۱۸۳۴،۱۸۳۵، ۲۴۶۰، ۵۰۵۳]

فائدہ:

یہ صرف انہی صحابی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

قصہ نمبر ۲۴۲:

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانیوالے تین صحابہ رضی اللہ عنہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سوائے غزوہ تبوک کے اور کسی جہاد میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوہ بدر سے رہ گیا تھا اور بدر میں شریک نہ ہونے والوں پر کوئی عتاب بھی نہیں کیا گیا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ صرف قریش کے قافلہ کو روکنے کے ارادے سے تشریف لے گئے تھے (لڑائی کا ارادہ نہ تھا) بغیر لڑائی کے ارادہ کے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی دشمنوں سے مڈبھیڑ کرا دی تھی میں بیعت عقبہ کی رات کو بھی حضور ﷺ کے ساتھ موجود تھا جہاں ہم سب نے مل کر اسلام کے عہد کو مضبوط کیا تھا اور میں یہ چاہتا بھی نہیں ہوں کہ اس بیعت کے عوض میں جنگ بدر میں حاضر ہوتا۔ اگرچہ بدر کی جنگ لوگوں میں اس سے زیادہ مشہور ہے۔

میرا قصہ یہ ہے کہ جس قدر میں اس جہاد کے وقت مال دار اور فراخ دست تھا اتنا کبھی نہیں ہوا خدا کی قسم اس جنگ کے لئے میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں اس سے پہلے کسی

جنگ میں میرے پاس دو سواریاں نہیں ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ اگر کسی جنگ کا ارادہ کرتے تھے تو دوسری لڑائی کا (احتمالی اور ذو معنی لفظ) کہہ کے اصل لڑائی کو چھپاتے تھے لیکن جب جنگ تبوک کا زمانہ آیا تو چونکہ سخت گرمی کا زمانہ تھا ایک لمبا بے آب و گیاہ بیابان طے کرنا تھا اور کثیر دشمنوں کا مقابلہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیا تا کہ جنگ کے لئے تیاری کر لیں اور حضور ﷺ کا جو ارادہ تھا وہ لوگوں سے کہہ دیا۔

مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کوئی رجسٹر ایسا تھا نہیں جس میں سب کے ناموں کا اندراج ہو سکتا۔ جو شخص جنگ میں شریک نہ ہونا چاہتا وہ سمجھ لیتا تھا کہ جب تک میرے متعلق وحی نازل نہ ہوگی میری حالت چھپی رہے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس جہاد کا ارادہ اس زمانہ میں کیا تھا جب میوہ جات پختہ ہو گئے تھے اور درختوں کے سائے کافی ہو چکے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اور سب مسلمانوں نے جنگ کی تیاری کی۔ میں بھی روزانہ صبح کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے کے ارادہ سے جاتا تھا لیکن شام کو بغیر کچھ کام سرانجام دیئے واپس آ جاتا تھا۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ (وقت کافی ہے) میں یہ کام پھر کر سکتا ہوں۔ اسی لیت و لعل میں مدت گزر گئی اور مسلمانوں نے سخت کوشش کر کے سامان درست کر لیا اور ایک روز صبح کو رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر چل دیئے اور میں اس وقت تک کچھ بھی تیاری نہ کر سکا لیکن دل میں خیال کر لیا کہ ایک دو روز میں سامان درست کر کے مسلمانوں سے جا ملوں گا۔

جب دوسرے روز مسلمان (مدینہ سے) دور نکل گئے تو سامان درست کرنے کے ارادہ سے چلا لیکن بغیر کچھ کام کئے واپس آ گیا۔ میری برابر یہی سستی رہی اور مسلمان جلدی جلدی بہت آگے بڑھ گئے۔ میں نے جا پہنچنے کا ارادہ کیا لیکن خدا کا حکم نہ تھا کاش میں مسلمانوں سے جا کر مل گیا ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اب جو میں کہیں باہر نکل کر لوگوں سے ملتا تھا اور ادھر ادھر گھومتا تھا تو یہ دیکھ کر مجھے غم ہوتا تھا کہ سوائے

منافقوں کے اوران کمزور لوگوں کے جن کو رسول اللہ ﷺ نے معذور سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔

راستہ میں رسول اللہ ﷺ کو کہیں میری یاد نہ آئی۔ جب تبوک میں حضور ﷺ پہنچ گئے تو لوگوں کے سامنے بیٹھ کر فرمایا یہ کعب نے کیا حرکت کی؟ ایک شخص نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ وہ اپنی دونوں چادروں کو دیکھتا رہا اور اسی وجہ سے نہ آیا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بولے خدا کی قسم تو نے بری بات کہی یا رسول اللہ ﷺ ہم کو اس پر نیکی کا احتمال ہے۔ حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب مجھے اطلاع ملی کہ حضور ﷺ واپس آ رہے ہیں تو مجھے فکر پیدا ہوئی اور جھوٹ بات بنانے کا ارادہ کیا اور دل میں سوچا کہ کس ترکیب سے حضور ﷺ کی ناراضی سے محفوظ رہ سکتا ہوں۔ گھر میں تمام اہل الرائے سے مشورہ بھی کیا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قریب ہی تشریف لے آئے تو میں نے تمام جھوٹ بولنے کے خیال دل سے نکال دیے اور میں سمجھ گیا کہ جھوٹ کی آمیزش کر کے میں حضور ﷺ کی ناراضگی سے نہیں بچ سکتا لہٰذا سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ صبح کو حضور ﷺ بھی تشریف لائے اور آپ ﷺ کا دستور تھا کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تھے تو شروع میں مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور پھر وہیں لوگوں سے گفتگو کرنے بیٹھ جاتے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا اور جنگ سے رہ جانے والے لوگ آ کر قسمیں کھا کھا کر عذر بیان کرنے لگے۔ ان سب کی تعداد کچھ اوپر اسی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سب کے ظاہر عذر کو قبول کر لیا اور بیعت کر لی۔ ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور ان کی اندرونی حالت کو خدا کے سپرد کر دیا۔

سب کے بعد میں نے حاضر ہو کر سلام کیا۔ حضور ﷺ نے غضب ناک طریقہ پر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا قریب آ جاؤ۔ میں قریب ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا تم کیوں رہ گئے تھے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا خریدی تو ضرور تھی۔ خدا کی قسم میں اگر آپ کے علاوہ کسی دنیا دار کے پاس بیٹھا

ہوتا تو اس کے غضب سے عذر پیش کر کے چھوٹ جاتا کیونکہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے خوش بیانی عطا فرمائی ہے۔ لیکن بخدا میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے آپ کے سامنے جھوٹی باتیں بنا دیں اور آپ مجھ سے راضی بھی ہو گئے تو عنقریب خدا تعالیٰ آپ کو مجھ پر غضب ناک کر دے گا۔ اور گر آپ سے سچی بات بیان کر دوں گا اور آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے تو امید ہے کہ خدا تعالیٰ (آئندہ) مجھے معاف فرما دے گا۔

خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہ تھا اور جس وقت میں حضور ﷺ سے پیچھے رہا تھا اس وقت سے زائد کبھی نہ میں مال دار تھا نہ فراخ دست۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس شخص نے سچ کہا اب تو اٹھ جا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ تیرے متعلق کوئی فیصلہ کرے۔ میں فوراً اٹھ گیا اور میرے پیچھے پیچھے قبیلہ بنی سلمہ کے لوگ بھی اٹھ کر آئے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم جانتے ہیں کہ تو نے اس سے قبل کوئی قصور نہیں کیا ہے (یہ تیرا پہلا قصور ہے) اور جس طرح اور جنگ سے رہ جانے والوں نے معذرت پیش کی تو کوئی عذر پیش نہ کر سکا۔ تیرے قصور کی معافی کے لئے تو رسول اللہ ﷺ کا دعا مغفرت کرنا ہی کافی تھا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم وہ مجھے برابر اتنی تنبیہ کر رہے تھے کہ میں نے دوبارہ حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر اپنے پہلے قول کی تکذیب کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن میں نے ان سے پوچھا کہ اس جرم میں میری طرح کوئی اور بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں تیری طرح دو آدمی اور بھی ہیں اور جو تو نے کہا ہے وہی انہوں نے کہا ہے اور ان کو وہی جواب ملا جو تجھے ملا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی یہ دونوں شخص جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے اور ان کی سیرت بہت بہترین تھی۔ جب انہوں نے ان دونوں آدمیوں کا تذکرہ کیا تو میں اپنے قول پر قائم رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف ہم تینوں سے کلام کرنے سے منع فرما دیا تھا اور دیگر جنگ سے غیر حاضر لوگوں سے بات چیت کرنے کی ممانعت نہ تھی۔

حسب الحکم لوگ ہم سے بچنے لگے اور بالکل بدل گئے۔ یہاں تک کہ تمام زمین مجھ کو اجنبی معلوم ہونے لگی اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ میں کیا کروں؟ میرے دونوں ساتھی تو

کمزور تھے گھر میں بیٹھ کر روتے رہے اور میں جوان اور طاقتور تھا بازاروں میں گھومتا تھا باہر نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا لیکن کوئی مجھ سے کلام نہ کرتا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بھی نماز کے بعد حاضر ہوتا تھا اور حضور ﷺ کو سلام کر کے دل میں کہتا تھا دیکھوں حضور ﷺ نے سلام کے جواب کے لئے لب مبارک ہلائے یا نہیں۔ پھر میں حضور ﷺ کے برابر کھڑا ہو کر نماز بھی پڑھتا تھا اور کن انکھیوں سے دیکھتا تھا کہ حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہیں یا نہیں۔ چنانچہ جب میں متوجہ ہوتا تھا تو حضور ﷺ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے اور جب میں منہ پھیر لیتا تھا تو آپ ﷺ میری طرف دیکھتے۔

جب لوگوں کی بے رخی بہت زیادہ ہوگئی تو ایک روز میں ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا کیونکہ ابوقتادہ میرا چچازاد بھائی تھا اور مجھے پیارا تھا۔ میں نے اس کو سلام کیا لیکن خدا کی قسم اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا ابوقتادہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم کو معلوم ہے کہ مجھے خدا اور رسول سے محبت ہے یا نہیں ابوقتادہ خاموش رہا۔ میں نے دوبارہ قسم دی لیکن وہ ویسے ہی خاموش رہا۔ تیسری بار قسم دینے پر اس نے کہا کہ خدا و رسول ہی خوب واقف ہیں۔ میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور پشت موڑ کر دیوار سے پار ہو کر چلا آیا۔

مدینہ کے بازار میں ایک دن میں جا رہا تھا کہ ایک شامی کاشتکاران لوگوں میں سے تھا جو مدینہ میں غلہ لا کر فروخت کرتے تھے اور بازار میں یہ کہتا جا رہا تھا کہ کعب بن مالک کا کوئی پتہ بتادے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ اس نے آ کر شاہ غسان کا ایک خط مجھے دیا جس میں یہ مضمون تحریر تھا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ساتھی (رسول اللہ ﷺ) نے تم پر ظلم کیا ہے اور خدا تعالیٰ نے تم کو ذلت کی جگہ اور حق تلفی کے مقام میں رہنے کے لئے نہیں بنایا ہے تم ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمہاری دل جوئی کریں گے"۔ خط پڑھ کر میں نے کہا یہ بھی میرا ایک امتحان ہے۔ میں نے خط لے کر چولہے میں جلا دیا۔

اسی طرح جب چالیس روز گزر گئے تو ایک روز رسول اللہ ﷺ کا قاصد

میرے پاس آیا اور کہنے لگا رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے کہا طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ قاصد نے کہا بیوی سے علیحدہ رہو اس کے پاس نہ جاؤ۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں ساتھیوں کو بھی کہلا بھیجا تھا۔ میں نے حسب الحکم اپنی بیوی سے کہا اپنے میکے کو چلی جاؤ وہیں رہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس معاملہ کے متعلق کوئی فیصلہ فرمائے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہلال بن امیہ کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ بہت بوڑھا ہے اور اس کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے اگر حضور ﷺ نامناسب نہ سمجھیں تو میں اس کا کام کر دیا کروں؟ فرمایا مناسب ہے لیکن وہ تیرے قریب نہ جائے۔ عورت نے عرض کیا خدا کی قسم اس کو تو کسی چیز کی حس ہی نہیں ہے۔ جب سے یہ واقعہ ہوا ہے آج تک برابر روتا رہتا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے بھی مجھ سے کہا اگر تم بھی اپنی بیوی کے لئے اجازت لے لو جس طرح ہلال کی بیوی نے لے لی تو تمہاری بیوی تمہاری خدمت کر دیا کرے گی۔ میں نے جواب دیا کہ میں حضور ﷺ سے اس کی اجازت نہیں مانگوں گا۔ معلوم نہیں آپ کیا فرمائیں کیونکہ میں جوان آدمی ہوں۔ اسی طرح دس روز اور گزر گئے اور پورے پچاس دن ہو گئے پچاس روز کے بعد فجر کی نماز اپنی چھت پر پڑھ کر میں بیٹھا تھا اور یہ حالت تھی کہ تمام زمین مجھ پر تنگ ہو رہی تھی اور میری جان مجھ پر وبال تھی اتنے میں ایک چیخنے والے نے نہایت بلند آواز سے کوہ سلع پر چڑھ کر کہا اے کعب بن مالک تجھے خوشخبری ہو۔ میں یہ سن کر فوراً سجدہ میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ کشائش کا وقت آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھ کر ہماری توبہ قبول ہونے کا اعلان کیا تھا۔ لوگ مجھے خوشخبری دینے آئے اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی کچھ خوشخبری دینے والے گئے ایک شخص اور گھوڑا دوڑا کر میرے پاس آیا اور بنی اسلم کے ایک آدمی نے سلع پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی اس کی آواز گھوڑے کے پہنچنے سے قبل مجھے آ گئی۔ جس شخص کی آواز میں نے سنی تھی جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو دے دیے۔ حالانکہ خدا

کی قسم! اس روز میرے پاس ان دونوں کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا نہ تھا۔ اور مانگ کر میں نے دو کپڑے پہن لئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں توبہ قبول ہونے کی مبارک باد دینے کے لئے جوق در جوق لوگ مجھے ملتے تھے اور کہتے تھے کعب! تجھے مبارک ہو تیری توبہ خدا نے قبول کر لی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آس پاس موجود تھے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر فوراً اٹھ کر دوڑتے ہوئے آئے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی اور خدا کی قسم طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ مہاجرین میں سے اور کوئی نہیں اٹھا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات میں نہیں بھولوں گا۔ میں نے پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اس وقت چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا کیونکہ خوشی کے وقت رسول اللہ ﷺ کا چہرہ ایسا چمکنے لگتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا اور یہی دیکھ کر ہم حضور ﷺ کی خوشی کا اندازہ کر لیا کرتے تھے۔

فرمایا کعب جب سے تو پیدا ہوا ہے سب دنوں سے آج کا دن تیرے لئے بہتر ہے تجھے اس کی خوشخبری ہو۔ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ خوشخبری حضور ﷺ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمایا میری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ میں حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی توبہ قبول ہونے کے شکریہ میں اپنے تمام مال سے علیحدہ ہو کر بطور صدقہ کے خدا و رسول کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کچھ مال روک رکھ۔ یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا اچھا میں اپنا خیبر والا حصہ روک لیتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سچ بولنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مجھے نجات بخشی ہے لہٰذا میری توبہ کا ایک جزو بھی ہے کہ جب تک زندہ ہوں سوائے سچائی کے کوئی بات نہ کہوں گا اور خدا کی قسم جب سے میں نے حضور ﷺ کے سامنے سچ بولا ہے اس روز سے آج تک میں نے نہیں دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے کسی مسلمان کو سچ بولنے کا اس سے بہتر انعام دیا ہو جیسا مجھے دیا اور مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھ کو باقی زندگی میں بھی جھوٹ بولنے بچائے گا۔ خدا تعالیٰ نے قبول توبہ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی تھی **لقد تاب اللّٰه علی النبی والمهاجرین الی قوله و کونوا مع الصادقین۔**

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم ہدایت اسلام کے بعد خدا تعالیٰ نے اس سچ کہنے سے بڑی کوئی نعمت مجھے عطا نہیں فرمائی کیونکہ اگر میں جھوٹ بولتا تو جس طرح جھوٹ بولنے والے ہلاک ہو گئے میں بھی ہلاک ہو جاتا۔ ان جھوٹ بولنے والوں کے حق میں خدا تعالیٰ نے آیت ذیل نازل فرمائی۔ **سیحلفون باللّٰہ لکم اذا انقلبتم الی قولہ فان اللّٰہ لا یرضی عن القوم الفاسقین.**

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جن لوگوں نے قسمیں کھا کر اپنی معذرت پیش کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی معذرت قبول کر لی تھی ان سے بیعت لے لی تھی اور ان کے لئے دعا مغفرت کی تھی ان کے واقعہ کے بعد ہم تینوں کا (قبول توبہ کا) واقعہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے معاملہ میں ڈھیل چھوڑ دی تھی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ کیا۔ آیت وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا میں تینوں کے پیچھے رہنے سے جنگ سے رہ جانا مقصود ہے۔

قصہ نمبر ۲۴۳: ﴿واقعہ افک﴾

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تھے تو بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے تھے جس بیوی کا نام نکل آتا اس کو ہمراہ لے جاتے تھے ایک مرتبہ کسی جہاد کے موقع پر جو آپ ﷺ نے قرعہ ڈالا تو میرا نام نکل آیا۔ میں حضور ﷺ کے ساتھ چل دی اور چونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا اس لئے میں ہودے کے اندر سوار تھی ہودہ ہی اٹھایا جاتا تھا اور وہی اتارا جاتا تھا۔ (اسی طرح) ہم برابر چلتے رہے جب رسول اللہ ﷺ اس جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور واپس ہو کر مدینہ منورہ کے قریب آگئے تو ایک شب آپ ﷺ نے کوچ کرنے کا اعلان کیا۔ اعلان ہونے کے بعد میں اٹھی اور پیدل جا کر لشکر سے آگے بڑھ گئی اور رفع ضرورت کے بعد اپنے کجاوہ کے پاس آگئی۔ یہاں جو سینہ ٹٹول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ موضع ظفار کے پوتھ کا بنا ہوا میرا ہار کہیں ٹوٹ کر گر گیا۔ میں لوٹ کر ہار کی جستجو کرنے لگی اور ہار تلاش کرنے کی وجہ سے (جلد) نہ آسکی ادھر جو لوگ مجھے کجاوہ پر سوار کرایا کرتے تھے انہوں نے میرے ہودہ

کو اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی اور ان کا خیال یہی ہوا کہ میں ہودہ کے اندر موجود ہوں کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں بھاری بھر کم اور فربہ اندام نہ ہوتی تھیں کیونکہ عورتوں کی خوراک کم ہوتی تھی یہی وجہ تھی کہ اٹھاتے وقت لوگوں کو علم نہ ہو سکا اور میں تو ویسے ہی کم عمر لڑکی تھی۔

لوگ اونٹ اٹھا کر چل دیئے اور لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا۔ پڑاؤ پر لوٹ کر آئی تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ مجبوراً میں نے اسی جگہ پر بیٹھے رہنے کا قصد کیا جہاں اتری تھی۔ اور یہ خیال کیا کہ جب میں وہاں نہ ملوں گی تو لوگ میرے پاس لوٹ کر آئیں گے وہاں بیٹھے بیٹھے میں نیند سے مغلوب ہو کر سوگئی۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ سلمی لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے۔ صبح کو میری جگہ پر آ کر کسی سوتے ہوئے انسان کا بدن دیکھ کر انہوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے انہوں نے دیکھا تھا انہوں نے مجھے پہچان کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میں ان کی آواز سے بیدار ہوگئی اور چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اس کے علاوہ خدا کی قسم نہ میں نے کچھ کلام کیا نہ انہوں نے مجھ سے کوئی لفظ کہا۔ پھر انہوں نے جھک کر اپنا اونٹ بٹھایا اور اونٹ کے اگلے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھا (تاکہ اونٹ اٹھ نہ جائے) میں کھڑی ہو کر اونٹ پر سوار ہوگئی وہ مہار پکڑ کر آگے آگے اونٹ لے کر چل دیئے یہاں تک کہ کڑکتی دوپہر ہی میں ہم لشکر میں پہنچ گئے کیونکہ لشکر والے ایک جگہ پڑاؤ پر اتر گئے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کچھ لوگ مجھ پر افترا بندی کر کے ہلاک ہوگئے اور اس طوفان کا مبانی مبانی منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ حضرت عروہ کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ بن ابی کے سامنے جب اس معاملہ کی گفتگو کی جاتی تھی تو وہ کان لگا کر سنتا تھا اور واقعہ کی تائید کرتا تھا اور اس کو شہرت دیتا تھا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ افترا بندوں میں حسان بن ثابت مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے نام تو مجھے معلوم ہیں اور لوگوں کے نام میں جانتا نہیں اتنا ضرور ہے کہ افترا انگیزوں کی ایک جماعت تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اس کا بانی

مبانی عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حسان کو برا کہا جائے اور فرماتی تھیں کہ یہی وہ شخص ہے جس نے یہ شعر کہا تھا۔

''میرا باپ میرا دادا اور میری آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے تم لوگوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مدینہ منورہ پہنچ کر میں ایک مہینہ کے لئے بیمار ہوگئی اور لوگ طوفان انگیزوں کے قول کا چرچا کرتے تھے اور مجھے اس کا علم نہ تھا ہاں بیماری کی حالت میں مجھے شک ضرور ہوتا تھا کیونکہ جو مہربانیاں گزشتہ بیماریوں کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھتی تھی وہ اس بیماری میں نہیں دیکھتی تھی۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر سلام کر کے اتنا پوچھ لیتے تھے کہ تمہارا کیا حال ہے اور یہ پوچھ کر واپس چلے جاتے تھے اس سے مجھے شک ضرور ہوتا تھا لیکن برائی کی مجھے کچھ اطلاع نہ تھی۔

آخر کار جب مجھے کچھ صحت ہوئی تو میں مسطح کی ماں کے ساتھ رفع ضرورت کے لئے خالی میدان کی طرف گئی کیونکہ میدان ہی رفع ضرورت کا مقام تھا اور صرف رات کے وقت ہی ہم وہاں جاتے تھے اور یہ ذکر اس کا وقت ہے جب کہ مکانوں کے قریب بیت الخلاء نہ ہوتے تھے جاہلیت کا طریقہ ہم میں رائج تھا کہ رفع ضرورت کے لئے جنگل میں جایا کرتے تھے اور مکانوں کے قریب ہم کو بیت الخلاء بنانے سے تکلیف ہوتی تھی۔

ام مسطح ابورہم بن عبدالمطلب کی بیٹی تھی اور اثاثہ بن عباد بن مطلب کی بیوی تھی ام مسطح کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھی جب ہم دونوں ضرورت سے فارغ ہو کر اپنے مکان کے قریب آئے تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور وہ گر گئی، گرتے ہوئے اس نے کہا مسطح ہلاک ہو، میں نے کہا یہ آپ کیا کہہ رہی ہو، کیا آپ ایک ایسے آدمی کو برا بھلا کہہ رہی ہو جو غزوۂ بدر میں شریک تھا، اس نے کہا او بیوقوف لڑکی کیا تو نے مسطح کا قول نہیں سنا؟ میں نے کہا مسطح کا قول کیا ہے؟ تو ام مسطح نے مجھے افترا بندوں کے قول کی خبر دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ سن کر میری بیماری میں اور اضافہ ہو گیا جب میں اپنے گھر آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے حال دریافت کیا تو میں نے کہا اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہاں جانے سے میری غرض یہ تھی کہ والدین سے یقینی خبر مجھے معلوم ہو جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اپنی والدہ سے جا کر پوچھا اماں لوگ کیا چرچا کر رہے ہیں۔ والدہ نے کہا بیٹی تم کو گھبرانا نہ چاہیے خدا کی قسم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو عورت خوبصورت ہوتی ہے اور اپنے شوہر کی چہیتی ہوتی ہے اور اس کی سوکنیں بھی ہوتی ہیں تو سوکنیں ہمیشہ اس میں عیب نکالتی رہتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ لوگ! یہ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ اس شب میں رات بھر روتی رہی صبح تک میرے آنسو نہ تھمے اور نہ آنکھوں میں نیند آئی اور صبح کو بھی میں روتی رہی ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا کیونکہ وحی میں توقف ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو حضرات سے مشورہ کیا اور مجھے طلاق دینے کے متعلق دریافت کیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری پاک دامنی ہی بیان کی اور وہی مشورہ دیا جس کی محبت اہل بیت مقتضی تھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے عرض کر دیا کہ وہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم ان میں نیکی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا نے آپ کے لئے کوئی تنگی نہیں کی ہے اس کے سوا عورتیں بھی بہت ہیں۔ آپ باندی سے دریافت فرمائیے وہ آپ سے سچ سچ بیان کر دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلا کر فرمایا بریرہ کیا تو نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس سے تجھے کبھی شک پڑا ہو۔ بریرہ نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حقانیت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے اس میں نکتہ چینی کے قابل کبھی کوئی بات نہیں دیکھی ہاں چونکہ وہ نو عمر لڑکی ہے آٹا چھوڑ کر سو جاتی تھی اور بکری آ کر آٹا کھا لیتی تھی۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور منبر پر جا کر عبداللہ بن ابی سے معذرت کرنے کو فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اے گروہ مسلمانان کون شخص میرا بدلہ اس شخص

سے لے سکتا ہے جس کی طرف سے مجھے اپنی بیوی کے متعلق تکلیف پہنچی ہے۔ خدا کی قسم میں اپنی بیوی میں نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور جس شخص کا لوگوں نے نام لیا ہے اس کو بھی میں نیک ہی جانتا ہوں اور وہ تو میرے گھر میں بغیر میری ہمراہی کے جاتا بھی نہ تھا۔ یہ سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حضور ﷺ کا بدلہ لوں گا۔ اگر وہ (فتنہ پرور) قبیلہ اوس میں سے ہوگا تو میں اس کی گردن مار دوں گا اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہوگا تو جو آپ ہم کو حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ یہ سن کر ایک شخص (سعد بن عبادہ) کھڑا ہوا یہ شخص حسان کی ماں کا رشتہ کا بھائی تھا اور قبیلہ خزرج کا سردار تھا اگرچہ یہ آدمی نیک تھا لیکن حمیت آ گئی اور قوم کی حمیت کی وجہ سے کہنے لگا سعد تو جھوٹا ہے خدا کی قسم تو اس کو نہیں مارے گا اور نہ مار سکے گا اور اگر وہ تیری قوم میں ہوتا تو اس کے مارے جانے کو نہ چاہتا۔ ادھر سے سعد بن معاذ کا چچیرا بھائی اسید بن حضیر جواب دینے کو کھڑا ہوا اور سعد بن عبادہ سے کہا تو جھوٹا ہے خدا کی قسم ہم اس کو مار ڈالیں گے یقیناً تو منافق ہے کہ منافقوں کی طرف سے لڑتا ہے۔ اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں قبیلے (اوس وخزرج) مشتعل ہو گئے اور لڑنے پر تل گئے۔ حضور ﷺ اس وقت تک منبر پر تھے اور لوگوں کو خاموش کرا رہے تھے۔ آخر کار سب لوگ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اس روز بھی دن بھر روتی رہی نہ آنسو بند ہوئے نہ آنکھوں میں نیند آئی اسی طرح دو راتیں اور ایک دن بغیر سوئے ہوئے گزر گیا آنکھ سے آنسو نہ تھمتا تھا اور میرا خیال تھا کہ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا۔

صبح کو میرے والدین میرے پاس آئے وہ بیٹھے ہی تھے کہ ایک انصاری عورت نے آنے کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دے دی وہ بھی آ کر میرے ساتھ رونے لگی تھوڑی دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور سلام علیک کر کے بیٹھ گئے۔ وہ تہمت کے دن سے اس وقت تک میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اس وقت آ کر بیٹھے اور ایک مہینہ تک میرے متعلق رسول اللہ ﷺ پر کوئی وحی نہ ہوئی۔

حضور ﷺ نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا اور حمد وثناء کے بعد فرمایا عائشہ!

میں نے تیرے حق میں اس قسم کی باتیں سنی ہیں اگر تو گناہ سے پاک ہے تو عنقریب خدا تعالیٰ تیری پاک دامنی بیان کردے گا اور اگر تو گناہ میں آلودہ ہو چکی ہے تو خدا تعالیٰ سے معافی کی طالب ہو اور اسی سے توبہ کر کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ جب یہ کلام کر چکے تو میرے آنسو بالکل تھم گئے اور ایک قطرہ بھی نہ نکلا اور میں نے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے حضرت کو جواب دیجئے۔ والد نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں۔ میں نے والدہ سے کہا تم جواب دو انہوں نے بھی یہی کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتی کیا جواب دوں۔ میں اگرچہ کم عمر لڑکی تھی اور بہت قرآن بھی پڑھی نہ تھی لیکن میں نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ یہ بات آپ نے سنی ہے اور یہ آپ کے دل میں جم گئی ہے اور آپ نے اس کو سچ سمجھ لیا ہے۔ اس لئے اگر میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو عیب سے پاک کہوں گی تو آپ کو یقین نہیں آسکتا اور اگر میں ناکردہ گناہ کا آپ کے سامنے اقرار کرلوں (اور خدا گواہ ہے کہ میں اس سے پاک ہوں) تو آپ مجھ کو سچا جان لیں گے خدا کی قسم مجھے اپنی اور آپ کی مثال سوائے حضرت یعقوب علیہ السلام کے کوئی نہیں ملتی انہوں نے کہا تھا **فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون**

یہ کہہ کر میں بستر پر جا کر لیٹ گئی خدا کی قسم مجھے اپنی برات کا یقین تو تھا اور یہ بھی یقین تھا کہ خدا تعالیٰ میری برات ظاہر فرمائے گا لیکن یہ خیال نہ تھا کہ خدا تعالیٰ میرے حق میں قرآن (کی آیت) نازل فرمائے گا جو (قیامت تک) پڑھی جائے گی کیونکہ میں اپنی ذات کو اس قابل نہ سمجھتی تھی کہ خدا تعالیٰ میرے کسی امر کے متعلق کلام فرمائے گا۔ ہاں مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی خواب نظر آئے گا جس میں خدا تعالیٰ میری پاک دامنی ظاہر فرما دے گا۔ لیکن خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا کہ آپ پر اپنی کیفیت کے ساتھ وحی نازل ہوئی یہاں تک کہ چہرہ مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکنے لگا حالانکہ یہ واقعہ موسم سرما کا تھا جب

وحی کی حالت دور ہوئی تو آپ ﷺ نے ہنستے ہوئے سب سے پہلے یہ الفاظ فرمائے۔ عائشہ خدا تعالیٰ نے تیری پاک دامنی بیان فرمادی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ اٹھ کر حضور ﷺ کو تعظیم دے اور آپ کا شکر ادا کر کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ تیری پاک دامنی کا اظہار کیا۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں اٹھوں گی اور نہ کسی کا شکریہ یا تعریف سوائے خدا کے کروں گی کیونکہ اسی نے میری پاک دامنی کا اظہار کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے میری برات کے متعلق یہ دس آیتیں نازل فرمائی تھیں۔ ان الذین جاءوا بالافک الخ.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسطح بن اثاثہ کو رشتہ داری اور اس کی غربت کی وجہ سے مصارف دیا کرتے تھے لیکن آیت مذکورہ کو سن کر کہنے لگے خدا کی قسم اب میں کبھی اس کو کوئی چیز نہ دوں گا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ولا یاتل اولوا الفضل منکم الی قولہ غفور رحیم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے خدا کی قسم میں دل سے چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میری مغفرت فرمادے۔ یہ کہہ کر پھر مسطح کو وہی خرچ دینے لگے جو پہلے دیا کرتے تھے اور فرمایا خدا کی قسم اب میں کبھی خرچ بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تھا کہ تم کو کیا علم ہے؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے آنکھ کان کو محفوظ رکھنا چاہتی ہوں (تہمت لگانا نہیں چاہتی) میں نے ان میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی (حسن و جمال میں) حضور ﷺ کی تمام بیویوں میں میرا مقابلہ کرتی تھیں لیکن خوف خدا نے ان کو (مجھ پر تہمت لگانے سے) محفوظ رکھا لیکن ان کی بہن ان سے لڑتی ہوئی آئی (کہ تم نے تہمت کیوں نہ لگائی) چنانچہ جہاں اور افتراء انگیز تباہ حال ہوئے وہاں وہ بھی ہلاک ہوگئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ شخص جس پر تہمت لگائی گئی تھی قسم خدا کی کھا کر کہتا تھا قسم خدا کی میں نے کبھی کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا (نہ حلال طریقہ سے نہ حرام

طریقہ سے) یہ بھی ایک روایت ہے کہ اس شخص میں قوت رجولیت نہ تھی اخیر میں وہ شخص راہ خدا میں شہید ہوا۔ [بخاری شریف: ۲۱۴۱، ۲۶۶۱، ۷۵۰۶ وغیرہ]

قصہ نمبر ۲۴۴: ﴿بنی اسرائیل کے تین آدمی﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے ایک برص والا (چیچک کی بیماری میں مبتلا)، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ خدا تعالیٰ نے تینوں کی آزمائش کرنا چاہی اور ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ (آدمی کی شکل بن کر) اول برص والے کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ تجھے سب سے پیاری کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا اچھا رنگ اور اچھی کھال تاکہ لوگ مجھ سے گھن نہ کھائیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اس کا مرض فوراً جاتا رہا۔ اور خوش رنگ جلد نکل آئی۔ فرشتے نے پوچھا اب تجھے کون سا مال بہت زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اونٹ۔ فرشتے نے دس ماہ کی گابھن اونٹنی اس کو دی اور دعا دی کہ خدا تجھے اس میں برکت عطا کرے۔

اس کے بعد فرشتے نے گنجے سے آکر پوچھا تجھے سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ گنجا بولا یہ بیماری میری جاتی رہے اچھے بال نکل آئیں تاکہ لوگ مجھ سے نفرت کرنا چھوڑ دیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا فوراً بیماری جاتی رہی اور اچھے بال نکل آئے پھر فرشتے نے پوچھا تجھے مال میں کیا چیز سب سے زیادہ مرغوب ہے؟ گنجے نے کہا گائے، فرشتے نے اس کو ایک گابھن گائے دی اور برکت کی دعا کی۔

اس کے بعد فرشتے نے اندھے کے پاس جا کر پوچھا تجھے کون سی چیز پسند ہے؟ اندھے نے جواب دیا خدا تعالیٰ میری آنکھوں میں روشنی بھر دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا فوراً خدا تعالیٰ نے اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا کر دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کون سا مال تجھے پسند ہے؟ اس نے کہا بھیڑ بکریاں۔ فرشتے نے اس کو گابھن بکری دی (اس کے بعد فرشتہ چلا گیا) اونٹنی گائے اور بکری کے بچے پیدا ہوئے اور رفتہ رفتہ برص والے کے پاس جنگل بھر اونٹ، گنجے کے پاس جنگل بھر گائے بیل اور اندھے کے پاس جنگل بھر بکریاں ہو گئیں۔

مدت کے بعد فرشتہ ایک دوسری صورت اور شکل میں برص والے کے پاس آیا اور کہا میں محتاج آدمی ہوں سفر میں میرا تمام مال واسباب جاتا رہا اب میں بغیر خدا کی مدد اور تمہارے کرم کے اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتا میں تم سے اس خدا کے نام پر جس نے تم کو سنہرا رنگ عمدہ کھال اور مال دیا ہے ایک اونٹ کا طلب گار ہوں تا کہ اس سفر میں اپنی منزل پر پہنچ سکوں۔ مبروص (جسے چیچک کی بیماری تھی) کہنے لگا لوگوں کے حقوق مجھ پر بہت ہیں۔ فرشتہ بولا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو پہچانتا ہوں کیا تم پہلے مبروص نہ تھے کہ لوگ تم سے گھن کھاتے تھے اور کیا تم محتاج نہ تھے۔ خدا تعالیٰ نے تم کو یہ مال عطا فرمایا۔ اس نے جواب دیا مجھے یہ مال باپ دادا سے ملا ہے میری کئی پشتوں تک بڑے بڑے سردار گزرے ہیں۔ فرشتہ بولا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تعالیٰ پھر تجھے ویسا ہی کردے جیسا پہلے تھا۔

اس کے بعد فرشتہ اپنی دوسری اور شکل میں گنجے کے پاس آیا اور جو مبروص سے کہا تھا وہی اس سے بھی کہا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو مبروص نے دیا تھا۔ فرشتہ نے بددعا دی اور کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے ویسا ہی کردے جیسا تو پہلے تھا۔

اخیر میں اپنی دوسری شکل وصورت میں اندھے کے پاس آیا اور کہا میں محتاج آدمی ہوں مسافر ہوں سفر میں کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا آج بغیر خدا کی مدد اور تمہارے کرم کے منزل پر پہنچنا میرے لئے ناممکن ہے۔ لہٰذا میں اس خدا کے نام پر جس نے تم کو آنکھیں دی ہیں تم سے ایک بکری مانگتا ہوں تا کہ دوران سفر میرے لئے کچھ کام آجائے۔ اندھا بولا واقعی میں پہلے اندھا تھا خدا تعالیٰ نے مجھے آنکھیں عطا فرمائیں میں مفلس تھا خدا تعالیٰ نے مجھے مال دار بنایا لہٰذا جتنی بکریاں تیرا جی چاہے لے جا اگر نہ لے گا اور چھوڑ دے گا تو خدا کی قسم میں (تیری اس لاپرواہی اور عزت نفس کو) کوئی قابل ستائش چیز خیال نہ کروں گا۔ فرشتہ بولا اپنا مال رہنے دے صرف تم تینوں کی آزمائش کی گئی تھی خدا تعالیٰ تجھ سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناخوش ہوا۔ [بخاری شریف: ۳۴۶۴، ۶۶۵۳]

☆☆☆

قصہ نمبر ۲۴۵:

صلح حدیبیہ

مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ (مکہ مکرمہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے) کے سال (عمرہ کرنے کے ارادہ سے) مدینہ سے چلے اس وقت آپ ﷺ کے ہمرکاب ایک ہزار چند سو آدمی تھے۔ ذوالحلیفہ میں پہنچ کر قربانی کے گلے میں ہار ڈال کر اس کو اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا اور ایک خزاعی آدمی کو جاسوسی کے لئے روانہ کیا تا کہ قریش کی خبروں سے مطلع کرے۔ ادھر جاسوس کو روانہ کیا اور ادھر خود چل دیئے۔ وادی کے قریب پہنچے تھے کہ جاسوس واپس آیا اور عرض کیا کہ قریش نے آپ کے مقابلہ کے لئے بہت فوجیں جمع کی ہیں اور مختلف قبائل کو اکٹھا کیا ہے وہ آپ سے لڑنے کے لئے تیار ہیں اور خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے آپ کو روک دیں گے۔

حضور ﷺ نے ہمراہیان کو مخاطب کر کے فرمایا لوگو! کیا مشورہ ہے۔ کیا میں ان کے اہل وعیال کی طرف مائل ہو جاؤں اور جو لوگ خانہ کعبہ سے مجھے روکنا چاہتے ہیں میں ان کے اہل وعیال کو گرفتار کرلوں اگر وہ لوگ اپنے بال بچوں کی مدد کو آئیں گے تو ان کا گروہ ٹوٹ جائے گا ورنہ ہم ان کو مفلس کر کے چھوڑ دیں گے۔ بہر حال ان کا نقصان ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ خانہ کعبہ کی نیت سے چلے ہیں لڑائی کے ارادہ سے نہیں نکلے آپ کو خانہ کعبہ کا رخ کرنا چاہئے پھر جو ہم کو روکے گا ہم اس سے لڑیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھا (تو خدا کا نام لے کر چل دو) چنانچہ سب چل دیئے۔

اثناء راہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ خالد بن ولید قریش کے (دوسو) سواروں کو لئے (مقام) غمیم میں ہمارا راستہ روکے پڑا ہے لہٰذا تم بھی داہنی طرف کو ہی (خالد کی جانب) چلو۔ سب لوگوں نے داہنی طرف کا رخ کرلیا اور اس وقت تک خالد کو خبر نہ ہوئی جب تک لشکر کا غبار اڑتا ہوا انہوں نے نہ دیکھ لیا۔ غبار اڑتا دیکھ کر خالد نے جلدی سے جا کر قریش کو رسول اللہ ﷺ کی آمد سے ڈرایا۔ رسول اللہ ﷺ حسب معمول چلتے رہے یہاں تک کہ جب اس پہاڑی پر پہنچے، جس کی طرف سے لوگ مکہ میں اترتے ہیں تو

آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔لوگوں نے بہت کوشش کی لیکن اونٹنی نہ اٹھی وہیں جم گئی۔لوگ کہنے لگے کہ قصواء (حضور ﷺ کی اونٹنی کا نام تھا) اڑ گئی۔حضور ﷺ نے فرمایا قصواء خود نہیں اڑی ہے اس کی یہ عادت ہی نہیں ہے بلکہ اس کو اس نے روک دیا ہے جس نے اصحاب فیل کو روکا تھا۔پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے،مکہ والے عظمت حرم برقرار رکھنے کے لئے مجھ سے جو کچھ خواہش کریں گے میں دے دوں گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اونٹنی کو جھڑ کا اونٹنی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔آپ ﷺ مکہ والوں کی راہ سے بچ کر دوسری طرف کا رخ کر کے چلے اور حدیبیہ سے دوسری طرف اس جگہ اترے جہاں تھوڑا تھوڑا پانی تھا۔لوگوں نے وہی تھوڑا پانی لے لیا جب سب پانی کھینچ چکے اور پانی بالکل نہ رہا تو حضور ﷺ کے پاس پانی نہ ہونے کی شکایت آئی۔حضور ﷺ نے اپنی ترکش میں سے ایک تیر نکال کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیا اور حکم دیا کہ اس کو پانی میں رکھ دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حکم کی تعمیل کی۔جونہی تیر کو پانی میں رکھا فوراً پانی میں ایسا جوش آیا کہ سب لوگ سیراب ہو کر واپس ہوئے اور پانی پھر بھی بچ رہا۔

اسی دوران بدیل بن ورقہ خزاعی جو رسول اللہ ﷺ کا راز دار تھا اپنی قوم کے آدمیوں کو ہمراہ لے کر آیا اور کہنے لگا کہ میں خاندان کعب بن لوی اور قبائل عامر بن لوی کو حدیبیہ کے جاری پانی پر چھوڑ کر آیا ہوں ان کے ساتھ دودھ والی اونٹنیاں بھی ہیں اور ان کے اہل وعیال بھی ہیں اور تعداد میں حدیبیہ کے پانی کے قطروں کے برابر ہیں وہ آپ سے لڑنے کے لئے اور آپ کو خانہ کعبہ سے روک دینے کے لئے تیار ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔انہی لڑائیوں نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور نقصان پہنچائے ہیں۔اگر وہ صلح کرنا چاہیں تو میں ان کے لئے مدت مقرر کر دوں گا کہ اس میں نہ ہم ان سے لڑیں گے اور نہ وہ ہم سے لڑیں۔باقی دیگر کفار عرب کے معاملہ میں وہ دخل نہ دیں اس دوران اگر کافر مجھ پر غالب آ گئے تو ان کی مراد حاصل ہو جائے گی اور اگر میں کافروں پر غالب آ گیا تو قریش کو اختیار ہے اگر وہ اس (دین) میں داخل ہونا چاہیں گے جس میں اور لوگ داخل ہوں گے تو داخل ہو جائیں اور اگر مسلمان ہونا

نہ چاہیں تو مدت صلح میں تو ان کو تکلیف اٹھانی ہی نہیں پڑے گی۔ اگر قریش ان باتوں میں سے کسی کو نہ مانیں گے تو اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اپنے امر (دین) پر ان سے اس وقت تک برابر لڑتا رہوں گا جب تک میری گردن تن سے جدا نہ ہو جائے اور یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ بدیل بولا میں آپ کی بات قریش کو پہنچا دوں گا۔

یہ کہہ کر بدیل چلا گیا اور قریش کے پاس پہنچ کر ان سے کہا ہم فلاں آدمی کے پاس سے تمہارے پاس آئے ہیں اس نے ہم سے ایک بات کہی ہے اگر تم چاہو تو ہم تمہارے سامنے اس کا اظہار کر دیں۔ قریش کے بیوقوف آدمی تو کہنے لگے ہم کو کوئی ضرورت نہیں کہ تم اس کی باتیں ہمارے سامنے بیان کرو لیکن سمجھ دار لوگوں نے کہا تم ان کا قول بیان کرو۔ بدیل نے حضور ﷺ کا تمام فرمان نقل کر دیا۔ یہ سن کر عروہ بن مسعود کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے قوم کیا میں تمہارا باپ نہیں ہوں۔ سب نے کہا بے شک ہو۔ کہنے لگا کیا تم میری اولاد نہیں ہو، سب نے کہا ہیں۔ عروہ بولا کیا تم مجھے مشکوک آدمی سمجھتے ہو؟ سب نے کہا نہیں۔ عروہ بولا کیا تم کو معلوم نہیں اہل عکاظ کو میں نے ہی تمہاری مدد کے لئے بلایا تھا۔ اور جب وہ نہ آئے تو میں اپنے اہل و عیال اور متعلقین و زیر دست لوگوں کو لے کر تم سے آ کر مل گیا۔ سب نے کہا بے شک۔ عروہ بولا اس شخص نے سب سے پہلے ٹھیک بات کہی ہے تم اس کو قبول کر لو اور مجھ کو اس کے پاس جانے کی اجازت دو۔ لوگوں نے کہا جاؤ۔

عروہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے گفتگو کرنے لگا۔ حضور ﷺ نے اس سے بھی وہی کلام کیا جو بدیل سے کیا تھا۔ عروہ بولا محمد! دیکھو اگر تم (غالب ہو جاؤ گے اور) اپنی قوم کی بیخ کنی کر دو گے تو کیا اس سے پہلے تم نے کسی کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کی جڑ کاٹی ہو اور اگر دوسری بات ہو (قریش غالب آئے) تو خدا کی قسم مجھے بہت سے چہرے ایسے نظر آ رہے ہیں کہ تم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے کیونکہ مختلف قوموں کی اس میں بھرتی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غصہ میں آ کر فرمایا کیا ہم حضور ﷺ کو چھوڑ بھاگ جائیں گے؟ عروہ بولا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بولا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تیرا گزشتہ احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا میں بدلا نہ دے سکا ہوں تو ضرور میں اس کا جواب دیتا۔ یہ کہہ کر پھر حضور ﷺ سے گفتگو کرنے لگا اور بات کرتے ہوئے بار بار حضور ﷺ کی ڈاڑھی پکڑ لیتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تلوار لئے زرہ پہنے (نگرانی کے لئے) کھڑے تھے۔ عروہ جب حضور ﷺ کی داڑھی پکڑنے کے لئے ہاتھ جھکاتا تھا مغیرہ تلوار کے قبضہ کی نوک عروہ کو مار کر کہتے تھے کہ حضور ﷺ کی داڑھی سے ہاتھ ہٹالے، عروہ ہاتھ ہٹالیتا تھا۔ آخرکار عروہ نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ عروہ بولا او دغاباز کیا میں نے تیری دغابازی کے مٹانے میں تیرے لئے کوشش نہیں کی تھی۔

واقعہ یہ تھا کہ مغیرہ بن شعبہ جاہلیت کے زمانہ میں ایک قوم کے پاس جا کر رہے تھے اور دھوکے سے ان کو قتل کر کے مال لے کر چلتے ہوئے تھے۔ اور پھر آ کر مسلمان ہو گئے تھے اور حضور ﷺ کی بیعت لیتے وقت فرمادیا تھا کہ اسلام تو میں قبول کرتا ہوں لیکن مال والے معاملے سے مجھے کوئی تعلق نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عروہ آنکھیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھنے لگا۔ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ جو لعابِ دہن منہ سے پھینکتے تھے تو زمین پر گرنے سے قبل جس شخص کے ہاتھ لگ جاتا تھا وہ اس کو اپنے چہرہ پر مل لیتا تھا اور جو بال آپ ﷺ کا گرتا تھا صحابہ زمین پر گرنے سے قبل اس کو لے لیتے تھے جس کام کا آپ ﷺ حکم دیتے تھے ہر ایک دوسرے سے پہلے اس کے کرنے کو تیار ہو جاتا تھا اور حضور ﷺ کے وضو کے پانی پر کشت وخون کے قریب نوبت پہنچ جاتی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کلام کرتے وقت حضور ﷺ کے سامنے پست آواز سے باتیں کرتے تھے اور انتہائی عظمت کی وجہ سے تیز نظر سے حضور ﷺ کی طرف نہ دیکھتے تھے۔

یہ سب باتیں دیکھنے کے بعد عروہ واپس آیا اور ساتھیوں سے کہنے لگا اے قوم خدا کی قسم میں بادشاہوں کے پاس قاصد بن کر گیا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی رہا ہوں لیکن میں نے کبھی کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے آدمی اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کے ساتھی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ

تھوک پھینکتا ہے تو جس شخص کے ہاتھ وہ لگ جاتا ہے وہ اس کو اپنے چہرہ اور بدن پرمل لیتا ہے اگر وہ کسی کام کا حکم دیتا ہے تو ہر ایک دوسرے سے پہلے اس کی تعمیل کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ جس وقت وہ وضو کرتا ہے تو اس کے وضو کے پانی پر لوگ کشت وخون کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اس کے سامنے کلام کرتے وقت سب آوازیں پست رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم کے لئے کوئی نظر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھتا۔ اس نے تمہارے سامنے بہترین بات پیش کی ہے لہٰذا تم اس کو قبول کرلو۔

عروہ جب اپنا کلام ختم کر چکا تو قبیلہ بنی کنانہ کا ایک آدمی بولا مجھے ذرا ان کے پاس جانے کی اجازت دو۔ سب لوگوں نے اس کو جانے کی اجازت دی وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے ارادہ سے چل دیا۔ جب سامنے سے نمودار ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ فلاں شخص فلاں قوم میں سے ہے۔ اس کی قوم قربانی کے اونٹوں کی بہت عزت و حرمت کرتی ہے لہٰذا قربانی کے اونٹ اس کی نظر کے سامنے کر دو۔ حسب الحکم قربانی کے اونٹ اس کے سامنے پیش کئے گئے اور لوگ لبیک کہتے ہوئے اس کے سامنے آئے۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی تو کہنے لگا کہ ان لوگوں کو کعبہ سے روکنا کسی طرح مناسب نہیں۔ یہ دیکھ کر وہ واپس آیا اور اپنی قوم سے کہنے لگا میں نے ان کے اونٹوں کے گلے میں ہار پڑے دیکھے ہیں اور اشعار کی علامت دیکھی ہے، میرے نزدیک مناسب نہیں کہ خانہ کعبہ سے ان کو روکا جائے۔

اس کی تقریر سن کر مکرز نامی ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا ذرا مجھے ان کے پاس اور جانے دو۔ سب نے اجازت دے دی اور وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے چل دیا۔ صحابہ کے سامنے نمودار ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ مکرز ہے اور شریر ہے۔ مکرز خدمت میں پہنچ گیا اور حضور ﷺ سے کچھ گفتگو کی۔ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو آ گیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اب تمہارا مقصد آسان ہو گیا۔ سہیل نے آ کر عرض کیا کہ لائیے ہمارا اپنا ایک صلح نامہ لکھئے۔

حضور ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل بولا خدا

کی قسم میں رحمٰن کو تو جانتا ہی نہیں کہ کیا چیز ہے؟ یہ نہ لکھو بلکہ جس طرح پہلے باسمک اللھم لکھا کرتے تھے وہی اب لکھو۔ مسلمان بولے خدا کی قسم ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا باسمک اللھم ہی لکھ دو۔ اس کے بعد فرمایا لکھو یہ صلح نامہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے۔ سہیل بولا خدا کی قسم اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو پھر کعبہ سے آپ کو نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ نہ لکھو بلکہ محمد بن عبداللہ لکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اگر چہ مجھے نہ مانو لیکن خدا کی قسم میں خدا کا رسول ہوں (اچھا) محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو۔

زہری کہتے ہیں یہ نرمی حضور ﷺ نے اس لئے کی کہ پہلے فرما چکے تھے کہ جس بات میں حرم الٰہی کی عزت و حرمت برقرار رہے گی اور قریش مجھ سے اس کا مطالبہ کریں گے تو میں ضرور دے دوں گا۔ خیر حضور ﷺ نے فرمایا یہ صلح نامہ اس شرط پر ہے کہ تم لوگ ہم کو خانہ کعبہ کی طرف جانے دو تاکہ ہم طواف کرلیں۔ سہیل بولا خدا کی قسم عرب اس کا چرچا کریں گے کہ ہم پر دباؤ ڈال کر مجبور کیا گیا (اس لئے اس سال نہیں) آئندہ سال یہ ہوسکتا ہے۔ کاتب نے یہ بات بھی لکھ دی پھر سہیل نے کہا کہ صلح نامہ میں یہ شرط بھی ہونی چاہئے کہ جو شخص ہم میں سے نکل کر تم سے مل جائے گا وہ خواہ تمہارے دین پر ہی ہو لیکن تم کو واپس ضرور کرنا ہوگا۔ مسلمان کہنے لگے سبحان اللہ جو شخص مسلمان ہو کر آجائے وہ مشرکوں کو کیسے دیا جاسکتا ہے۔

لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل بیڑیوں میں جکڑا ہوا آیا جو مکہ کے نشیبی علاقہ سے نکل کر بھاگ آیا تھا۔ آتے ہی مسلمانوں کے سامنے گر پڑا۔ سہیل بولا محمد (ﷺ) یہ سب سے پہلی شرط ہے جس پر میں تم سے صلح کروں گا۔ اس کو تم ہمیں واپس دیدو۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابھی تو ہم صلح نامہ مکمل نہیں لکھ پائے ہیں۔ سہیل بولا خدا کی قسم پھر میں کبھی کسی شرط پر صلح نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کی تو مجھے اجازت دے دو۔ سہیل نے کہا میں اجازت نہ دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں یہ تو کردو۔ سہیل بولا نہیں کروں گا۔ مکرز بولا ہم اس کی تو تم کو اجازت دیتے ہیں (لیکن مکرز کا قول تسلیم نہیں کیا

گیا) ابوجندل بولے مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آ گیا پھر بھی مجھے مشرکوں کو واپس دیا جائے گا حالانکہ جو تکلیفیں میں نے ان کی طرف سے برداشت کیں وہ تم دیکھ رہے ہو۔ یہ واقعہ ہے کہ ابوجندل کو کافروں نے سخت عذاب دیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ خدا کے سچے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا ہوں۔ کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہیں۔ کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو ہم اپنے دین میں ذلت پیدا نہ ہونے دیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا وہی میرا مددگار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ نے ہم سے نہیں کہا تھا کہ عنقریب ہم خانہء کعبہ پہنچ کر اس کا طواف کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں یہ تو میں نے کہا تھا لیکن کیا تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں یہ تو نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو بس تم کعبہ کو پہنچو گے اور طواف کرو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا ابوبکر! یہ خدا کے سچے نبی نہیں ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ضرور ہیں۔ میں نے کہا کیا ہم لوگ حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ضرور ہیں۔ میں نے کہا تو ہم اپنے دین میں ذلت پیدا نہ ہونے دیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ اے شخص وہ ضرور خدا کے رسول ہیں اپنے رب کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ وہی ان کا مددگار ہے تو ان کے حکم کے موافق عمل کر۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا وہ ہم سے یہ بیان نہیں کیا کرتے تھے کہ ہم عنقریب کعبہ پہنچ کر طواف کریں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک انہوں نے کہا تھا۔ لیکن کیا تم سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اسی سال تم کعبہ میں پہنچو گے۔ میں نے کہا نہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے تو تم کعبہ کو پہنچ کر ضرور اس کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس قصور (تعمیل حکم میں توقف) کے تدارک کے لئے میں نے کئی نیک عمل کئے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب صلح نامہ مکمل ہو گیا تو حضور ﷺ

نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ اٹھ کر قربانیاں ذبح کرو۔ اور سر منڈاؤ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص نہ اٹھا یہاں تک کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا لیکن پھر بھی کوئی نہ اٹھا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندر تشریف لے گئے اور لوگوں نے حضور ﷺ کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا اس کا تذکرہ فرمایا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آپ چپکے سے اٹھ کر بغیر کسی سے کچھ کہے ہوئے جا کر خود قربانی کریں اور حجام کو بلا کر سر منڈا دیں۔ جب مشورہ کر کے حضور ﷺ اٹھے اور بغیر کسی سے کچھ کہے ہوئے جا کر قربانی کی اور حجام کو بلا کر سر منڈایا۔ لوگوں نے جو یہ دیکھا تو خود اٹھ کر قربانیاں کیں اور باہم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور ہجوم کی وجہ سے قریب تھا کہ بعض بعض کو مار ڈالیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ کے پاس کچھ مسلمان عورتیں آئیں اور خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یا ایھا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات مھاجرات الخ اس آیت کے مطابق اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو عورتوں کو طلاق دی جو اس وقت تک حالت شرک میں تھیں۔ جن میں سے ایک سے تو معاویہ بن ابی سفیان نے اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا۔ ان امور سے فراغت پا کر رسول اللہ ﷺ مدینہ کو لوٹ آئے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد ایک قریشی ابو بصیر نامی مسلمان ہو کر خدمت والا میں حاضر ہوئے کافروں نے ان کی تلاش میں دو آدمی بھیجے۔ دونوں نے آ کر عرض کیا اپنا معاہدہ پورا کرو۔ حضور ﷺ نے ابو بصیر کو دونوں کے حوالہ کر دیا۔ وہ ان کو ہمراہ لے کر نکلے ذو الحلیفہ میں پہنچے تو اتر کر کھجوریں کھانے لگے۔ ابو بصیر نے ان دونوں میں سے ایک شخص سے کہا خدا کی قسم میرے خیال میں تیری یہ تلوار تو بہت ہی اچھی ہے دوسرے نے اس کو نیام سے کھینچ کر کہا ہاں بہت عمدہ ہے۔ میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے۔ ابو بصیر بولے ذرا مجھے دکھانا۔ اس نے ابو بصیر کے ہاتھ میں دے دی۔ ابو بصیر نے اس کو تلوار سے قتل کر دیا۔ دوسرا بھاگ کر مدینہ پہنچا اور بھاگ کر مسجد میں داخل ہو گیا۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا یہ ضرور کہیں ڈر

گیا ہے۔ وہ خدمت والا میں پہنچا اور عرض کیا میرا ساتھی مارا گیا اور میں بھی مارے جانے کے قریب ہوں اتنے میں ابوبصیر بھی آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم آپ نے اپنا عہد پورا کر دیا۔ آپ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا تھا لیکن خدا نے مجھے ان سے نجات دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کم بخت لڑائی کی آگ بھڑکائے گا، کاش اس کا کوئی مددگار ہوتا (اور ابوبصیر کو پکڑ کر مکہ لے جاتا) ابوبصیر نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ مجھے کافروں کے حوالہ کر دیں گے تو وہ وہاں سے نکل کر ساحل کی طرف چل دیئے۔ ادھر ابوجندل بھی مکہ سے بھاگ کر ابوبصیر سے جا کر مل گئے پھر یہ حال ہوا کہ جو شخص قریش کے پاس سے مسلمان ہو کر بھاگتا وہ ابوبصیر سے مل جاتا۔ یہاں تک کہ ان کا تقریباً ستر آدمیوں کا ایک جتھا ہو گیا۔ اب تو یہ صورت ہوگئی کہ قریش کا جو قافلہ شام کو جاتا اور ان کو خبر ہو جاتی تو راستے میں روک کر قافلہ والوں کو قتل کر دیتے اور مال لوٹ لیتے۔ مجبوراً قریش نے کسی کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور خدا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ کسی طرح ابوبصیر اور اس کے ہمراہیوں کو مدینہ میں بلا لیں۔ اگر ابوبصیر وغیرہ مدینہ آ جائیں گے تو پھر ہم میں سے جو بھی آپ کے پاس مسلمان ہو کر جائے گا وہ امن میں ہے (ہم اس کو واپس نہ لیں گے) حضور ﷺ نے ابوبصیر وغیرہ سب لوگوں کو مدینہ بلا لیا اور خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **وھو الذی کف ایدیھم عنکم و ایدیکم عنھم الی قولہ حمیۃ الجاھلیۃ** حمیت جاہلیت کے یہ معنی ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اقرار نہیں کیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا گوارا نہ کیا اور مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے روک دیا۔ [بخاری شریف: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

قصہ نمبر ۲۴۶: صدیق رضی اللہ عنہ نے وعدۂ نبوت کو وفا کر دیا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے مال آیا تو میں تجھے اتنا اتنا دوں گا۔ لیکن حضور ﷺ کی زندگی میں وہاں سے کچھ نہیں آیا بلکہ وفات کے بعد آیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جس کا رسول اللہ ﷺ پر کچھ قرض ہو یا حضور ﷺ نے اسے کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آ جائے۔

اعلان سن کر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایسے ایسے فرمایا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے تین لپ بھر کر (روپیہ) دیا۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جا کر مال کی خواہش کی لیکن انہوں نے مجھے نہ دیا میں نے دوبارہ پھر جا کر مانگا انہوں نے جب بھی نہ دیا۔ میں سہ بارہ گیا اور استدعا کی اور یہ بھی کہا کہ پہلی مرتبہ میں نے آپ سے مانگا تھا لیکن آپ نے نہ دیا دوبارہ مانگا جب بھی آپ نے نہیں دیا اب سہ بارہ مانگا اب بھی آپ نے نہیں دیا تو یا آپ دیجئے یا (میں سمجھوں گا) آپ بخل کرتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سمجھتے ہو کہ میں بخل کر رہا ہوں حالانکہ پہلی بار ہی میرا دینے کا ارادہ تھا لیکن مشغولیت کی وجہ سے نہ دے سکا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو لپ بھر کر دیا اور فرمایا اس کو شمار کر لو۔ میں نے شمار کیا تو پانچ سو درہم تھے فرمایا اتنے ہی دو جگہ اور لے لو۔ [بخاری شریف۔ ۳۱۳۷، ۲۲۹۶ وغیرہ]

قصہ نمبر ۲۴۷: ﴿ایک جھوٹے کی سچی بات﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے صدقہ رمضان کی نگرانی پر وکیل یعنی ذمہ دار بنایا، رات کو ایک آدمی آیا اور غلہ میں سے ہاتھ اور مٹھیاں بھر بھر کر لینے لگا میں نے پکڑ لیا اور کہا خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھینچ کر تجھ کو لے جاؤں گا اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں محتاج اور عیال دار آدمی ہوں اور سخت ضرورت مند ہوں میں نے اس کو چھوڑ دیا اور صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارا رات کا قیدی کہاں گیا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے اپنی سخت ضرورت اور عیال داری کی شکایت کی تھی اس لئے میں نے اس پر رحم کھا کر چھوڑ دیا حضور ﷺ نے فرمایا سنو اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ دوبارہ پھر آئے گا۔

حضور ﷺ کے فرمانے سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دوبارہ ضرور آئے گا میں اس کی تاک میں لگا رہا جب وہ آ کر لپوں سے اناج بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا

کہ اب تو ضرور تجھے کھینچ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ اس نے کہا میں محتاج ہوں بال بچے بہت ہیں مجھے چھوڑ دو اب نہیں آؤں گا میں نے رحم کھا کر اسے پھر چھوڑ دیا اور صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارا رات والا قیدی کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے سخت ضرورت اور عیال داری کی شکایت کی اس لئے میں نے اس پر رحم کھا کر چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا سن لو اس نے جھوٹ بولا، وہ پھر آئے گا۔

تیسری رات کو پھر میں اس کی تاک میں لگا رہا اور جب وہ آ کر اناج لپوں سے بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا اور یہ تیسری مرتبہ ہے تو ہر مرتبہ کہہ جاتا ہے کہ اب نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے اب نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تین باتیں تم کو بتاؤں گا جن کے ذریعے سے خدا تعالیٰ تم کو فائدہ بخشے گا میں نے پوچھا وہ کیا باتیں ہیں۔ کہنے لگا کہ جب تم بستر پر (سونے کو) جاؤ تو آیت الکرسی آخر تک پڑھ لیا کرو صبح تک تمہارے پاس شیطان نہ آ سکے گا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ایک نگہبان رہے گا یہ سن کر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم نے رات والے قیدی کو کیا کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے چونکہ مجھ سے کہا تھا کہ میں تم کو چند مفید کلمات بتاتا ہوں اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ فرمایا وہ کیا کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو اول سے آخر تک آیت الکرسی پڑھ لیا کرو صبح تک شیطان پاس نہ آئے گا اور خدا کی طرف سے ایک نگہبان تمہارے لئے مقرر رہے گا فرمایا ہے تو وہ جھوٹا لیکن یہ بات اس نے سچ کہی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم جانتے ہو کہ تین رات سے تم کس سے گفتگو کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ شیطان ہے۔ [بخاری شریف۔ ۲۳۱۱، ۳۲۷۵، ۵۰۱۰]

☆☆☆

قصہ نمبر ۲۴۸: ﴿اداءِ قرض وامانت کا اہتمام﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ہزار دینار قرض مانگے اس شخص نے گواہ طلب کیے قرض مانگنے والا کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ شہادت کے لئے کافی ہے وہ کہنے لگا کہ اچھا کسی کی ضمانت دے دو۔ قرض مانگنے والے نے جواب دیا کہ خدا ہی ضمانت کے لئے کافی ہے۔ اس نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو یہ کہہ کر ایک معین مدت کے لئے اس نے ایک ہزار اشرفیاں دے دیں۔ روپیہ لینے والا روپیہ لے کر بحری سفر کو نکلا اور اپنا کام پورا کر کے واپس ہونے کے لئے جہاز کی تلاش کی تا کہ مقررہ شدہ مدت کے اندر قرض ادا کر دے لیکن جہاز نہ ملا۔ مجبوراً ایک (کھوکھلی) لکڑی کے اندر اس نے اشرفیاں بھریں اور قرض خواہ کے نام ایک خط بھی اس میں رکھ کر خوب مضبوط منہ بند کر کے دریا میں لکڑی ڈال دی اور کہنے لگا کہ الٰہی تو واقف ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگی تھیں اور جب اس نے ضمانت مانگی تھی تو میں نے کہہ دیا تھا کہ خدا تعالیٰ ضمانت کے لئے کافی ہے وہ تیری ضمانت پر راضی ہو گیا تھا پھر اس نے گواہ طلب کیے تھے اور میں نے کہہ دیا تھا کہ خدا ہی شہادت کے لئے کافی ہے اس نے تیری شہادت پر رضامند ہو کر مجھے روپیہ دے دیا تھا اب میں نے جہاز کی تلاش میں بہت کوشش کی تا کہ روپیہ اس کو پہنچا دوں لیکن جہاز مجھے نہ ملا اب میں یہ اشرفیاں تیرے سپرد کرتا ہوں یہ کہہ کر سمندر میں اس نے لکڑی ڈال دیا ور لکڑی پانی میں ڈوب گئی لکڑی ڈال کر وہ واپس آ گیا اور واپسی میں بھی جہاز کی جستجو کرتا رہا تا کہ اپنے شہر کو پہنچ جائے۔

اتفاقاً ایک روز قرض خواہ دریا پر یہ دیکھنے کو گیا کہ شاید کوئی جہاز میرا مال لایا ہو (جہاز تو نہ ملا وہی اشرفیاں بھری ہوئی لکڑی نظر پڑی) یہ گھر کے ایندھن کے لئے اس کو لے آیا کھولنے کے بعد مال اور خط برآمد ہوا کچھ مدت کے بعد قرض دار بھی آ گیا اور ہزار اشرفیاں ساتھ لایا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں برابر جہاز کی تلاش میں کوشش کرتا رہا تا کہ تمہارا مال تم کو پہنچا دوں لیکن اس سے پہلے جہاز نہ ملا، قرض خواہ نے دریافت کیا کہ تم نے مجھے کچھ

بھیجا تھا؟ قرض دار کہنے لگا کہ ہاں بتاتا ہوں چونکہ اس سے پہلے مجھے جہاز نہ ملا تھا اس لئے میں نے لکڑی میں بھر کر روپیہ بھیج دیا تھا، قرض خواہ کہنے لگا تو بس جو مال تم نے لکڑی میں بھر کر بھیجا تھا وہ خدا تعالیٰ نے تمہاری طرف سے مجھے پہنچا دیا اور یوں وہ قرض دار اپنی اشرفیاں لے کر چلا گیا۔ [بخاری شریف۔۲۲۹۱ وغیرہ]

قصہ نمبر ۲۴۹:

سید الشہداء

جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں عبید اللہ بن عدی کے ساتھ سفر کو نکلا۔ جب ہم شہر حمص میں پہنچے تو عبید اللہ نے مجھ سے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو چلو وحشی کے پاس چل کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق دریافت کریں۔ میں نے کہا چلو۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ حمص میں ہی رہتے تھے، ہم نے لوگوں سے ان کا پتہ پوچھا ایک شخص نے کہا وہ سامنے اپنے محل کے سایہ میں بیٹھے ہوئے ہیں جیسے پانی سے بھری ہوئی بڑی مشک۔ ہم ان کے پاس گئے۔ کچھ دیر کھڑے رہے اور سلام کیا، حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دیا۔ عبید اللہ اس وقت چادر میں بالکل لپٹے ہوئے تھے کہ سوائے آنکھوں اور پاؤں کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ عبید اللہ نے حضرت وحشی سے پوچھا کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہو؟ وحشی نے غور سے دیکھا اور دیکھ کر کہنے لگے خدا کی قسم میں اور تو جانتا نہیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ام القتال بنت ابوالعیص سے نکاح کیا تھا۔ عدی کا اس عورت سے ایک لڑکا مکہ میں پیدا ہوا۔ میں نے اس لڑکے کے لئے دودھ پلانے والی تلاش کی اور لڑکے کو ماں سمیت لے جا کر انا کو دے دیا اب مجھے تمہارے پاؤں دیکھ کر (اس لڑکے کا خیال ہوا) یہ سن کر عبید اللہ نے اپنا منہ کھول دیا اور کہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو بیان کیجئے۔

وحشی نے کہا ہاں قصہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں طعیمہ بن عدی کو حمزہ نے قتل کر دیا تھا یہ دیکھ کر میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا کہ اگر تو میرے چچا کے عوض حمزہ کو قتل کر دے گا تو میری طرف سے تو آزاد ہے۔ چنانچہ جب لوگ (قریش) عینین والے سال (عینین کوہ احد کے پاس ایک پہاڑ ہے اس کے اور احد کے درمیان ایک نالہ حائل ہے) نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ لڑائی کے لئے چلا۔ صفیں درست ہونے کے بعد سباع میدان میں نکلا اور آواز

دی کیا کوئی مقابلہ پر آ سکتا ہے۔ حمزہ بن عبدالمطلب اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور کہنے لگے اے سباع اے عورتوں کے ختنہ کرنے والی کے بیٹے کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے یہ کہہ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر دیا اور سباع مارا گیا۔

اس دوران میں ایک پتھر کی آڑ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مارنے کے لئے چھپ گیا تھا۔ جب آپ میرے قریب آئے تو میں نے برچھی ماری جو خصیوں کے مقام پر لگ کر سرین کے پیچھے پار ہوگئی۔ بس یہ برچھی مارنے کا قصہ تھا جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے پھر جب سب لوگ لوٹ کر آئے تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹ آیا اور مکہ میں رہنے لگا۔

اور جب مکہ میں اسلام پھیل گیا تو میں مکہ سے نکل کر طائف کو چلا گیا طائف والوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ قاصد بھیجے اور مجھ سے کہا کہ حضور ﷺ قاصدوں سے کچھ تعرض نہیں کرتے (تم ان کے ساتھ چلے جاؤ) میں قاصدوں کے ہمراہ چل دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو وحشی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا کیا تو نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا؟ میں نے عرض کیا حضور ﷺ کو جو خبر پہنچی ہے واقعہ تو یہی ہے۔ فرمایا کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ اپنا چہرہ مجھے نہ دکھائے میں وہاں سے چلا آیا۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تو میں نے کہا میں مسیلمہ کذاب کا مقابلہ کروں گا تا کہ اگر میں اس کو قتل کر دوں تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا شاید قرض ہو جائے۔ چنانچہ میں لوگوں کے ساتھ نکلا۔ اس درمیان میں مسیلمہ کا جو واقعہ ہونا تھا وہ ہوا (یعنی مسلمانوں کو فتح ہوئی مسیلمہ مارا گیا) حضرت وحشی کہتے ہیں کہ میں نے مسیلمہ کو دیوار کے ایک سرنگ میں خاکستری رنگ کے اونٹ کی طرح کھڑا دیکھا اس وقت مسیلمہ کا رنگ کچھ خاکی معلوم ہوتا تھا غالباً لڑائی کے غبار کی وجہ سے ایسا تھا اور بال بالکل پراگندہ تھے۔ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ والی برچھی اس کے ماری جو دونوں شانوں کے بیچ میں لگی اور پار ہوگئی اتنے میں ایک اور انصاری آدمی حملہ آور ہوا اور اس نے مسیلمہ کے سر پر

تلوار ماری۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی نے چھت کے اوپر سے کہا امیر المومنین (مسیلمہ کو) ایک حبشی غلام نے مار ڈالا۔ [بخاری شریف: ۲/۶۷۲]

قصہ نمبر ۲۵۰: ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپ بیتی﴾

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک اونٹنی تھی جو بدر کے دن مالِ غنیمت سے میرے حصہ میں آئی تھی اور ایک اونٹنی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خمس میں سے عنایت کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے میرا قربت کا ارادہ ہوا تو میں نے قبیلہ قینقاع کے ایک سنار سے وعدہ کیا کہ دونوں ساتھ جا کر (اونٹوں پر) اذخر گھاس لائیں گے کیونکہ میرا خیال تھا کہ میں اذخر لاکر سناروں کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنی شادی کا ولیمہ کروں گا۔ چنانچہ ایک انصاری کے دروازہ پر میں اپنی اونٹنیاں بٹھا کر پالان بوریاں اور رسیاں فراہم کرنے کے لئے گیا اور سب چیزیں فراہم کر کے واپس آیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ان کے کوہان کسی نے کاٹ لئے ہیں اور پہلو پھاڑ کر جگریاں نکال لی ہیں۔ منظر کو دیکھ کر میرے آنسو نکل پڑے۔ لوگوں سے پوچھا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ معلوم ہوا کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے کی ہے اور وہ اسی گھر میں انصار کے ساتھ بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور ایک گانے والی عورت بھی ان کے پاس موجود ہے۔ مغنیہ نے یہ شعر گایا تھا۔

الایا حمز للشرف النواء

اس شعر کو سن کر حمزہ نے تلوار لے کر اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے اور پہلو پھاڑ کر جگر نکال لئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ خبر پا کر میں حضور گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت زید بن حارثہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شکل دیکھ کر حالت کا اندازہ کر لیا اور فرمایا کیوں کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کی طرح میں نے کبھی مصیبت نہیں اٹھائی۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں پر زیادتی کی ان کے کوہان کاٹ لئے اور پہلو چاک کر دیے اور اس وقت وہ فلاں گھر میں موجود ہیں اور کچھ لوگ ان کے پاس بیٹھے شراب پی رہے ہیں۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ

اور

بُنیادی انسانی حُقوق

جناب حکیم محمود احمد ظفر

بیتُ العُلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور۔ فون: [illegible]

دُنیا سے بے رغبتی

زُہد و تقویٰ جیسے اہم موضوع پر امام بخاری کے استاذ، مبلغ عظیم، محدث کبیر اور مجاہد فی سبیل اللہ امام عبداللہ بن مبارک کی مستند و معروف عربی کتاب "الزھد والرقائق" کا پہلی بار مفید اردو ترجمہ جس کا مطالعہ ہر خاص و عام کے لیے یکساں پُر اثر بھی ہے اور چشم کشا بھی۔

اُردو ترجمہ

کتاب الزھد

مؤلف

حضرت عبدُ اللہ ابن مُبارکؒ

مترجم

لجنۃ المصنفین

بیتُ العُلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۷۳۵۲۴۸۳

اطاعتِ والدین

والدین کی عظمت، اُن کی فرمانبرداری اور اُن کے
حقوق کا مفید اور معلوماتی جامع تذکرہ

جناب حکیم محمود احمد ظفر

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۳۵۲۲۸۳۰

دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

﴿ملتان﴾	﴿کراچی﴾	﴿راولپنڈی﴾
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	﴿اسلام آباد﴾
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	السعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	پیر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن کراچی	﴿پشاور﴾
﴿ڈیرہ غازی خان﴾	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۱۰ ڈیرہ غازی خان	﴿کوئٹہ﴾	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
﴿بہاولپور﴾	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	﴿سرگودھا﴾	﴿سیالکوٹ﴾
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	بنگش بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
﴿سکھر﴾	﴿گوجرانوالہ﴾	﴿اکوڑہ خٹک﴾
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
﴿حیدرآباد﴾	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گٹی حیدرآباد	﴿راولپنڈی﴾	﴿فیصل آباد﴾
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدرآباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغرباء کورٹ روڈ حیدرآباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
بھٹائی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدرآباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
﴿کراچی﴾	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقراء بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد